نورالمصابیح

حصہ دوم (2)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح (جلداول)

کِتَابُ الصَّلٰوۃ تا بَابُ السَّھُوِ

حدیث نمبر: 822 تا 1592

مؤلفہ

حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحد ثین، واقف رموز شریعت ودین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

......۱۲۹۲ھ............۱۳۸۴ھ......

مترجم

قدوۃ المحد ثین حضرت علامہ مولانا **حاجی محمد منیر الدین** رحمۃ اللہ علیہ

سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اھتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب : نور المصابیح، جلد: دوم (2)
ترجمہ " زجاجة المصابيح " (جلد: 1)

موضوع : حدیث وفقہ

مؤلف : حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحد ثین، واقف رموز شریعت ودین
محدث دکن ابو الحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : قدوۃ المحد ثین حضرت علامہ مولانا حاجی محمد منیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وخطیب مکہ مسجد

زیر اہتمام : ابو الحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑ بن، x، روڈ، حیدرآباد

ناشر : دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد

پروف ریڈنگ : مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ

تعداد : ایک ہزار (1000)

سن اشاعت : 1438ھ، م 2017ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(4۔سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔

(59۔سورۃ الحشر:7)

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلامِ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2042۔زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

سنت و سیرت صحابہ کو ڈھونڈو — اور بدعتوں سے ہو بیزار

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین نورالمصابیح حصۂ دوّم 2

296	450	(20/39) بَابُ السَّهْوِ	
	450	نماز میں جس کسی کو عمر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟	1/1570
	451	نماز میں جس کسی کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ ایسا ہی ایک سے زیادہ مرتبہ شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟	4/1573
	451	نماز میں جس کسی کو تعدادِ رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے	6/1575
	452	نماز میں جس کسی کو تعدادِ رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے پر دوسری حدیث	7/1576
	452	نماز میں جس کسی کو تعدادِ رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے پر تیسری حدیث	8/1577
	453	نماز میں جس کسی کو تعدادِ رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے؛ اس پر چوتھی حدیث	9/1578
	453	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کمی رکعات پر عمل کرنا چاہئے	10/1579
	454	نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کمی رکعات پر عمل کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث	11/1580
	455	سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کا ثبوت	12/1581
	455	سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث	13/1582
	455	سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث	14/1583
	456	سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث	15/1584

تم الفهرس

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تعارف زجاجۃ المصابیح

کتاب کی اصلی قدر و قیمت تو مطالعہ سے ہی ظاہر ہو سکے گی، تاہم بطور تعارف چند سطور ہدیۂ ناظرین ہیں:۔

واقعہ یہ ہے کہ مولف مدّ ظلّہ العالی نے مشکوٰۃ شریف کے بنظر غائر مطالعہ کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس فرمائی کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف مسائل کے لحاظ سے شافعی حضرات کے لئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ ہے، بالکل اسی طرح ان احادیث کو بھی یکجا کیا جائے جن پر فقہ حنفی کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ ان اہل علم حضرات کی سعی مشکور فرمائے جنہوں نے سابق میں اس موضوع پر قلم اٹھایا اور بہترین انداز سے حنفی احادیث جمع فرمائیں لیکن مشکوٰۃ جیسی جامعیت میسر نہ ہوئی۔

ایسی عظیم الشان کتاب کی تالیف اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مؤلف موصوف کے حصہ میں رکھی تھی، چنانچہ مولانا ممدوح نے بتائید غیبی جس کا اظہار اپنی کتاب زجاجۃ المصابیح کے دیباچہ میں فرمایا ہے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، پیش شدہ تالیف کی وجہ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرنے والے اس امر سے بخوبی واقف ہو جائیں گے کہ امام صاحبؒ کا قول علاوہ حدیث کے کسی نہ کسی صحابیؓ یا تابعیؒ کے قول سے ماخوذ ہے، اس لئے امام ممدوح پر اعتراض صحابیؓ یا تابعیؒ پر اعتراض کے مماثل ہے اور اس طرح یقیناً دنیا کے بڑے حصہ کے امام کی کوئی بات بلا سند نہیں۔

زجاجۃ المصابیح میں مؤلف ممدوح نے حسب ذیل امور کا التزام رکھا ہے:۔

(1) صحیح بخاری کے طرز پر ہر بڑے عنوان کے بعد متعلقہ آیات قرآنی کو جمع کیا گیا۔

(2) چونکہ اس تالیف سے مقصود اصلی مشکوٰۃ کے طرز پر احناف کے لئے حدیثوں کا ایک جامع ذخیرہ مہیا کرنا تھا اس لئے کتاب و باب وعنوان مشکوٰۃ ہی سے لئے گئے، البتہ فاضل مولف مشکوٰۃ علیہ الرحمتہ نے عنوان میں جن مقامات پر فقہ شافعی کی رعایت رکھی ہے، اس کتاب میں بھی ان مقامات پر فقہ حنفی کی رعایت پیش نظر رہی۔

(3) مشکوٰۃ میں ایک مسئلہ کے متعلق احادیث تین فصلوں میں منتشر تھیں جس سے پڑھنے والے میں ایک تو کیفیت تسلسل کا برقرار رہنا اور دوسرے مسائل کا بیک نظر تلاش کرنا دشوار تھا، اس لئے ہر مسئلہ سے متعلق احادیث بلا لحاظ فصل یکجا کئے گئے۔

(4) ظاہر ہے کہ فقہ حنفی ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، علاّمہ موصوف نے اس بحر ذخار سے انمول موتی چن لئے ہیں، ہر مسئلہ میں کئی کئی قول ہیں اس وجہ سے اولاً قول مفتٰی بہ حاصل کیا گیا، ثانیاً اس کے موافق حدیث تلاش کی گئی، ثالثاً اس حدیث کی چھان بین کر کے رفع اعتراض کا موقع بہم پہنچایا گیا اسی وجہ سے اکثر احادیث کے آخر میں تنقید رواۃ مذکور ہے۔

(5) فقہ حنفی پر اعتراضات کے مدلل جواب' احادیث کی صحیح تعبیر کے بعد حنفی مقاصد کی وضاحت اور حسبِ ضرورت احادیث سے اور حنفی کتابوں کے حوالہ سے حاشیہ پر مسائل کا اندراج کامل احتیاط سے کیا گیا۔

یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے، اس کتاب کے اور بھی کئی اہم خصوصیات ہیں جو بوقت مطالعہ ہی ظاہر ہوں گے۔ مختصر یہ کہ جس طرح مشکوٰۃ شریف شافعی مذہب والوں کے لئے ایک نعمت ہے، بالکل اسی طرح یہ کتاب حنفی حضرات کے لئے ایک بہترین اورنادر تحفہ ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ضروری التماس

یعنی

دیباچۂ کتاب

مسلمانو! سنو غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کے پاس کا قاعدۂ خاص مسلمانوں کے لئے یہ ہے کہ ان کی دنیا دین کے ساتھ ہے، جب مسلمان دین چھوڑ دیتے ہیں تو دنیا بھی ان سے چھوٹ جاتی ہے، جب یہ دین برباد کردیتے ہیں تو ان کی دنیا بھی برباد ہوجاتی ہے، اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو دین دار ہیں پھر ہماری دنیا کیوں برباد ہورہی ہے۔

صاحبو! ہماری حالت اس شخص کے جیسی ہے جو ایک پیسہ کما کر اپنے کو مالداروں کی فہرست میں گننے لگتا ہے، سچ فرمایئے ایک پیسہ رکھنے والے کو آپ مالدار کہیں گے یا یہ کہیں گے کہ اس کو جنون ہوگیا ہے، کیونکہ ایک پیسہ رکھنے والے کو کوئی مالدار نہیں کہتا ہے بلکہ جس کے پاس مال معتد بہ مقدار میں ہو تو وہ مالدار ہے اسی طرح ایک دو عمل کر کے اپنے کو دین دار کہنے والا بھی مجنون کہا جانے کے لائق ہے، دین میں جو اعمال مقرر ہیں وہ سب اعمال کرنے کے بعد آپ دیندار کہے جانے کے مستحق ہیں۔

یا یوں سمجھئے کہ حسین اس کو کہتے ہیں جس کی آنکھ، ناک، سب درست ہوں، جیسے کسی کی ناک کاٹ لی گئی ہو، وہ ناک پر ہاتھ رکھ کر کہے کہ میں بھی حسین ہوں، ذرا ناک پر سے ہاتھ ہٹایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کیسے حسین ہیں، ایسا ہی ہم اپنے کو دین دار سمجھ رہے ہیں، اگر دین کی حقیقت کھلے کہ دین کس کو کہتے

ہیں تو آپ کو بھی ناک کٹے ہوئے حسین کی طرح شرمانا پڑے گا۔

یا یوں سمجھئے کہ آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہم کو ایک آدمی کی ضرورت ہے وہ دوست ایک مدّت کے بعد آپ کے پاس ایک آدمی کو چار پائی پر لٹا کر لایا، جتنے بیماریاں ہیں قریب قریب سب اس میں ہیں آنکھ بھی نہیں، کان بھی نہیں، ہاتھ پیر بھی بے کار ہیں، جنون ہوگیا ہے، البتہ جاندار ہے، اگر اس کو کوئی قتل کرے تو قانوناً اس کو قصاص ہوگا، مگر کیا اس آدمی سے آپ کی غرض پوری ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں، آپ تعجب سے پوچھیں گے کہ بھائی اس کو کیوں لائے ہو؟ اگر وہ دوست یہ کہے کہ آپ کے واسطے لایا ہوں آپ نے فرمائش کی تھی کہ ایک آدمی لادو، تو آپ ہنسیں گے اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ لغتاً وقانوناً آدمی ہے، لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں ہوتی ہے تو میرے لئے یہ آدمی نہیں ہے۔

صاحبو! ایسا ہی دین سے کیا غرض ہے، نجات کامل ہونا ہے، یا ایک قومی شعار ہے، مسلمانی سے بالکل بے توجہی ہوگئی ہے، نہ عقائد کی پروا، نہ اعمال کی فکر، نہ حسن معاشرت کا خیال، نہ بداخلاقی پر رنج، کوئی جزء ہمارے دین کا ٹھیک نہیں، ہمارا دین بعینہٖ ویسا ہی ہے جیسے مذکورالصدر آدمی کہ جس کو دوست لایا تھا، ہمارا دین صرف قومی شعار ہے اس سے دین دار کہے جانے کے قابل نہیں ہیں، جب ہم دین دار نہیں تو پھر ہماری دنیا کیسے درست ہوگی؟۔

صاحبو! اگر آپ دین کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہو تو ''زجاجۃ المصابیح'' کا مطالعہ کرو، پھر اس پر عمل کرکے دین دار کہے جانے کے لائق بنو۔ تمام ''زجاجۃ المصابیح'' کو پڑھنے کے بعد آپ کا علم الیقین، عین الیقین کو پہنچ جائے گا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک خاتم النبیّین ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں، انسان کی دنیا اور آخرت درست کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل طور پر بیان فرمادیئے ہیں اور وہ سب ''زجاجۃ المصابیح'' میں آگیا ہے، لیکن انقلاب زمانہ سے عربی عام فہم نہ رہی، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو میں کیا جائے، اس ضرورت کو پیش نظر رکھ کر

مولوی محمد منیرالدین صاحب شیخ الادب جامعہ نظامیہ نے ''زجاجۃ المصابیح'' کا عام فہم اور سلیس ترجمہ کرنا شروع کیا، تمام مسلمانوں کی طرف سے مولوی صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو زجاجۃ المصابیح سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اس ترجمہ کے طبع ہونے سے پہلے مولوی محمد عبدالستار خاں صاحب ایم۔اے لکچرار عربی جامعہ عثمانیہ نے بڑی کوشش اور محنت سے اپنا عزیز وقت دے کر ترجمہ میں قوسین کی عبارت بڑھا کر اور ''ف'' کے تحت فائدوں کا اضافہ کر کے ترجمہ کے حسن کو دوبالا کر دیا، اس سے ''زجاجۃ المصابیح'' کے سمجھنے میں جو دقتیں پیش آ رہی تھیں وہ اب باقی نہ رہیں، اس کے لئے تمام مسلمانوں کی طرف سے موصوف کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں صاحبوں کو اس علمی خدمت کا صلہ صدقہ جاریہ بنا کر ہمیشہ ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے بدلہ میں ان سے راضی ہو جائیں اور ثواب عظیم دے کر ان کو اپنے سے راضی کر لیویں۔

ترجمہ کے وقت اور ترجمہ میں قوس اور فوائد کے اضافہ کے وقت میں بھی ان دونوں صاحبوں کے ساتھ شریک رہا، میں نے اس ترجمہ کا نام ''نورالمصابیح'' رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔آمین۔

نورالمصابیح کا حصہ دوّم آپ کے سامنے آ رہا ہے جب آپ اس کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہیں، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں اور آپ سن رہے ہیں، یا حضرتؐ کوئی کام کر رہے ہیں آپ اس کو دیکھ رہے ہیں، خوش تقدیر ہیں وہ حضرات جو اس نعمت کو حاصل کرتے ہیں۔

اب میرا ضروری التماس تمام مسلمانوں سے اور خاص اپنے احباب سے یہ ہے کہ اس نورالمصابیح کو ایک بار پڑھ کر طاق نسیاں میں نہ رکھ دیں بلکہ اس کو مثل وظیفہ کی کتابوں کے بار بار پڑھیں، اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

اے اللہ! آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنالیں اور توفیق دیں کہ ہم آپ کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر عمل کرتے رہیں۔آمین۔

نُورُ الْمَصَابِیحُ

حصہ دوم

ترجمہ

زُجَاجَةُ الْمَصَابِیحُ

جلد اول

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمُ

(4) كِتَابُ الصَّلٰوةِ

(یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے)

”وَقَوۡلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ :”وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ“ اوراللہ بزرگ وبرتر کاارشاد ہے(سورۂ بقرہ،پ:1،ع:5،آیت نمبر:43میں)نماز کی پابندی کیا کرو۔

وَقَوۡلُهٗ :” وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ، اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ “اورارشاد باری تعالٰی ہے(سورۂ عنکبوت،پ:21،ع:5،آیت نمبر:45میں)اورنماز کی پابندی رکھئے کیوں کہ بلاشبہ نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے۔

وَقَوۡلُهٗ :” وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا “ اورارشاد باری تعالٰی ہے (سورہ طٰہٰ، پ:16، ع:8،آیت نمبر:132میں) اور اپنے متعلقین (یعنی اہل خاندان یامومنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہئے اورخودبھی اس کے پابندرہئے۔

وَقَوۡلُهٗ :” اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوا الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ “اور ارشاد باری تعالٰی ہے(سورہ مائدہ،پ:6،ع:8،آیت نمبر:55،میں)تمہارے دوست تو اللہ تعالٰی اوراس کے رسول اورایماندارلوگ ہی ہیں جونماز کی پابندی رکھتے ہیں۔

وَقَوۡلُهٗ: ”وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ، اُولٰٓئِكَ فِىۡ جَنّٰتٍ مُّكۡرَمُوۡنَ“ اور ارشاد باری تعالٰی ہے (سورہ معارج، پ:29، ع:1،آیت نمبر:34/35میں) اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) یہی لوگ ہیں جوعزت سے بہشت کے باغوں میں ہوں گے۔

وَقَوْلُهٗ :" وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ"اورارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ بقرہ،پ:1،ع:5،آیت نمبر:45،میں) اور بے شک نماز دشوار ضرور ہے مگر ان پر (نہیں) جن کے دلوں میں خشوع (یعنی خاکساری) ہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کواس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور وہ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کی طرف واپس جانے والے ہیں،جن لوگوں کو خدا کا اور عاقبت کا خیال نہیں ان کونماز کی پابندی بھی بجائے خود ایک مصیبت معلوم ہوتی ہے۔

وَقَوْلُهٗ : " رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ "اورارشاد باری تعالیٰ ہے:(سورہ ابراہیم، پ:13،ع:6،آیت نمبر:40،میں) (حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دعاء میں یہ فرمارہے ہیں) اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں نماز (پابندی کے ساتھ) پڑھتا رہوں اور (نہ صرف مجھ کو بلکہ) میری اولاد کو بھی۔(اس کی توفیق دے۔)

وَقَوْلُهٗ : "فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا". اورارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ مریم،پ:16،ع:4،آیت نمبر:59،میں) پھراُن کے بعد بعض ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں برباد کیں اور (نفسانی،ناجائز) خواہشات کے پیچھے پڑ گئے (تو ان کی گمراہی ان کے آگے آئے گی اور یہ) عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔

وَقَوْلُهٗ : "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ "اورارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ نساء،پ:5، ع:21،آیت نمبر:142 میں) بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ سے چال بازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ

تعالیٰ ان کو اس چال کی سزا دینے والے ہیں اور یہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔(کہ ظاہر داری کر کے) صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں۔

نماز مسلمان پر اللہ کا حق ہے

1/822- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یقین کرلیا کہ نماز (اللہ تعالیٰ کا ہم پر) حق ہے اور فرض ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور حاکم نے بھی مستدرک میں اس کی روایت کی ہے۔)

بے نمازی پر شیطان قابو پالیتا ہے

2/823- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن سے شیطان اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ پنجگانہ نمازوں کی پابندی کرتا رہتا ہے اور جب مؤمن نمازوں کو ضائع کرتا ہے تو شیطان اس پر جری ہوجاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہوں میں ڈال دیتا ہے اور اس پر (قابو پانے کی) حرص کرتا ہے۔

(اس کی روایت ابونعیم نے کی ہے اور ابوبکر محمد بن الحسین بخاری نے اپنی ''امالی'' میں اور رافعی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

نمازی کو اللہ کی رحمت گھیری رہتی ہے

3/824- عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں کھڑا ہوجاتا ہے تو رکوع میں جانے تک اس کے سر پر رحمت نازل ہوتی رہتی ہے' اور جب رکوع میں چلا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سجدہ میں جانے تک اس کو گھیر لیتی ہے اور سجدہ کرنے والا اللہ کے قدموں پر سجدہ کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ (اس وقت

دل میں) اللہ سے مانگے اور بہت رغبت سے مانگے (کیوں کہ یہ مقبولیت کا وقت ہے۔)
(اس کی روایت سعید بن منصور نے مرسلاً کی ہے۔)

نمازی کیلئے اللہ تعالیٰ اپنے دربار کا دروازہ کھول دیتا ہے

4/825- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والا یقیناً شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹا تا ہے' اور جو دروازہ کھٹکھٹا تا رہتا ہے تو قع ہے کہ بہت جلد اس کیلئے دروازہ کھول دیا جائے۔ (اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

وہ اُمور جن کی وجہ سے مسلمان جنت میں جانے کا مستحق ہو جاتا ہے

5/826- ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی پانچوں نمازوں کو ادا کرتے رہو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھا کرو، اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دیا کرو' اور جب تم کو تمہارا امیر کوئی حکم دے (اور وہ حکم خلاف شرع نہ ہو) تو اس کے حکم کی اطاعت کیا کرو تو تم (اس کے صلہ میں) اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی۔)

نمازی کی فضیلت اور بے نمازی کی وعید

6/827- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ اس طرح فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کیا کرتا ہے تو قیامت کے دن نماز اس کے لئے نورِ ایمان کی زیادتی اور کمال ایمان کی دلیل اور مغفرت کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا تو اس کے نور ایمان میں نہ تو زیادتی ہوگی اور نہ اس کے کمال ایمان کی کوئی دلیل ہوگی اور نہ اس کی بخشش کا کوئی ذریعہ ہوگا اور بے نمازی قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ رہے

گا۔(اور عذاب میں مبتلا ہوگا)۔

(اس کی روایت امام احمد اور دارمی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اس کی روایت شعب الایمان میں کی ہے۔)

نماز سے نمازی کا دل منور ہوتا ہے

7/828- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز سے نمازی کے دل میں نور پیدا ہوجاتا ہے تو تمہارے اختیار میں ہے کہ نماز کی پابندی سے اپنے دل میں نور پیدا کرلیں۔(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نمازی کو دوزخ کی آگ سے نجات ملتی ہے

8/829- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ (مقرر) ہے جو ہر نماز کے وقت یہ آواز دیتا ہے کہ اے اولادِ آدم! اٹھو تم نے اپنے اوپر (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) جو آگ سلگا لی ہے اس کو نماز پڑھ کر بجھا دوں۔(اس کی روایت ضیاء نے کی ہے اور طبرانی نے بھی کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازی نماز میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے اور رحمت اور فرشتے اس کو گھیرے رہتے ہیں

9/830- حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کو تین باتیں حاصل ہوتی ہیں، (ایک 1) یہ کہ آسمان سے لے کر اس کے سر تک رحمت الٰہی نازل ہوتی رہتی ہے (دوسرے 2) ملائکہ اس کو اس کے دونوں قدموں سے لے کر آسمان تک گھیرے ہوئے رہتے ہیں اور (تیسرے 3) یہ کہ ندا کرنے والا ندا کرتے

رہتا ہے کہ اگر نمازی جان لیتا کہ وہ کس سے راز و نیاز کر رہا ہے تو وہ نماز سے نہ پلٹتا۔

(اس کی روایت محمد بن نصر نے اپنی کتاب الصلوٰۃ میں مرسلاً کی ہے۔)

قیامت میں سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا' نفل کی فضیلت

10/831-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً پہلی چیز جس کا حساب بندہ سے لیا جائے گا وہ نماز ہے پس اگر نماز درست ہوگی تو بندہ کے جملہ اعمال درست ہوں گے اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو دوسرے تمام اعمال بھی درست نہیں ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ دیکھو کہ کیا میرے بندے کے اعمال میں نفل (عبادتیں) ہیں؟ اگر نفل (عبادتیں) ہوں گی تو ان کے ذریعہ سے فرض کی تکمیل کر دی جائے گی کیونکہ نفل فرض کی تکمیل کیلئے ہیں اور اصل تو فرائض ہی ہیں (اس لئے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ فرائض کے ذریعہ سے (بندوں پر) نعمت کی تکمیل اور اپنی رحمت نازل کرنا چاہتے ہیں۔(اس کی روایت ابن عسا کرنے کی ہے۔)

گناہوں کو مٹانے والی عبادتیں

11/832-ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (1) نماز پنج گانہ (2) ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ، اور (3) ایک رمضان سے دوسرا رمضان' یہ تینوں چیزیں ان گناہوں کو جو ان کے درمیان ہوئے ہوں مٹانے والے ہیں' بشرطیکہ کبیرہ گناہ صادر نہ ہوئے ہوں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیثوں میں نماز اور دیگر عبادات کی وجہ سے گناہوں کے مٹا دیئے جانے کا جو ذکر ہے اِس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں نہ کہ کبیرہ' کیوں کہ گناہ کبیرہ کی معافی کیلئے باتفاق اہل سنت والجماعت توبہ ضروری ہے۔(ماخوذ از مرقات ولمعات۔)

نمازیں گناہوں کومٹانے والی ہیں

12/833-ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بتلاؤ کہ اگرتم میں سے کسی کے دروازے پر ایک نہر جاری ہوجس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کیا کرتا ہے،کیااس کے جسم پر کچھ بھی میل باقی رہے گا؟ سب نے عرض کیا کہ اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا،حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی مثال نماز پنج گانہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ نمازوں کے ذریعہ سے خطاؤں کومٹادیتے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طورپرکی ہے۔)

نمازصغیرہ گناہ مٹادیتی ہے

13/834-ابن مسعودرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لیااور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوکراس کا ذکرکیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (سورۂ ھود،پ:12،ع:10،آیت نمبر:114)''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ''(اے پیغمبرصلی اللہ علیہ وسلم نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں اوررات کے قریبی ساعتوں میں یقیناً نیکیاں برائیوں کومٹادیتی ہیں(اس آیت کے الفاظ''طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ'' سے پانچوں نمازوں کی طرف اس طرح اشارہ ہورہاہے کہ''طَرَفَیِ النَّھَار'' دن کے دونوں طرف میں' طرف اول سے نمازفجراورطرف آخر سے نمازظہراورعصراور''زُلَفًا مِّنَ الَّیْل''رات کے قریبی ساعتوں سے نمازمغرب اورعشاءمرادہے)اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ میرے ہی لئے ہے؟ تو حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ یہ میری تمام امت کیلئے ہے۔

14/835-اورایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ میری امت میں جوبھی اس آیت پر

عمل کرکے برائیوں کے بعد (برائیوں پر نادم ہوکر) نیکیاں کرے اس کیلئے بھی یہی ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز صغیرہ گناہ مٹادیتی ہے

15/836- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عورت سے مدینہ منورہ کی آخری آبادی میں لپٹ گیا تھا اور اس سے جماع تو نہیں کیا لیکن بوس وکنار وغیرہ کرلیا اور اب میں حاضر ہوں تو حضور مجھ پر جو سزا چاہیں جاری فرمائیں، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے' کاش کہ تم بھی اپنی پردہ پوشی کرلیتے! ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہیں دیا، وہ شخص اٹھا اور جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے ایک آدمی کو روانہ کرکے اس شخص کو بلوائے اور یہ آیت اس کو پڑھ کر سنائے ''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ'' (سورۂ ھود، پ:12، ع:10، آیت نمبر:114) (دن کے دونوں طرف اور رات کے قریبی ساعتوں میں نماز کی پابندی کیجئے' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹادیتی ہیں' یہ نصیحت ماننے والوں کیلئے نصیحت ہے) یہ سن کر مجمع میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ حکم کیا خاص اسی شخص کیلئے ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ یہ تمام لوگوں کیلئے عام حکم ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز سے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں

16/837-انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے پس حضور مجھ پر حد جاری فرمائیں، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے اس کے فعل کے متعلق دریافت نہیں فرمایا (کہ تم نے کیا کیا ہے؟) اس اثناء میں نماز کا وقت آ گیا تو وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز باجماعت ادا کیا' اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو وہی شخص اٹھا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسا گناہ کیا ہے جس پر حد جاری ہوتی ہے اس لئے آپ مجھ پر کتاب اللہ کا حکم جاری فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز باجماعت ادا نہیں کی ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ کو معاف کردیا ہے، یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو بخش دیا ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں سائل سے جس گناہ کے سرزد ہونے کا ذکر ہے، انہوں نے اس کو اپنے خیال میں گناہ کبیرہ سمجھا اور اسی خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس گناہ کی پاداش میں حد جاری کردی جائے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ وحی معلوم فرمالیا کہ وہ گناہ ایسا نہیں ہے کہ جس پر حد جاری کی جائے' اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا کہ وہ گناہ نماز باجماعت ادا کرنے کی وجہ سے معاف ہوگیا ہے، اس لئے اب حد جاری کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (یہ لمعات سے ماخوذ ہے۔12)

نماز سے صغیرہ گناہ مٹادیئے جاتے ہیں

17/838- ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرما کے موسم میں جب پتے (درختوں سے) گر رہے تھے باہر نکلے' آپ نے ایک درخت کی دو شاخوں کو پکڑ لیا' ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شاخ سے پتے گرنے لگے، راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اے ابوذر کہہ کر پکارا، میں نے جواباً لبیک یارسول اللہ کہا! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب نماز اس مقصد سے پڑھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوجائے تو اس کے گناہ اسی طرح گر جاتے ہیں جس طرح پتے اس درخت سے گرتے جارہے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نمازی جب نماز ختم کرلیتا ہے تو وہ صغیرہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے

18/839- سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک مسلمان نماز پڑھتا ہے اور اس کے گناہ اِس کے سر پر دھرے رہتے ہیں' پس جس وقت وہ سجدہ کرتا رہتا ہے تو اس کے گناہ گرتے چلے جاتے ہیں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ اس کے تمام گناہ اس سے گر چکے ہوتے ہیں۔ (اور وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے)۔

(اس کی روایت طبرانی نے معجم کبیر میں کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔)

وضوء اور نماز کی فضیلت

19/840- حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب وضوء کرتا ہے اور (سنتوں کی ادائی کے

ساتھ) کامل وضوء کرتا ہے، پھر نماز شروع کرتا ہے اور (سنتوں اور مستحبات کے ساتھ) کامل نماز ادا کرتا ہے تو نماز سے فراغت کے بعد وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جس طرح انسان اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے پاک تھا۔

(اس کی روایت ابن عساکر نے کی ہے۔)

بغیر وسوسوں کے نماز پڑھنے کی فضیلت

20/841- زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دو رکعت نماز حضورِ قلب کے ساتھ ادا کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو بخش دیتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

سنت طریقہ پر نماز پڑھنے کی فضیلت اور خلاف سنت نماز پڑھنے کی وعید

21/842- عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے جس نے ان نمازوں کے وضوء (سنتوں اور مستحبات کے ساتھ) اچھی طرح ادا کیا' اور ان نمازوں کو ان کے مستحب اوقات میں ادا کیا' اور ان نمازوں کے رکوع اور سجود کو خشوع کے ساتھ سنت طریقہ سے ادا کیا تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے' اور جس نے ایسا نہیں کیا (یعنی نماز ہی نہ پڑھا یا نماز کو اچھی طرح نہ پڑھا) تو ایسے شخص کیلئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے اگر چاہے تو اس کی مغفرت فرمادے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔

(اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے' اور امام مالک اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)۔

افضل اعمال کی تفصیل

22/843- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ پسندیدہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اس کے مستحب وقت پر (ادا کرنا افضلِ اعمال ہے) میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل (افضلِ اعمال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے پھر عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل (افضلِ اعمال ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے راستہ میں جہاد کرنا، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو بیان فرمایا، اگر میں اسی طرح اور سوال کرتا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح جواب دیتے جاتے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

بے نمازی پر اللہ تعالیٰ غضبناک رہیں گے

23/844- ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز ترک کردی تو وہ اللہ تعالیٰ سے (ایسی حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے۔ (اس کی روایت طبرانی نے کبیر میں کی ہے۔)

شرک کرنے والے کی، عمداً نماز ترک کرنے والے کی، اور نشہ کرنے والے کی وعید

24/845- ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میرے خلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اگرچہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں اور تمہیں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو جان بوجھ کر ہرگز ترک مت کرو پس جو شخص عمداً نماز کو ترک کردیتا ہے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی وہ ذمہ

داری (جو مسلمانوں کے ساتھ ہے اس بے نمازی سے) اٹھ جاتی ہے (اور وہ کفر سے قریب ہو جاتا ہے) اور شراب مت پیو' کیوں کہ بلا شبہ شراب (اور ہر نشہ لانے والی چیز) برائی کی کنجی ہے۔(اس لئے کہ نشہ میں رہنے والے سے جو برائی نہ ہو وہ کم ہے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

تارکِ صلوٰۃ کفر سے قریب ہو جاتا ہے

25/846- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندے کو کفر سے ملا دینے والی چیز ترک صلوٰۃ ہے۔(یعنی جب بندہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ کفر سے قریب ہو جاتا ہے)۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

بے نمازی کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے

26/847- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کو کمزور کر کے کفر سے قریب کرنے والی چیز ترک صلوٰۃ ہے۔(یعنی جب بندہ نماز چھوڑ دیتا ہے تو اس کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے اور وہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔)(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

بے نمازی شرک سے قریب ہو جاتا ہے

27/848-انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بندہ کو مشرک بنانے والی کوئی چیز ترک صلوٰۃ سے بڑھ کر نہیں ہے' بندہ جب نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ مشرک کہلانے کے لائق بن جاتا ہے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث نمبر (20) اس بات پر دلیل ہے کہ تارک صلوٰۃ اس لئے کافر نہیں قرار دیا جا سکتا کہ وہ منکر صلوٰۃ نہیں۔

اس حدیث میں تارک صلوٰۃ کی وعید پر ارشاد ہے "اِنْ شَاءَ غَفَر لَهُ وَ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ" (اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کی مغفرت فرمادیں اور چاہیں تو اس کو عذاب دیں) ان الفاظ سے بخوبی ظاہر ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو تارک صلوٰۃ کی مغفرت فرمادیں گے اگر تارک صلوٰۃ کافر ہوتا تو کسی حال میں بھی اس کی مغفرت نہیں ہوسکتی، اس لئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہوتا بلکہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے اسی بناء پر اس باب میں اس مضمون کی جو حدیثیں موجود ہیں اور ان میں " فَقَدْ كَفَرَ اور فَقَدْ اَشْرَكَ" کے الفاظ ہیں ان کا ترجمہ کفر سے قریب پہنچ جانے اور شرک سے قریب پہنچ جانے سے کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مذہب حنفی میں تارک صلوٰۃ کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو زدوکوب کرکے قید میں رکھا جاتا ہے تا کہ وہ توبہ کرکے نماز کا عادی بن جائے۔ (اشعۃ اللمعات) 12۔

عمداً نماز ترک کرنا کافروں کا فعل ہے

28/849- انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے عمداً نماز چھوڑ دی تو وہ علانیہ کافروں کے جیسے فعل کا مرتکب ہوا۔ (اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

نماز ترک کرنے سے چھپا ہوا نفاق ظاہر ہوجاتا ہے

29/850- بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ عہد و پیمان جو ہمارے اور منافقوں کے درمیان ہے وہ نماز ہی کی وجہ سے باقی رہتا ہے، تو جس نے نماز ترک کردی اس کا کفر ظاہر ہوگیا اور وہ عہد و پیمان باقی نہ رہا۔ (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ منافقین نماز کے پڑھنے، جماعت میں حاضر ہونے اور اسلام کے ظاہری احکام کی تابعداری کرنے کی وجہ سے مسلمانوں سے مشابہت رکھتے ہیں، اسی لئے منافقین کو امن دیا جاتا ہے کہ ان کو قتل نہیں کیا جاتا اور ان پر احکامِ اسلام جاری ہوتے ہیں تو جس نے نماز جیسی عمدہ ترین عبادت چھوڑ دی تو اس کا کفر و نفاق ظاہر ہوگیا اور وہ جن رعایتوں کا مستحق تھا اس کا یہ استحقاق باقی نہ رہا۔ 12

تارکِ صلوٰۃ کی نسبت صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال

30/851- عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کسی گناہ کو بجز ترک صلوٰۃ کے کفر سے قریب نہیں سمجھتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اولاد کو نماز کے پابند بنانے کا حکم لڑکوں کو لڑکیوں سے علیحدہ سُلانے کا حکم

31/852- عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوجائیں تو نماز کا حکم کیا کرو اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو (نماز کی پابندی نہ کرنے پر) انہیں مار کر نماز کے پابند بناؤ اور ان کے سونے کی جگہ الگ الگ کردو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں بچوں کے درمیان بستروں کے جُدا کرنے کا جو ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب بچے دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو بھائی بہن کے بستر الگ الگ کردیے جائیں۔ (اشعة اللمعات اور مرقات۔)

(1/20) بَابُ الْمَوَاقِيْتِ

(یہ باب اوقات نماز کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ :''اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ''(سورۂ نساء، پ:5، ع:15، آیت نمبر:103 میں) ارشاد باری تعالیٰ ہے: یقیناً نماز مسلمانوں پر بقید وقت فرض ہے۔

وَقَوْلُهٗ :''وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۂ ھود، پ:12، ع:10، آیت نمبر:114)۔ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نماز کی پابندی کیجئے دن کے دونوں کناروں اور رات کی قریبی ساعتوں میں۔

ف: اس آیت کے الفاظ ''طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ'' ۔ سے پانچوں نمازوں کی طرف اس طرح اشارہ ہو رہا ہے کہ ''طَرَفَيِ النَّهَارِ ''(دن کے دونوں طرف میں) طرف اول سے نماز فجر اور طرف آخر سے مراد نماز ظہر اور عصر اور ''زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ'' (رات کی قریبی ساعتوں سے) نماز مغرب اور عشاء مراد ہے۔ (خازن۔)12

وَقَوْلُهٗ : '' اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ، اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا '' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: (سورۂ بنی اسرائیل، پ:15، ع:9، آیت نمبر:78 میں) (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) کی نمازیں پڑھا کرو اور صبح کی نماز بھی کیوں کہ صبح کی نماز فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے۔

وَقَوْلُهٗ :'' وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ

اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی ''ارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ طٰہٰ ، پ:16،ع:8،آیت نمبر:,130 میں) وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کیا کیجئے'' قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ '' آفتاب نکلنے سے پہلے (نماز فجر ادا کیا کیجئے)''وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا'' اور نیز آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے (نماز عصر پڑھا کیجئے) وَمِنْ اٰنـآئِ الَّیْلِ اور نیز رات کے وقتوں میں ''فَسَبِّحْ ''تسبیح کیا کیجئے (یعنی نماز مغرب وعشاء پڑھا کیجئے)'' وَاَطْـرَافَ النَّھَارِ'' اور دوپہر کے وقت (نماز ظہر ادا کیا کیجئے) ظہر کے وقت کو''اَطْـرَافَ النَّھَارِ ''اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ نماز ظہر کا وقت زوال پر موقوف ہے اور وقت زوال کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک طرف تو دن کے نصف اول کی انتہا ہے تو دوسری طرف یہ دن کے نصف آخر کی ابتداء ہے' گویا زوال کا وقت دن کے دونوں طرف کا جامع ہے اور اسی وجہ سے ظہر کے وقت کو'' وَاَطْـرَافَ النَّھَارِ '' سے تعبیر دی گئی ہے'' لَعَلَّکَ تَرْضٰی ''تا کہ آپ (اس عبادت کا صلہ پا کر) خوش ہو جائیں۔

وَقَوْلُہٗ :'' فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ، وَلَـہُ الْحَمْدُ فِی السَّـمٰـوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّـا وَّحِیْنَ تُـظْھِرُوْنَ '' (سورۂ روم،پ:21،ع:2،آیت نمبر:17/18 میں) ارشاد باری تعالیٰ ہے (اللہ کی تسبیح کیا کرو' شام کے وقت (یعنی نماز مغرب و عشاء پڑھا کرو) اور صبح کے وقت (یعنی نماز فجر) اور تمام آسمان اور زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے' اور دوسایہ کے بعد یعنی نماز عصر) اور ظہر کے وقت (یعنی نماز ظہر)

ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان

1/853- ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ان کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صحابی نے حدیث بیان کی کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اوقات نماز کے متعلق سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ نمازوں میں شریک رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی' پھر نماز ظہر ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی! پھر نماز عصر ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی' پھر نماز مغرب ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی پھر نماز عشاء ادا فرمائی اور اول وقت ادا فرمائی پھر دوسرے دن پانچوں نمازیں ادا فرمائیں اور ہر نماز کو اس کے آخر وقت ادا فرمائی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں دنوں کی میری نمازوں کو تم نے دیکھا ہے (اور تم کو ان دونوں دنوں کی ہر نماز کا اول وقت اور آخر وقت معلوم ہو گیا) تو ان دونوں دنوں کی ہر نماز کے اول وقت اور آخر وقت کے درمیان کا پورا وقت ہر نماز کا وقت ہے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر کے اول وقت کا بیان

2/854- ابن جریج رضی اللہ عنہ، سلیمان بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے شروع ہو جاتا ہے۔ (اس کی روایت عبدالرزاق نے مرسلاً کی ہے۔)

نمازِ ظہر کے اول وقت اور آخر وقت کا بیان

3/855- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: بیشک ہر نماز کے لئے ایک اول وقت ہے اور ایک آخر وقت اور نمازِ ظہر کا ابتدائی وقت یہ ہے کہ جب آفتاب ڈھل جائے اور نمازِ ظہر کا آخری وقت وہ ہے کہ جب وقت عصر آجائے ۔(اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

نمازِظہر کا وقت ایک سایہ کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور عصر کا وقت دوسایہ کے بعد شروع ہوتا ہے

4/856- عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ جو ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں ،ان سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وقت نماز کے متعلق دریافت کیا تھا تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں تم کو ظہر اور عصر کے نمازوں کا وقت بتلاتا ہوں ،نمازِ ظہر اس وقت پڑھو جب کہ تمہارا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے ایک مثل ہوجائے اور نمازِ عصر اس وقت ادا کرو جب کہ تمہارا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے دو مثل ہوجائے۔

(اس کی روایت امام مالک نے اسناد صحیح کے ساتھ کی ہے' اور عبدالرزاق نے بھی اسی طرح مرفوعاً کی ہے اور تمہید میں بھی عبداللہ بن رافع سے ہی مرفوعاً اسی طرح مروی ہے۔)

ف: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے الفاظ ''صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ'' نماز ظہر اس وقت پڑھو جب کہ تمہارا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) تمہارے ایک مثل ہوجائے۔ حدیث کے ان الفاظ سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ نماز ظہر کا شروع کرنا اس وقت بھی جائز ہے جبکہ کسی چیز کا سایہ اس کے سایۂ اصلی کو چھوڑ کر اس چیز کے ایک مثل کو پہنچ جائے اور یہ ایک واضح بات ہے کہ جب نماز ایک مثل پر شروع کی جائے گی تو باقی نماز ایک مثل کے بعد ہی ادا ہوگی ،اگر ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا ہے تو پھر یہ نماز جو ایک مثل کے بعد ادا ہورہی ہے اس کا شمار ادا میں ہوگا یا قضا میں؟ حدیث شریف سے تو یہی معلوم ہورہا ہے کہ ایک مثل کے بعد بھی ادا ہونے والی نماز کا شمار ادا میں ہوگا تو اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور یہی حنفی مذہب ہے۔

5/857- بخاری شریف کی ایک روایت میں مرفوعاً مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص سے فرمایا ''اَبْـرِدْ حَتّٰی سَاوٰی الظِّلُ التُّلُوْلَ '' (نمازظہر کو) ٹھنڈی کر کے پڑھو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوجائے (اور جب سایہ ٹیلوں کے برابر ہوجاتا ہے تو دو مثل ہوجاتا ہے' اور نمازظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے)۔ بخاری شریف کے ان مذکورہ الفاظ ''اَبْـرِدْ حَتّٰـی سَـاوٰی الظِّلُ التُّـلُـوْلَ '' سے دو چیزیں ثابت ہورہی ہیں (1) ایک تو یہ چیز کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے اور یہ لفظ ''اَبْـرِدْ '' (نمازظہر کو) ٹھنڈی کر کے پڑھو سے حاصل ہوا کیوں کہ ٹھنڈک ایک مثل کے بعد ہی شروع ہوتی ہے اور حدیث کے باقی الفاظ ''اَبْـرِدْ حَتّٰی سَاوٰی الظِّلُ التُّلُوْلَ '' (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوجائے) ان الفاظ سے (2) دوسری یہ چیز ثابت ہورہی ہے کہ نماز ظہر کا وقت سایہ ٹیلو کے برابر ہونے تک باقی رہتا ہے اور یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب کہ سایہ دو مثل کو پہنچ جائے تو اس سے ثابت ہوا کہ نماز ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہوجاتا ہے اور یہی حنفی مذہب ہے۔

ف: واضح ہو کہ مذکورہ فائدہ (1) میں نماز ظہر کے وقت کے بارے میں جو وضاحت کی گئی ہے وہ از راہ تحقیق ہے' اس لئے مناسب یہ ہے کہ شیخ الاسلام نے سراج میں جو لکھا ہے اسی پر عمل ہوا اور وہ یہ ہے کہ گو ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد بھی باقی رہتا ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ نماز ظہر کو ایک مثل سے پہلے ختم کردیں اور نماز عصر اس وقت تک نہ پڑھی جائے جب تک کہ دو مثل نہ ہوجائیں اس سے دونوں نمازیں بالاجماع اپنے اپنے وقت پر ادا ہوں گی یہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔

نمازِ عصر کا دو مثل پر پڑھانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے

6/858- جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جبکہ ہر چیز کا سایہ (سایۂ اصلی کو چھوڑ کر) دو مثل کو پہنچ گیا تھا۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ایسی سند کے ساتھ کی ہے جو قابل قبول ہے۔)

نمازِ عصر کا ابتدائی وقت دو مثل سے شروع ہونا اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے

7/859- ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری چھوٹی عمریں تم سے پیشتر کے امتوں کی عمروں کے مقابلہ میں اتنی ہیں جتنا وقت عصر سے لے کر غروب آفتاب تک ہوا کرتا ہے' اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے ساتھ) ایسی ہے کہ ایک شخص نے چند کام کرنے والوں کو کام میں اُجرت پر لگایا اور یہ کہا کہ کون میرا کام صبح سے دو پہر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر کرے گا ؟ تو یہود صبح سے دو پہر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر کام انجام دیتے رہے' پھر اس شخص نے کہا دو پہر سے لے کر نماز عصر تک ایک ایک قیراط اُجرت پر کون میرا کام کرے گا ؟ تو نصاریٰ دو پہر سے لے کر نماز عصر تک ایک ایک قیراط کی اُجرت پر کام کرتے رہے، پھر اس شخص نے کہا کہ کون میرا کام نماز عصر سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک دو دو قیراط کی اُجرت پر انجام دے گا ؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) خوب سن لو کہ تم ہی وہ لوگ ہو جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک عمل کرتے ہیں، پھر سن لو کہ تم ہی دوہرے اَجر کے مستحق ہوئے یہود و نصاریٰ اس پر ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم تو زیادہ عمل کریں اور اُجرت کم پائیں ؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے حق کے ادا کرنے میں تم پر کچھ ظلم کیا ہے ؟ یہود و نصاریٰ نے جواب دیا کہ نہیں ! پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو گنا اجر دینا میرا فضل ہے جس کو چاہوں دیدوں۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ہمارے علماء نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید میں استدلال کیا ہے کہ نماز عصر کا ابتدائی وقت اِس وقت ہوتا ہے جب کہ ہر شئے کا سایہ (سایہ اصلی چھوڑ کر) اس شئے کے دو مثل ہو جائے کیوں کہ اگر عصر کا وقت ایک مثل پر قرار دیا جائے تو ایک مثل سے غروب تک زیادہ مدت ہوتی ہے اور دو پہر سے ایک مثل تک تھوڑی مدت حالانکہ اس حدیث میں جو مثال دی

گئی ہے اس میں نصاریٰ کی مدت جو دوپہر سے عصر تک ہے اس کو زیادہ بتایا گیا ہے اور عصر سے مغرب تک کی مدت کو جو اس امت کی مدت ہے کم بتایا گیا ہے' اس طرح اس سے ثابت ہوا کہ عصر کا وقت دو مثل کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔12

نمازِ عصر کے آخری وقت کا بیان

8/860- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز عصر کا وقت اِس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک کہ آفتاب کا رنگ زرد نہ پڑ جائے اور آفتاب کا پہلا کنارہ ڈوب نہ جائے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

9/861- اور مسلم کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ نماز عصر کا وقت اُس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ آفتاب ڈوب نہ جائے۔

جو شخص فجر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب طلوع کیا' ایسے ہی عصر کی ایک رکعت پانے کے بعد آفتاب غروب ہوا' ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اس کی تحقیق

ف: اس حدیث میں نماز عصر کے آخری وقت کے بارے میں مسلم کی ایک روایت جو عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' یہ ہے: (وَقْتُ الْعَصْرِ مَالَمْ تَغْرُبِ الشَّمْسُ) نماز عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے (اور غروب ہوتے ہی ختم ہوجاتا ہے) اور نماز فجر کی ابتداء اور انتہا کے بارے میں امام احمد اور ترمذی کی یہ (2) حدیث مروی ہے:

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمْ: اِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْفَجْرِ حِیْنَ یَطْلُعُ الْفَجْرُ، وَ اِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْس“.

نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور نماز فجر کا آخری وقت طلوع آفتاب سے ختم ہوجاتا ہے اور وہ اوقات جن میں نمازوں کا پڑھنا ممنوع ہے۔

اس بارے میں بخاری و مسلم کی متفقہ ایک حدیث یہ ہے:

(3) ”عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :اِذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلوٰةَ حَتّٰى تَبْرُزَ ، وَاِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَدَعُوْا الصَّلوٰةَ حَتّٰى تَغِيْبَ، وَلَاتَحَيَّنُوْا لِصَلَاتِكُمْ طُلُوْعَ الشَّمْسِ وَلَاغُرُوْبَهَا فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَىْ الشَّيْطَانُ ''.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب آفتاب کا کنارہ ہونے سے کیا ہے) اور جب آفتاب کا کنارہ ڈوبنے لگے تو نماز عصر کو چھوڑ دؤ یہاں تک کہ آفتاب خوب ظاہر ہوجائے (اس کا اندازہ فقہاء نے سورج کے ایک نیزہ برابر طلوع ہونے سے کیا ہے) اور جب آفتاب کا کنارہ ڈوبنے لگے تو نماز عصر کو چھوڑ دو یہاں تک کہ پورا آفتاب ڈوب جائے اور آفتاب طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرو کیوں کہ آفتاب شیطان کے دوسینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔

ان تینوں حدیثوں نمبر (1,2,3) کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی حدیث کا مطالعہ کیا جائے جس کو بخاری اور مسلم نے بالاتفاق ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الصُّبْحَ، وَ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ''.

جوطلوع آفتاب سے پہلے نماز صبح کی ایک رکعت کو پائے تو وہ صبح کو پوری نماز پالیا' اور جو غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پالیا تو وہ عصر کی پوری نماز پالیا۔

اس حدیث سے واضح ہورہا ہے کہ جوطلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت اوراسی طرح غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اوراس نے باقی نماز طلوع یا غروب کے بعد ادا کرلی تو وہ فجر اور عصر کی پوری پوری نماز پالیا۔علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے '' مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً '' والی یہ حدیث اوراسی مضمون کی جو دوسری حدیث مروی ہے ان دونوں حدیثوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں مذکورالصدر تینوں حدیثوں سے تعارض کی بناء پر منسوخ ہیں کیوں کہ صدر کی تینوں حدیثیں متواتر ہیں' اور یہ دونوں متعارض حدیثیں اس درجہ کو نہیں پہنچیں،اس لئے یہ دونوں متعارض حدیثیں صدر کی تینو ں متواتر حدیثوں سے منسوخ ہیں،ان دونوں متعارض حدیثوں کے منسوخ ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان تینوں حدیثوں سے دو چیزیں ثابت ہورہی ہیں۔

(1) ایک یہ کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز ناجائز ہے اور (2) دوسرے یہ کہ فجر اور عصر کا وقت طلوع اور غروب تک رہتا ہے اس کے برخلاف ان دونوں متعارض حدیثوں سے معلوم ہورہا ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز جائز ہے اور دوسرے یہ کہ فجر اور عصر کا وقت طلوع اور غروب کے وقت باقی رہتا ہے جو صریح تعارض ہے، اس کے علاوہ ان دونوں متعارض حدیثوں کا منسوخ ہونا مسلم کی ایک اور حدیث ''صَلِّ الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَا'' (ہر نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا کرو) سے بھی ثابت ہوتا ہے کیوں کہ ان دونوں متعارض حدیثوں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ نماز اپنے وقت سے متجاوز ہوکر ادا ہورہی ہے اور یہ مسلم کی اس روایت کے صریحاً خلاف ہے۔

علاوہ ازیں کتاب اللہ کی آیت ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا'' (یقیناً نماز مسلمانوں پر بقید وقت فرض ہے) (سورۂ نساء، پ:5، ع:15، آیت نمبر:103)

یہ آیت بھی ان دونوں متعارض حدیثوں کے منسوخ ہونے پر قوی حجت ہے کیونکہ ان دونوں متعارض حدیثوں سے غیر وقت میں نماز ادا کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اس کے برخلاف آیت مذکورہ سے صرف یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ نماز کو اس کے وقت پر ہی ادا کیا جائے۔

واضح ہو کہ صدر کی تینوں حدیثیں جو عبداللہ بن عمرو بن العاص، ابو ہریرہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، ان تینوں حدیثوں سے ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں متعارض ہورہی تھیں، اس تعارض کو علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس طرح دور فرمایا کہ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں منسوخ ہیں، اس کی تفصیلی بحث ابھی سطور بالا میں آپ کی نظر سے گذر چکی ہے، اب ذیل میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس تعارض کو جس طرح دور فرمایا ہے اس کو سنئے:۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً'' والی دونوں حدیثیں اُن لوگوں کے بارے میں نہیں ہیں جنھوں نے فجر کی یا عصر کی نماز دیر کرکے ادا کی ہو یہاں تک کہ ایک رکعت کے ادا کرنے کے بعد طلوع یا غروب ہوگیا اور انہوں نے باقی نماز طلوع یا غروب کے بعد ادا کی ہو بلکہ یہ دونوں حدیثیں واجب العمل ہیں اور منسوخ نہیں ہیں اور ان دونوں حدیثوں کا حکم اس قسم کے لوگوں سے متعلق ہے جیسے نابالغ لڑکے جو آفتاب کے طلوع یا غروب سے پہلے ایسے وقت میں بالغ ہوں کہ ان کو طلوع یا غروب سے پہلے صرف اتنا وقت مل گیا جس میں ایک رکعت ادا کی جاسکتی ہے تو ایسے وقت

میں بالغ ہونے والے لڑکے پر اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور اس نماز کی قضاء اس پر لازم ہوگی،نماز کے واجب ہوجانے کا سبب نماز کے وقت کا ٹل جانا ہے اگر چہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اور یہاں بالغ ہونے والے لڑکے کو تھوڑا وقت مل گیا ہے اس لئے اس پر نماز واجب ہوگئی ایسا ہی ''مَــــنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی دونوں حدیثیں اُن حیض والی عورتوں کے بارے میں ہیں جو طلوع یا غروب سے پہلے پاک ہوجائیں اور ان کو طلوع یا غروب سے پہلے اتنا وقت مل گیا جس میں ایک رکعت ادا کی جاسکتی ہے تو ان پر بھی اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گی۔اور بالکل اسی طرح ''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' والی دونوں حدیثیں اُن نو مسلموں سے بھی متعلق ہیں جو طلوع یا غروب سے پہلے اسلام قبول کرلیں اور طلوع یا غروب سے پہلے اسلام لانے کے بعد ان کو اتنا وقت مل گیا کہ اس میں ایک رکعت ادا ہوسکتی ہے تو اِن پر بھی اس وقت کی نماز فرض ہوجائے گی اور وہ اس نماز کی قضاء کریں گے۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ حدیث میں لفظ ''اَدْرَکَ'' مذکور ہے جس کے معنے پانے کے ہیں نہ کہ نماز پڑھنے کے' اگر طلوع یا غروب سے پہلے ایک رکعت نماز پڑھ لینے سے طلوع یا غروب کے بعد باقی نماز کا پڑھنا جائز ہوتا اور یہ نماز ادا نماز میں محسوب ہوتی تو ''مَــــنْ اَدْرَکَ'' کی بجائے'' ''مَــــنْ صَلَّی'' جو نماز پڑھا ارشاد ہوتا، یہاں بجائے ''مَنْ صَلَّی'' کے ارشاد ہوا ہے''مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً'' (جس نے ایک رکعت پالی) یعنی جس نے ایک رکعت کا وقت پالیا تو ایسا شخص جو ایسے وقت میں ایک رکعت پالیا ہو وہ پوری نماز کا پانے والا سمجھا جائے گا اور اس پر اس وقت کی نماز واجب ہوجائے گی اور وہ شخص اس نماز کی قضا کرے گا۔12

نمازِ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے

10/862-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مغرب کا ابتدائی وقت وہ ہے جب سورج غروب ہوجائے (اور مغرب کے آخری وقت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے''حِیْــنَ یَغِیْــبُ الْاُفُقُ ''یعنی)مغرب کا آخری وقت وہ ہے جب کنارۂ آسمان سیاہی پھیلنے کی وجہ سے نظر نہ آئے ۔(یعنی سفید شفق غائب ہوجائے۔) (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

11/863-اورطبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ پھر مغرب کی اذاں غروب آفتاب کے وقت دی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع فرمائی اور طویل قرأت سے نماز میں اس قدر تاخیر فرمائی یہاں تک کہ دن کی سفیدی (یعنی سفید شفق) قریب تھا کہ غائب ہوجائے ،(اس سے معلوم ہوا کہ مغرب کا آخری وقت سفید شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے،اگر مغرب کا آخری وقت سرخ شفق کے غائب ہونے تک ہی قرار دیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب کا جو حصہ سرخ شفق کے بعد ادا فرمایا ہے وہ وقت کے بعد ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔)(ہیثمی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔)

مغرب کے اول وقت کا بیان

12/864- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب اس وقت پڑھا کرتے تھے جب کہ آفتاب ڈوب جایا کرتا تھا۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب کے ابتدائی وقت کا بیان

13/865-سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب غروب آفتاب کے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب کے آخر وقت کا بیان

14/866- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کا وقت شفق کے پھیلاؤ کے ختم ہونے تک رہتا ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کا ابتدائی وقت سفید شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے

15/867-انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں عشاء کی نماز کب پڑھوں؟ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز عشاء اُس وقت پڑھا کرو) جب آسمان کے کناروں میں سیاہی پھیل جائے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

16/868-اور ابوداؤد کی ایک روایت میں مرفوعاً مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء اُس وقت ادا فرماتے جب افق یعنی کنارۂ آسمان میں سیاہی دکھائی دیا کرتی۔ اِس حدیث کو ابن خزیمہ اور دیگر محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

ف: ''کِتَـابُ الِاخْتِیَـار'' میں لکھا ہے کہ شفق سے مراد سفید شفق ہے اس سے معلوم ہوا کہ سپیدی ختم ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور سپیدی ختم ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق، معاذ بن جبل اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے اور صاحب ردالمحتار کہتے ہیں کہ اس کی روایت عبدالرزاق نے ابو ہریرہ اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما سے بھی کی ہے۔ اِسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شفق سے سفید شفق مراد لی ہے۔ البتہ شفق سے سرخ شفق مراد ہونے کی روایت بیہقی نے صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کی ہے اور اس حدیث کی پوری روایت بیہقی میں موجود ہے اور اس لئے صاحبین نے شفق سے سرخ شفق مراد لیا ہے۔

''هِـــدایة'' وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب احادیث وآثار میں تعارض پیدا ہو گیا کہ شفق سے کیا مراد لیں؟ شفق کے بارے میں کسی حدیث سے سفیدی اور کسی حدیث سے سرخی معلوم ہوتی ہے تو شک پیدا ہو گیا اس لئے اِس شک کی وجہ سے سرخ شفق کے غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم نہیں ہوگا۔ علامہ قاسم نے فرمایا ہے کہ اس سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول صحیح ترین قول ہے اور ''بحرالرائق'' نے اِسی کو اختیار کیا ہے، لیکن اس زمانہ میں اکثر ممالک میں لوگوں کا تعامل صاحبین کے قول پر ہو چلا ہے۔

نہر نے نقایہ، وقایہ، درہ، الاصلاح، دررالبحار، الامداد، المواہب اور اس کی شرح البرہان نے

بھی ان ساری کتابوں کے حوالے سے صاحبین کے قول کی تائید کی ہے اوران سب نے صراحت کی ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہی ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کرنے میں سہولت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کرنے میں احتیاط ہے' یہ پورا مضمون ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔ عمدۃ الرعایہ میں لکھا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ سے اولیٰ یہ ہے کہ نمازِ مغرب سرخ شفق تک ادا کرلی جائے اور نماز عشاء سفید شفق کے ختم ہونے کے بعد شروع کی جائے تا کہ ہر دو نمازیں مغرب اور عشاء بالاتفاق اپنے اپنے وقت پر ادا ہو جائیں۔12

نمازِ عشاء کے ابتدائی وقت کا بیان

17/869- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عشاء کا ابتدائی وقت اس وقت سے شروع ہوجاتا ہے جبکہ کنارۂ آسمان سیاہی پھیلنے سے نظر نہ آئے۔ (اس کی روایت ترمذی اور امام احمد نے کی ہے۔)

سفید شفق کے بعد سیاہی پھیلنے سے عشاء کا ابتدائی وقت شروع ہوتا ہے

18/870- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا' نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عشاء کا وقت اس وقت ہوتا ہے کہ رات کی تاریکی روئے زمین پر پھیل جائے۔ (اس کا حاصل یہ ہے کہ سفید شفق غائب ہوجائے)۔

(اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

نماز عشاء کے آخری وقت کا بیان

19/871- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز عشاء میں اتنی تاخیر فرمائی کہ رات ختم ہونے کے قریب تھی اور مسجد کے نمازی سو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور نمازِ عشاء ادا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ بے شک رات کا آخری حصہ بھی نمازِ عشاء کا وقت ہے' اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اسی

وقت نمازِ عشاء پڑھنے کا حکم دیتا۔ (اس کی روایت امام طحاوی، نسائی اور مسلم نے کی ہے۔) (یہ ترجمہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی بنایۃ شرح ہدایۃ سے ماخوذ ہے۔12)۔

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الآثار میں اس مقام پر ایک بڑی اچھی بات لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان جملہ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نماز عشاء کا آخری وقت صبح صادق کے طلوع ہونے تک رہتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء کی ادائی میں ایک تہائی شب تک تاخیر فرمائی ہے اور ابو ہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں نصف نصف شب تک تاخیر فرمائی ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء میں اُس وقت تک تاخیر فرمائی کہ رات کا دو تہائی حصہ گذر چکا تھا اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء میں تاخیر فرمائی، یہاں تک کہ رات ختم ہونے کے قریب تھی۔ یہ تمام روایتیں صحیح میں مذکور ہیں۔ اس بناء پر امام طحاوی نے وضاحت کی ہے کہ ان احادیث کی روشنی میں یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ پوری رات نماز عشاء کا وقت ہے۔ اس کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ہدایۃ کی شرح میں ذکر کیا ہے۔

تمام رات عشاء کا وقت ہے

20/872- نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام یہ حکم نامہ روانہ فرمایا کہ نماز عشاء رات کے جس حصہ میں چاہیں پڑھئے اور اس نماز کو غفلت کر کے قضاء نہ ہونے دیجئے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

نمازِ عشاء کا وقت صبحِ صادق طلوع کرنے سے ختم ہو جاتا ہے

21/873- عبید بن جریج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ نماز عشاء میں افراط کرنا (یعنی اس قدر تاخیر کرنا جو نا جائز ہے) کیا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نمازِ عشاء میں اتنی تاخیر کرنا کہ صبح صادق طلوع ہوجائے افراط اور نا جائز ہے۔ (اس لئے کہ صبح صادق کے طلوع ہونے سے نماز عشاء کا وقت باقی نہیں رہا۔)

اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔)

صبحِ صادق اور صبحِ کاذب کا بیان

22/874- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح دو 2 ہیں (1) ایک صبح کاذب اور (2) دوسری صبح صادق) صبح کاذب وہ صبح ہے جس کی روشنی بھیڑیئے کے دُم کی طرح مشرق سے مغرب کی طرف دراز ہوتی ہے (اس کے بعد پھر سیاہی آجاتی ہے اس میں نماز فجر جائز نہیں ہے لیکن سحری کھانا جائز ہے' اور صبح صادق وہ صبح ہے جس کی روشنی میں آسمان کے کناروں جنوب و شمال کی طرف پھیلتی ہے۔ (اس کے بعد سیاہی نہیں آتی بلکہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے) اس میں نماز صبح جائز ہے اور سحری کھانا ممنوع ہوجاتا ہے۔

(اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور مسلم کی ایک روایت بھی اسی طرح ہے۔)

نمازِ فجر کا ابتدائی وقت اور اس کا آخری وقت

23/875- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور سورج طلوع ہونے پر اس کا وقت ختم ہوجاتا ہے۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

نمازِ وتر کا وقت

24/876-ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز وتر رات میں پڑھی جاتی ہے۔(یعنی یہ رات کی نماز ہے۔)

(اس کی روایت امام احمد اور ابویعلیٰ نے کی ہے۔)

نماز وتر کے واجب ہونے کا ثبوت اور اسکا ابتدائی اور آخری وقت

25/877-معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے میری (امت کیلئے) ایک اور نماز زیادہ فرمادی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے اور اس کا وقت نماز عشاء اور طلوع فجر کے درمیان ہے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

تمام رات' نمازِ وتر کا وقت ہے!

26/878-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،آپ فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ہر حصہ میں نمازِ وتر ادا فرمائے ہیں اوّلِ شب میں' وسط شب میں اور آخر شب میں اور آپ کے وتر کی ادائی سحر کے وقت تک بھی پہنچی ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

نمازِ وتر کا آخری وقت

27/879-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صبح صادق طلوع ہوجائے تو رات کی نماز اور وتر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اس لئے تم نماز وتر کو صبح صادق سے پہلے پڑھ لیا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

صبحِ صادق کے بعد نمازِ وتر کا وقت باقی نہیں رہتا

28/880- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے وتر کے ادا کرنے میں جلدی کرو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

(2/21) بَابُ تَأخِيرِ الصَّلَوَاتِ وَ تَعْجِيْلِهَا

(بعض نمازوں کوتاخیر کر کے مستحب وقت میں اور بعض نمازوں کوجلدی کر کے اولِ وقت پڑھنے کی فضیلت کا باب)

نمازِظہر کا مستحب وقت

1/881- خالد بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے امیر نے نماز جمعہ پڑھانے کے بعد انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ظہر پڑھا کرتے تھے؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سخت سردی کا موسم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر میں تعجیل فرماتے تھے اور جب گرمی سخت ہوجاتی تو نماز ظہر ٹھنڈے وقت ادا فرماتے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِظہر کا مستحب وقت

2/882- انس بن مالک اور ابومسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں نمازِظہر جلد ادا فرمایا کرتے اور گرما میں نماز ظہر میں تاخیر فرمایا کرتے تھے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِظہر کا وقتِ مستحب

3/883- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موسم گرما ہوتا تو نماز ظہر کو ٹھنڈے وقت ادا فرمایا کرتے اور جب جب سردی کا موسم ہوتا تو جلدی ادا فرمایا کرتے تھے۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں' اور سب صحیح کے راوی ہیں۔)

ف: ملاعلی قاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نماز ظہر کے بارے میں متعارض حدیثیں وارد ہوئی ہیں بعض حدیثوں سے بلاقید موسم تعجیل ثابت ہوتی ہے اور بعض احادیث سے بلاقید موسم تاخیر' اور یہ تعارض اس باب کی حدیثوں سے اس طرح دور ہوجاتا ہے کہ جن حدیثوں میں تعجیل ظہر مذکور ہے وہ موسم سرما سے متعلق ہیں اور جن حدیثوں میں تاخیر ظہر مذکور ہے وہ موسم گرما سے متعلق ہیں' اور جن حدیثوں سے موسم گرما میں بھی تعجیل ظہر ثابت ہے ایسی حدیثوں کے متعلق بیہقی کا قول ہے کہ ایسی حدیثیں منسوخ ہیں۔12

نماز ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کی وجہ

4/884- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شدت کی گرمی ہوتو نمازِ ظہر (یہ ترجمہ بخاری کی روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے جو ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں نمازِ ظہر کی صراحت ہے۔12) کو ٹھنڈے وقت پڑھو!۔

5/885- کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے جہنم نے اپنے پروردگار سے شکایت کی اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرے بعض نے بعض کو کھالیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دو دفعہ سانس لینے کی اجازت دی (1) ایک سانس سرما میں اور (2) دوسری گرما میں' اسی وجہ سے تم سخت سے سخت گرمی محسوس کرتے ہو اور سخت سے سخت سردی پاتے ہو۔(جو' انہی دونوں سانسوں کا اثر ہے)۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

6/886- اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ گرمی کی شدت جس کو تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کی گرم سانس کی وجہ سے ہوتی ہے اور سخت سردی جس کو تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے طبقہ زمہریر کی ٹھنڈی سانس کی وجہ سے ہوا کرتی ہے۔

نمازِ ظہر ٹھنڈے وقت پڑھنے کا بیان

7/887- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جب گرمی کا موسم ہوتو نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو کیوں کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

گرمیوں میں نماز ظہر کو اول وقت ادا کرنے کا حکم منسوخ ہے

8/888- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز ظہر دو پہر ڈھلنے یعنی ابتدائی وقت میں پڑھائی اور ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے' اس لئے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے) اور امام طحاوی نے کہا ہے کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نماز ظہر تاخیر کر کے ٹھنڈے وقت پڑھیں اور یہ حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دیا کہ آپ اس حکم کے دینے سے پہلے نماز ظہر کو گرمی میں ابتدائی وقت ادا فرمایا کرتے تھے، اس سے یہ ثابت ہوا کہ سخت گرمی میں نماز ظہر کا ابتدائی وقت میں پڑھا جانا منسوخ ہو گیا اور نماز ظہر کو گرمی میں تاخیر کر کے ٹھنڈے وقت پڑھنا واجب ہو گیا۔

نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے کسی موقع سے خاص نہیں

9/889- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے' موذن نے اذاں دینے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن سے ارشاد فرمایا کہ دھوپ میں ٹھنڈک آنے دو' تھوڑی دیر کے بعد ارادہ کیا کہ اذان دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان سے فرمایا کہ دھوپ میں ٹھنڈک آنے دو، یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے ایک مثل ہو گیا (حدیث شریف کے الفاظ ''حَتّٰی سَاوَی الظِّلُّ التُّلُوْلَ'' (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے ایک مثل ہو گیا ہے) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل کے اور بھی باقی رہتا ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ اشیاء منبسطہ (یعنی چیزیں جو پھیلی ہوئی ہوں جیسے ٹیلہ وغیرہ) کا سایہ جب

ایک مثل ہوتا ہے تو اشیاء مُنْتَصِبَہ (یعنی ایسی چیزیں جو کھڑی ہوئی ہوں جیسے لاٹھی وغیرہ) کا سایہ دو مثل کے قریب پہنچ جاتا ہے۔(ماخوذ از اعلاء السنن ۔)(12) (یعنی عام چیزوں کا سایہ ان کے دو مثل کے قریب پہنچا اور اس وقت ظہر ادا کی گئی) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ ظہر گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پڑھنے کا حکم مطلق ہے جو کسی موقع سے خاص نہیں'

اس پر دوسری حدیث

10/890-ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کی ایک منزل میں فروکش ہوئے تھے تو بلال رضی اللہ عنہ اذان دینا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر جاؤ اے بلال! پھر انہوں نے تھوڑی دیر کے بعد ارادہ کیا کہ اذان دیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ٹھہر جاؤ اے بلال! یہاں تک کہ ہم کو ٹیلوں کا سایہ دکھائی دینے لگا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہوتی ہے اس لئے تم ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھا کرو جبکہ گرمی کا موسم سخت ہو جائے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: ترمذی نے وضاحت کی ہے کہ جن ائمہ نے (جیسے امام اعظم، امام احمد اور ابن مبارک وغیرہم رحمہم اللہ) نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ سخت گرمی میں نماز ظہر میں تاخیر کی جائے' یہ قول پیروی کیلئے مُــرَجَّح اور اولـیٰ ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے جو مسلک اختیار کیا ہے کہ گرمی کے موسم میں تاخیر ظہر کی رخصت ان لوگوں کیلئے ہے جو دور سے آتے ہیں اس لئے ان کی مشقت دور کرنے کیلئے تاخیر کا حکم دیا گیا حالانکہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کی تائید نہیں کرتا کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جس مسلک کو اختیار کیا ہے اگر وہ درست ہوتا تو سفر کی حالت میں ابراد (یعنی ٹھنڈے وقت میں) نماز ظہر پڑھنا ایک بے معنی بات ہو جاتی، کیوں کہ نماز ادا

کرنے والے حالت سفر میں تھے اور ایک جگہ جمع تھے اوران کو اس بات کی ضرورت نہیں تھی کہ دور سے آ کر اکٹھے ہوں۔(یہ پورا مضمون ترمذی میں مذکور ہے۔)

نمازِ عصر تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے

11/891- عبدالواحد بن نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں کوفہ کی مسجد میں داخل ہوا تو موذن نے عصر کی اذان دی (وہاں) ایک سِن رسیدہ بزرگ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے موذن کو ملامت کی اور کہا کہ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے کہ یہ نماز (عصر) تاخیر سے پڑھی جائے،یہ سن کر میں نے ان بزرگ کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ یہ عبداللہ بن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما ہیں(ان کے والد رافع بن خدیج جلیل القدر صحابی ہیں)۔(اس کی روایت دار قطنی اور بیہقی نے کی ہے)۔

نمازِ عصر میں اس قدر تاخیر مستحب ہے کہ آفتاب زرد نہ ہو جائے

12/892- عبدالرحمٰن بن علی بن شیبان رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ آفتاب صاف اور روشن رہتا۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

عصر کی نماز میں دیر کرنا سنت ہے

13/893- ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے' آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں تم لوگوں سے زیادہ جلدی فرماتے تھے اور تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عصر کی نماز میں جلدی کرتے ہو۔(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے اور اس حدیث کی سند صحیح ہے اور اس حدیث کے راوی صحیح کی شرط کے موافق ہیں۔)

نمازِ عصر دیر سے پڑھنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی بھی سنت ہے

14/894- زیاد بن عبداللہ نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے موذن نے آ کر الصلوٰۃ کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! وہ بیٹھ گئے۔ دوسری دفعہ پھر موذن نے الصلوٰۃ کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ! اور علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کتّا ہم کو نماز سکھا رہا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور ہمیں نماز عصر پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد ہم پلٹ کر اسی جگہ پہنچے جہاں ہم پہلے بیٹھے ہوئے تھے اور ہم گھٹنے ٹیک کر آفتاب کے ڈوبنے کو دیکھنے لگے۔

(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اگر چہ کہ انہوں نے اس کی روایت نہیں کی ہے اور حدیث کی روایت دارقطنی نے بھی اسی طرح کی ہے۔)

نمازِ عصر دو مثل کے بعد پڑھنے کا بیان

15/895- عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک نماز جنازہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک تھے انہوں نے نماز عصر ادا نہیں کی اور ساکت رہے یہاں تک کہ ہم ان کو بار بار متوجہ کرتے رہے اس پر بھی انہوں نے نمازِ عصر اس وقت تک ادا نہیں کی جب تک ہم نے مدینہ منورہ کے سب سے اونچے پہاڑ کی پر آفتاب کو نہیں دیکھ لیا۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر دیر سے پڑھنا تابعین کی بھی سنت ہے

16/896- حماد رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی نے کہا کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو دیکھا ہے کہ وہ نمازِ عصر کو آخری وقت میں ادا کیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کتاب الحجج میں کی ہے۔)

عصر کا نام عصر رکھنے کی وجہ

17/897-ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عصر کا نام اس لئے عصر رکھا گیا ہے کہ عصر کی نماز اس وقت ادا کی جاتی ہے جب کہ آفتاب نچوڑا جارہا ہو (یعنی آفتاب میں ایسی تمازت نہیں رہتی جیسی کہ ایک مثل کے وقت رہتی ہے' اس سے ثابت ہوا کہ عصر کی نماز دو مثل پر ہی ہوا کرتی تھی۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

آفتاب کے زرد پڑ جانے سے عصر کا مکروہ وقت شروع ہوتا ہے

18/898-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہوتی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے یہاں تک کہ سورج جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان پہنچ جائے (یعنی زرد پڑ جائے) تو اس وقت اٹھ کر (مرغ کی طرح) چار ٹھونگ مارلے جن میں اللہ تعالٰی کا ذکر کم کرنے کا (موقع) ملے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ابر کے دنوں کی نمازِ عصر کا بیان

19/899- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب دن ابر آلود ہو تو نماز عصر ابتدائی وقت پڑھ لیا کرو' (اس لئے کہ ابر کی وجہ سے تمہیں وقت کا صحیح اندازہ نہ ہوگا اور نماز ترک ہو جائیگی) اور (یہ معلوم ہے کہ) جو نماز عصر (کسی کام کی وجہ سے) ترک کر دیتا ہے تو (اس کام سے) برکت مٹا دی جاتی ہے۔(ابر کی وجہ سے بھی اگر تمہاری نماز ترک ہو جائے گی تو تمہارے اس وقت کے کام سے برکت مٹا دی جائے گی۔) (اس کی روایت امام احمد، ابن ماجہ اور ابن حِبّان نے کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید

20/900- مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب جہاد کی غرض سے تشریف لائے تو اس زمانہ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ حاکم مصر تھے، امیر مصر عقبہ نے نماز مغرب میں کچھ دیر کی تو ابوایوب رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمایا کہ اے عقبہ! یہ کیسی نماز ہے؟ عقبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم (حکومت کے) کاموں میں مشغول تھے (اور یہ بھی عبادت ہے، اس وجہ سے دیر ہوگئی) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کو نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت ہمیشہ بھلائی پر رہے گی یا یوں فرمایا کہ میری امت اسلام کی اصلی حالت پر رہے گی جب تک کہ نمازِ مغرب کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر نہ کرے کہ ستارے چمکنے لگیں۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث

21/901- ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ مغرب کو غروب آفتاب کے ساتھ ہی پڑھا کرو اور اس کی ابتداء تاروں کے نکلنے سے پہلے کیا کرو۔(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر تیسری حدیث

22/902- ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ مغرب کی ابتداء تارے نکلنے سے پہلے کیا کرو۔(اس کی روایت امام احمد اور دارقطنی نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر چوتھی حدیث

23/903- ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز مغرب تارے نکلنے سے پہلے اس وقت پڑھا کرو جب روزے دار کے افطار کا وقت آجاتا ہے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

نمازِ مغرب اول وقت پڑھنے کی تاکید پر پانچویں حدیث

24/904- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ مغرب پڑھا کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص نماز کے بعد واپس ہوتا (تو ایسی روشنی میں واپس ہوتا تھا) کہ اس کو اپنے تیر کا نشانہ دکھائی دیتا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ابر کے دنوں میں احتیاط یہ ہے کہ نماز مغرب کچھ دیر سے پڑھے

25/905- عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابر کے دنوں میں دن کی نمازیں جلدی پڑھا کرو اور مغرب کی نماز میں دیر کیا کرو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں کی ہے عزیزی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی ہے باوجودیکہ یہ مرسل ہے اور جامع صغیر نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔)

نمازِ عشاء کا مستحب وقت

26/906- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں انہیں یہ حکم دیتا کہ وہ نمازِ عشاء میں تہائی شب یا آدھی رات تک تاخیر کریں۔

(اس کی روایت امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

27/907-ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نمازِ عشاء کو (سفید) شفق غائب ہونے کے بعد سے رات کے پہلی تہائی تک پڑھ لیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر تیسری حدیث

28/908-نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اس نماز یعنی نمازِ عشاء کے وقت سے بخوبی واقف ہوں نمازِ عشاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری تاریخ کا چاند ڈوبنے کے وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث

29/909- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم ایک رات عشاء کی نماز کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیر تک انتظار کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت باہر تشریف لائے جب کہ رات کا ایک تہائی حصہ گذر چکا تھا یا اس کے بعد تشریف لائے۔ معلوم نہیں کہ تشریف آوری میں کیا چیز مانع تھی؟ کوئی خانگی ضرورت تھی یا کچھ اور؟ بہرحال تشریف لاکر ارشاد فرمایا تم لوگ ایک ایسی نماز کا انتظار کررہے ہو کہ تمہارے علاوہ دیگر مذاہب والوں میں سے کوئی اس وقت نماز کے انتظار میں نہیں ہے۔ اگر میری امت پر بار نہ گذرتا تو میں ان کو اسی وقت اس نماز کو پڑھایا کرتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موذن کو حکم دیا تو موذن نے نماز کی تکبیر کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث

30/910- جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچوں نمازوں کو (اوقات کے لحاظ سے) تقریباً تمہاری نمازوں کی طرح ادا فرمایا کرتے تھے اور عشاء کی نماز میں تمہاری نماز کے وقت سے کچھ تاخیر فرمایا کرتے اور نمازوں کو (قرأت کے اعتبار سے) ہلکی پڑھایا کرتے تھے (نہ کہ ارکان کے اعتبار سے)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث

31/911- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء پڑھنے کے ارادے سے جمع ہوئے، آپ باہر تشریف نہیں لائے یہاں تک کہ تقریباً نصف شب گذر گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو تو ہم اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اس وقت نماز پڑھ چکے ہیں اور اپنی اپنی خوابگاہوں میں آرام کر رہے ہیں اور تم جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو اس وقت سے نماز ہی میں ہو (اور تم کو برابر نماز کا ثواب مل رہا ہے) اور اگر ضعیف کے ضعف کا اور بیمار کی بیماری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس نماز میں نصف شب تک تاخیر کرتا۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء ترک کرنے والے کی وعید

32/912- عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ عشاء سے غافل ہو کر سو گیا اس طرح کہ اس کا وقت گذر جائے تو خدا کرے اس کو نیند نہ آئے۔ (اس کی روایت ابن عسا کر نے مرسلاً کی ہے۔)

افق میں سپیدی پھیلنے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے

33/913- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر روشنی پھیلنے پر پڑھو کیوں کہ یہ بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

34/914- رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر روشنی میں ادا کرو کیوں کہ یہ بڑے اجر کا باعث ہے۔

(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نماز، فجر کے مستحب وقت پر تیسری حدیث

35/915- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نمازِ فجر سپیدی پھیلنے پر ادا کرو اس سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے۔

(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر چوتھی حدیث

36/916- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! صبح کی نماز سپیدی پھیلنے پر پڑھو، یہ تمہارے لئے خیر ہے۔

(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر پانچویں حدیث

37/917-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو اور اس کے دل کو روشن کر دیتے ہیں اور اس کی نماز قبول فرمالیتے ہیں۔(اس کی روایت دیلمی نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر چھٹی حدیث

38/918-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت فطرت اسلام یعنی اسلام کی اصلی حالت پر اس وقت تک قائم رہے گی جب تک وہ فجر کی نماز روشنی پھیلنے پر ادا کرتی رہے۔

(اس کی روایت بزار نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الاوسط میں کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر ساتویں حدیث

39/919-رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز صبح کو اس قدر روشنی پھیلنے پر ادا کرو کہ لوگ اپنے تیروں کے نشانوں کو دیکھ سکیں۔(اس کی روایت طیالسی نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر آٹھویں حدیث

40/920-رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کی نماز ادا کرنے میں اس قدر روشنی آنے دو کہ لوگ اپنے تیروں کے نشانوں کو دیکھ سکیں۔(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

نمازِ فجر کے مستحب وقت پر نویں حدیث

41/921- عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں اس کے نام کی طرح تاخیر فرماتے تھے۔(فجر کے معنی یہ ہیں کہ تاریکی پھٹ کر سپیدی پھیلنے لگے۔)(اس کی روایت طحاوی نے سند صحیح کے ساتھ کی ہے۔)

نماز فجر کے مستحب وقت پر دسویں حدیث

42/922- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا اتفاق کسی چیز پر اس طرح نہیں ہوا جیسا کہ نمازِ فجر کے خوب روشنی میں ادا کرنے پر ہوا ہے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: مذکورۂ بالا حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازِ فجر اِسفار یعنی سپیدی میں ادا کی جائے اس بارے میں یہ واضح رہے کہ نمازِ فجر کے ادا کرنے میں اس قدر تاخیر نہ ہو کہ طلوع آفتاب کا شک ہونے لگے بلکہ نمازِ فجر کو اِسفار یعنی ایسی سپیدی میں ادا کرنا مستحب ہے کہ بہ ترتیل کم وبیش چالیس آیتوں کے ساتھ نماز ختم ہونے پر اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو دوسری مرتبہ نماز فجر کا اعادہ اسی طرح کیا جا سکے جیسے کہ پہلی مرتبہ ادا کیا تھا۔(ملتقی الابحر)۔

عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کا مستحب وقت

43/923- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ ہمیشہ ہر نماز اس کے مستحب وقت پر ادا فرمایا کرتے تھے(البتہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ حج کے موقع پر دو نمازیں مغرب اور فجر ان کے مستحب وقت سے ہٹا کر اس طرح ادا فرمائی ہیں کہ مزدلفہ میں نماز مغرب کو(اس کے مستحب وقت سے ہٹا کر) عشاء کے ساتھ ادا فرمایا اور(اسی طرح) نماز فجر کو اس کے مستحب وقت (اسفار) سے ہٹا کر غلس یعنی

تاریکی میں ادا فرمائی۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عرفات کی مغرب اور مزدلفہ کی فجر کے مستحب وقت پر دوسری حدیث

44/924- ابو اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حج کو تشریف لائے مجھے علقمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ رہوں مزدلفہ کی رات (جب دسویں ذی الحجہ کی) صبح صادق طلوع ہونے لگی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اقامت کہو! میں نے عرض کیا: اے ابو عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ)! میں نے کبھی آپ کو اس طرح تاریکی میں نماز فجر ادا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی اس دن کی نماز فجر کو اس جگہ ایسے وقت ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو نمازیں ہیں جو اپنے مستحب وقت سے ہٹا کر ادا کی جاتی ہیں ایک تو مغرب کی نماز ہے جو اپنے مستحب وقت سے ہٹا کر (عشاء کے ساتھ) اس وقت پڑھی جاتی ہے جب لوگ (عرفات سے) مزدلفہ کو پہنچ جاتے ہیں اور دوسری نمازِ فجر ہے جو صبح صادق ہوتے ہی تاریکی میں پڑھی جاتی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ادا فرماتے ہوئے دیکھا ہے ۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نمازِ وتر کا مستحب وقت ایک لحاظ سے

45/925- ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری رات کی آخری نماز وتر کو قرار دو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

ف: اس حدیث میں جو ارشاد ہوا ہے کہ رات کی نمازوں میں آخری نماز وتر ہونی چاہئے تو

واضح رہے کہ یہ حکم مستحب ہے اس لئے وتر کے بعد اگر کوئی نماز ادا کرنا چاہے تو ادا کر سکتے ہیں کیوں کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات) 12۔

نماز وتر کا مستحب وقت دوسرے لحاظ سے

46/926- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے میرے دلی دوست نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی ہے (1) ایک ہر مہینے کے وسط میں) تین روزہ رکھنے کی (جس کو ایام بیض کہتے ہیں) اور (2) دوسرے دو رکعت نماز چاشت ادا کرنے کی (جو نماز چاشت کی کم سے کم مقدار ہے اور آٹھ یا بارہ رکعت نماز چاشت کی پوری مقدار ہے)(3) تیسری وصیت یہ فرمائی کہ میں سونے سے قبل نماز وتر ادا کرلیا کروں۔

(اس کی روایت مسلم اور بخاری نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ وتر کے مستحب وقت میں وسعت

47/927- غُضَیف بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ مجھے یہ بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کا غسل اول شب میں کیا کرتے تھے یا آخرِ شب میں؟ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اول ِشب غسل جنابت فرمایا ہے تو کبھی آخرِ شب میں۔ میں نے کہا اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں آسانی فرمادی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا اچھا یہ تو فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر اولِ شب میں ادا فرماتے تھے یا آخرِ شب میں؟ ام المؤمنین جواب دیں کہ کبھی اولِ شب میں آپ نے وتر ادا فرمائی اور کبھی آخرِ شب میں، میں نے کہا کہ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین میں وسعت عطا فرمائی پھر میں نے دریافت کیا اچھا

یہ بھی بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز تہجد میں) قرآن آواز سے پڑھا کرتے تھے یا آہستہ؟ ام المؤمنین ارشاد فرمائیں کہ کبھی آپ قرآن آواز سے پڑھتے تھے اور کبھی آہستہ، میں نے کہا اللہ اکبر! اللہ کا شکر ہے کہ جس نے دین میں آسانی کردی ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے صرف آخری فقرہ روایت کیا ہے۔)

نمازِ وتر کے مستحب وقت میں اختلاف ہونے کی وجہ

48/928- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اندیشہ ہو کہ وہ اخیر رات نیند سے نہ اٹھ سکے گا تو وہ اول شب میں نمازِ وتر ادا کرلے اور جس کو امید ہو کہ وہ آخر شب میں اُٹھ سکے گا تو وہ آخرِ شب میں نمازِ وتر ادا کرے کیوں کہ آخر شب کی نماز میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور اسی لئے آخر شب میں نماز وتر پڑھنا افضل ہے۔(اس کی روایت مسلم اور امام احمد نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت

49/929- ولید بن عیزار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابوعمرو شیبانی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کے مالک نے ہمیں یہ حدیث سنائی اور (یہ کہہ کر) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اعمال میں کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے پاس زیادہ پسندیدہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز اس کے (مستحب) وقت پر ادا کرنا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنا (اللہ تعالیٰ کے پاس سب اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہیں)۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

50/930- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تین چیزیں ہیں کہ ان میں دیر نہ کرو (ایک (1)) نماز کہ جب اس کا مستحب وقت ہوجائے (تو پھر اس کی ادائی میں دیر نہ کرنا) اور (2) دوسرے جنازہ کہ جب وہ آجائے ۔(تو اس کی نماز میں دیر نہ کرو) اور (3) تیسرے بے شوہر عورت کہ جب اس کو مناسب خاوند مل جائے (تو اس کے نکاح کر دینے میں دیر نہ کرو)۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

51/931- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہر نماز کو ہمیشہ اس کے مستحب وقت پر ادا فرماتے تھے اس لئے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک کسی ایک کو بھی اس کے آخری وقت میں ادا فرمایا ہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید

52/932- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) اُس زمانے میں تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو (ان کے آداب وشرائط کے لحاظ سے) مردہ کرکے پڑھیں گے یا نمازوں کو اُن کے مستحب وقت سے ہٹا کر مکروہ اوقات میں ادا کریں گے میں نے عرض کیا حضور ایسے وقت کیلئے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نمازوں کو ان کے مستحب وقت پر پڑھا کرو اور اگر اُسی نماز کو اُن حکام کے ساتھ پھر پالو تو دوبارہ باجماعت پڑھ لو کیوں کہ وہ بعد

والی نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً" والی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے" مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً" والی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت اور اسی طرح غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت مل گئی اور اس نے باقی نماز کو طلوع یا غروب کے بعد ادا کر لی تو اس کو فجر اور عصر کی پوری پوری نماز مل گئی" مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً" والی حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث سے متعارض ہو رہی ہے کیوں کہ" مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً" والی حدیث میں تاخیر صلوٰۃ کا جواز مذکور ہے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث سے تاخیر صلوٰۃ کا عدم جواز ثابت ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ قرار پائے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس وجہ سے منسوخ نہیں ہوسکتی کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (حدیث نمبر: 51/931) سے بصراحت ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری عمر شریف میں کبھی کسی نماز میں تاخیر نہیں فرمائی بلکہ ہر نماز کو ہمیشہ اس کے مستحب وقت پر ادا فرمایا ہے، اس لئے ابوذر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث ناسخ ہے اور" مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً" والی حدیث منسوخ۔ "مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً" والی حدیث کے منسوخ ہونے کی تفصیلی بحث اور مزید ناسخ حدیثوں کا ذکر "بَابُ الْمَوَاقِيت" کی حدیث نمبر (9/861) کے فائدہ میں مذکور ہے؛ ملاحظہ فرمایا جائے۔12

ہر نماز اس کے مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید پر دوسری حدیث

53/933- عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تم پر ایسے حکام مسلط ہوں گے جن کو بر وقت نماز ادا کرنے سے ان کے دنیاوی مشغولیات اس طرح مانع ہوں گے کہ نماز کا وقت ہی گذر جائے گا، اس لئے تم نماز کو اس کے مستحب وقت پر پڑھ لیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا میں (علیحدہ بروقت تنہا نماز پڑھ لینے کے بعد) ایسے امیروں کے ساتھ بھی نماز پڑھ لوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں پڑھ لو۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ان نمازوں کا بیان جن کو دوبارہ نفل کی نیت سے باجماعت ادا کرنا جائز نہیں

54/934- نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے مغرب یا صبح کی نماز تنہا پڑھ لی اور اس کے بعد یہ نمازیں باجماعت مل گئیں تو وہ ان دونوں نمازوں کو پھر دوبارہ نہ پڑھے۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے)۔

55/935- اور دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اِسی طرح اس حدیث کی روایت مرفوعاً کی ہے۔)

ف: ایسے زمانہ میں جب کہ حکام نمازوں میں تاخیر کر کے نمازوں کو مکروہ اوقات میں ادا کرتے ہوں تو مناسب یہ ہے کہ نمازیں تنہا مستحب اوقات میں ادا کر لی جائیں اور پھر حکام کے ساتھ نماز باجماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہوجائیں، یہ واضح رہے کہ نفل کی نیت سے شرکت صرف ظہر اور عشاء کی حد تک رہے گی کیوں کہ فجر اور عصر کے بعد نفل نمازیں جائز نہیں اور تنہا مغرب پڑھ لینے کے بعد نفل کی نیت سے مغرب کی نماز میں شرکت اس لئے ناجائز ہے کہ نفل نماز تین رکعت والی نہیں ہوا کرتی، اگر ایک رکعت کے اضافہ سے نفل کی چار رکعتیں پوری کر لی جائیں تو امام کی نماز کے خلاف ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تنہا مغرب پڑھ لینے کے بعد نفل کی نیت سے مغرب کی جماعت میں شریک ہونا ناجائز ہے اگرچہ کہ مغرب کی نماز کے بعد نفل نمازیں ادا کر سکتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات۔)

قضا نماز کب ادا کرنا چاہئے اس کی تحقیق

56/936- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اس نماز کو ادا نہ کر کے سو رہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ نماز جب یاد آئے (اور وہ مکروہ وقت نہ ہو) اِسی وقت ادا کر لے۔

57/937- اور دوسری روایت میں ہے کہ اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔
(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا نیند کی وجہ سے نماز ادا نہ کر سکے اور اس نماز کا وقت گذر جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب وہ اس نماز کو یاد کرے اسی وقت پڑھ لے اس سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ ممنوعہ اوقات میں قضا نمازوں کا ادا کرنا' اس لئے جائز ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب نماز یاد آجائے پڑھ لے، چونکہ نماز ممنوعہ اوقات میں یاد آئی ہے اس لئے ممنوعہ اوقات میں ہی نماز ادا ہونی چاہئے یہ امام شافعی رحمۃ علیہ کا قول ہے لیکن ہمارے پاس ان اوقات ممنوعہ میں فوت شدہ نماز یاد بھی آجائے تو اس کا اِن اوقات میں ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے خواہ وہ نماز قضا ہو یا ادا ہو یا نفل۔ اس حدیث سے ہمارے پاس فوت شدہ نماز کے یاد آتے ہی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس نماز کا اسی وقت ادا کرنا' اور چونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نمازوں کا ادا کرنا ناجائز ہے اس لئے ممنوعہ اوقات کی حدیث پر عمل کرتے ہوئے فوت شدہ نمازوں کو ممنوعہ اوقات میں ادا نہیں کیا جائے گا بلکہ ممنوعہ اوقات کے بعد وہ نمازیں ادا ہوں گی اور یہی وہ صورت ہے جس سے دونوں حدیثوں پر عمل ہوجاتا ہے اس کے برخلاف انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کر کے ممنوعہ اوقات میں فوت شدہ نمازوں کے یاد آتے ہی فوراً انہی اوقات میں نمازیں ادا کر لی جائیں تو اس حدیث پر عمل ہوجاتا ہے مگر ممنوعہ اوقات والی حدیث پر عمل نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں ہمارے قول کی تائید حدیث تعریس سے بھی ہوتی ہے جو آگے آرہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستہ میں آرام فرمائے یہاں تک کہ سورج نکل پڑا اور نماز فجر قضا ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سب اس جگہ سے کوچ کریں چنانچہ آگے جا کر سورج کے بلند ہونے کے بعد فوت شدہ نماز فجر ادا کی گئی۔ اگر ممنوعہ اوقات میں نماز کے یاد آتے ہی نماز کا اسی وقت پڑھ لینا جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر طلوع آفتاب کے ساتھ ہی نماز پڑھ کر آگے کُوچ فرماتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا جو حنفی مسلک پر قوی دلیل ہے۔ (عمدۃ القاری) 12۔

نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

58/938- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (کسی وقت) نیند کی وجہ سے (کسی نماز کا وقت گذر جائے) تو کوئی قصور نہیں (بروقت نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو نہیں ہوگا مگر نماز کی قضا ضروری ہوگی) البتہ بیداری میں (کسی وجہ سے کوئی نماز فوت ہو جائے) تو (ایسا شخص) قصوروار ہوگا (کہ اس نماز کی قضا بھی لازم ہوگی اور گناہ بھی ہوگا) اس لئے تم میں سے کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اتنی دیر سو جائے کہ اس نماز کا وقت گذر جائے تو جب یاد آ جائے (اور مکروہ وقت نہ ہو) نماز ادا کر لے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے'' وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی ''(سورۂ طٰہٰ، پ:16، ع:1، آیت نمبر:14) میرے (خوف) سے جب نماز یاد آ جائے تو نماز ادا کر لیا کرو۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے نماز وتر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

59/939- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھ کر سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے وہ وتر کو اس وقت پڑھ لے جب یاد آ جائے یا جب نیند سے بیدار ہو (اور مکروہ وقت نہ ہو)۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز وتر کے واجب ہونے کے جو دلائل ہیں ان کے منجملہ یہ بھی ایک دلیل ہے

ف: اس حدیث میں وتر کے فوت ہو جانے پر ارشاد ہو رہا ہے:'' فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَ'' یعنی جب نماز وتر یاد آ جائے تو پڑھ لے اور یہی انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (قضاء نماز کب ادا کرنا چاہیئے والی

حدیث دو احادیث) میں فرض نماز کے بھول جانے پر بھی اسی قسم کے الفاظ وارد ہیں اور وہ یہ ہیں: ''اَنْ يُّصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا'' یعنی جب نماز کو یاد کرلے تو اسی وقت پڑھ لے' جب وتر کیلئے ایسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جیسے فرض نماز کیلئے تو اس سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔12۔

''حدیث تعریس'' نیند کی وجہ سے یا بھولنے کی وجہ سے کوئی نماز فوت ہوجائے تو اس کو ادا کرنے کے حکم پر دوسری حدیث

60/940- سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپس ہوئے تو رات بھر چلتے رہے یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ باقی رہ گیا تو آرام کیلئے ایک مقام پر اتر پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم بیدار رہ کر صبح کی نماز کیلئے ہم کو بیدار کردو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سو گئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جہاں تک ہوسکا بیدار رہے پھر بلال رضی اللہ عنہ اپنی سواری کو ٹیکا دے کر مشرق کی طرف رخ کرکے بیٹھے رہے، یہاں تک کہ ان کو بھی نیند لگ گئی اور دھوپ اوپر آنے تک نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ بلال رضی اللہ عنہ اور نہ کوئی صحابی قافلہ سے جاگ سکے، سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے اٹھے اور فرمائے کیا بلال؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی اسی نے سلا دیا جس نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلا دیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کجاوے کسو اور یہاں سے چلو! تو سب نے اپنی سواریوں کو اٹھایا کجاوے کس دیئے اور کچھ دور چلے (اور جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو اذاں کا حکم دیا اور بلال رضی اللہ عنہ نے اذاں کہی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی دوسنتیں اطمینان کے ساتھ ادا فرمائے (سنتوں کا پڑھنا التعلیق الممجد میں ''مسند امام احمد'' کے حوالے سے مذکور ہے) اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کا حکم دیا تو بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو نماز صبح کی قضا پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو (اس طرح) بھول جائے (کہ نماز قضا ہوگئی) تو وہ فوت شدہ نماز کی قضا اس وقت ادا کرلے جب اس کو یاد آجائے (اور وہ وقت مکروہ نہ ہو) کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے" وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرٰی" سورۂ طٰہٰ، پ:16، ع:1، آیت نمبر:14) (جب نماز یاد آجائے تو پڑھ لیا کرو۔)(اس آیت کا ترجمہ" لِذِکْرٰی" راء کے فتح اور الف مقصورہ کی قرأت کے لحاظ سے ہے، جس کی تحقیق ذیل کے فائدہ نمبر 1 میں آرہی ہے۔

(اس کی روایت امام مالک اور مسلم نے کی ہے)۔

ف(1): واضح ہو کہ " وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی" میں دو قرأت:

(1) ایک لِذِکْرِی (راء کے زیر اور یا متکلم کے ساتھ) اور دوسرے " لِذِکْرٰی" (راء کے زبر اور الف مقصورہ کے ساتھ)۔

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث (58/938) میں پہلی قرأت " لِذِکْرِی" کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث (60/940) میں دوسری قرأت للذِکْرٰی کے لحاظ سے ترجمہ کیا گیا ہے تحقیق یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس آیت سے جو استدلال فرمایا ہے وہ دوسری قرأت کی بناء پر جو راوی کے تصرف سے " لِلذّکْرِی "ہوگیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد نے اسی روایت میں " لِلذّکْرِی " کہا ہے اور ابن شہاب جن کو زہری کہا جاتا ہے اور جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ بھی للذّکرٰی کی قرأت پڑھا کرتے تھے۔ (التعلیق المجد میں تنویر کے حوالہ سے ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔)12

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی سواریوں کو اس مقام سے لے کر چلے یہاں تک کہ اس وادی سے باہر ہوگئے، چاہئے تو یہ تھا کہ فوت شدہ نماز کو وہیں ادا کرتے اور پھر روانہ ہوتے، ایسا نہ کرکے وہاں سے روانہ ہوئے اور نماز اس وقت ادا فرمائی جب کہ آفتاب ایک نیزہ بلند ہوچکا

تھا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ممنوعہ اوقات میں نماز یاد آتے ہی نماز نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ ممنوع وقت گذرنے کے بعد فوت شدہ نماز کو ادا کرنا چاہئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔(عمدۃ القاری۔)12

نیند کی وجہ سے نماز فجر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

61/941- شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حکم اور حماد رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو سوتا رہا یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت گذر گیا اور ایسے وقت بیدار ہوا کہ آفتاب کا کچھ حصہ طلوع ہو چکا تھا۔ دونوں نے جواب دیا کہ وہ اس وقت تک نماز نہ ادا کرے جب تک کہ آفتاب بلند نہ ہو جائے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب کا حکم

62/942- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا (صاحبِ ترتیب) شخص جو کسی نماز کو بھول جائے اور اس قضا نماز کو ادا کئے بغیر دوسری نماز میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے (فوت شدہ نماز جماعت میں شریک ہونے تک یاد نہ آئی اور شریک ہونے کے بعد یاد آ گئی اور اس نے امام کے ساتھ پوری نماز ادا کی اور سلام پھیرا (اب) اس کا حکم یہ ہے کہ نماز با جماعت سے فراغت کے بعد پہلے اس فوت شدہ نماز کو ادا کرلے جس کو بھول گیا تھا اور اس کے بعد اس نماز کو دہرائے جس کو امام کے ساتھ پڑھا ہے۔

(اس کی روایت دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے اور طبرانی اور خطیب نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیثیں صاحب ترتیب کے احکام سے متعلق ہیں جو فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا چاہتا ہے، اس بارے میں مذہب حنفی یہ ہے وقتیہ نماز صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ قضاء نماز پہلے ادا کی جائے کیوں کہ صاحبِ ترتیب کیلئے ترتیب اس طرح فرض ہے کہ وہ پہلے قضا نماز ادا کرے پھر وقتی نماز ادا کرلے اس کی وضاحت نہایت شرح وبسط سے ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور صاحب بحر رائق نے شرح المنار میں کی ہے۔ تفصیل کیلئے ان کتب کا مطالعہ کیا جائے۔12

صاحبِ ترتیب کے حکم پر دوسری حدیث

63/943- حبیب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ان سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب ادا فرمائی اور نمازِ عصر ادا کرنا بھول گئے تھے (غالباً یہ واقعہ کسی جنگ کا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے مجھے نماز ِعصر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ آپ نے نماز عصر نہیں پڑھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا تو مؤذن نے اذاں دی پھر اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی اور عصر کے بغیر جو مغرب کی نماز پڑھی گئی تھی اس کو شمار میں نہ لاکر دوبارہ نماز مغرب ادا فرمائی۔ (اس کی روایت امام احمدؒ طبرانی اور ابونعیم نے کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب کے حکم پر تیسری حدیث

64/944- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مشرکین قریش کو خندق کی لڑائی کے موقع پر برا بھلا کہنے لگے اور وجہ یہ بتائی کہ یارسول اللہ میں آفتاب غروب ہونے کے قریب تک نماز عصر ادا نہ کرسکا، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخدا میں نے بھی نماز عصر نہیں پڑھی ہے، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بطحان کی وادی میں اترے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضوء فرمایا اور ہم سب نے بھی وضوء کیا اور اس وقت تک آفتاب غروب ہو چکا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نمازِ عصر ادا فرمائی اور اس کے بعد نماز مغرب پڑھی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب کے حکم پر چوتھی حدیث

65/945- ابراہیم نخعی (رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کہ اُن سے (صاحبِ ترتیب) شخص کے متعلق (دریافت کیا گیا) جو نماز ظہر بھول گیا ہو اور عصر کی نماز میں شریک ہوگیا اور اس کو نماز عصر

میں ظہر کی نماز یاد آ گئی تو ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عصر کو توڑ دے اور ظہر کی نماز پہلے پڑھ لے اس کے بعد عصر ادا کرے۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب سے نماز وتر فوت ہو جائے تو اس کے ادا کرنے کا حکم

66/946- زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ وتر نہ پڑھ کر سو جائے اور رات میں ادا نہ کر سکے اور وہ صاحب ِ ترتیب ہے) تو وہ وتر کو صبح صادق ہونے کے بعد (نماز فجر کے پہلے) پڑھ لے۔

(اس کی روایت ترمذی نے مرسلاً کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صاحبِ ترتیب کیلئے جس طرح فرض نمازوں کی قضاء کے موقع پر قضا اور وقتیہ نمازوں کے درمیان ترتیب کا قائم رکھنا فرض ہے (کہ وہ پہلے قضاء ادا کرے پھر وقتیہ نماز) اسی طرح صاحبِ ترتیب کیلئے یہ بھی فرض ہے کہ وہ وتر اور فرض نمازوں کے درمیان ترتیب قائم رکھے، مثلاً کسی صاحب ترتیب کی نماز وتر فوت ہوگئی اور فجر کا وقت شروع ہوگیا تو ایسے صاحب ترتیب کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے وتر کی قضاء پڑھے پھر فجر کے فرض ادا کرے۔ یہ مضمون شرح وقایہ سے ماخوذ ہے۔12

صاحب ترتیب کے لئے ترتیب فرض ہونے کا ثبوت

67/947- ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین نے خندق کی لڑائی کے موقع پر چار نمازوں سے روک رکھا تھا (اس لئے چار نمازیں ادا نہ کر سکے) یہاں تک کہ اللہ کی مشیئت میں جہاں تک منظور تھا رات کا کچھ حصہ گذر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذاں دی پھر اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور نماز عصر ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور مغرب ادا فرمائی پھر اقامت ہوئی اور عشاء کی نماز ادا فرمائی۔

(اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور ابن حبان اور بزار نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

صاحبِ ترتیب کی تعریف اور ترتیب کے تفصیلی احکام

ف: ہمارے علماء نے ان احادیث سے استدلال کیا ہے کہ صاحبِ ترتیب کیلئے وقتیہ نمازوں اور قضا نمازوں کے درمیان ترتیب کا قائم رکھنا فرض ہے اس طرح کہ پہلے قضاء نماز ادا کی جائے پھر وقتیہ اور اسی طرح قضا نمازوں کے درمیان بھی ترتیب کا لحاظ رکھنا فرض ہے اگر کسی صاحبِ ترتیب کی نمازِ صبح فوت ہوجائے اور وہ ظہر تک اسکو ادا نہ کرسکے تو وہ ظہر کے وقت پہلے نمازِ فجر ادا کرے اور اس کے بعد نمازِ ظہر ادا کرے' اور اسی طرح کسی صاحب ترتیب کی فجر اور ظہر دونوں قضا ہوں تو اس کو چاہئے کہ پہلے فجر کی قضا ادا کرے پھر ظہر کی قضا ادا کرے۔ صاحبِ ترتیب کے بارے میں مزید توضیح یہ ہے کہ کسی شخص کی دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہوگئیں اور ان نمازوں کے سوا اس کے ذمہ کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے۔ یعنی عمر بھر میں سن بلوغ سے کبھی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی اور اگر فوت ہوئی تو اس کی قضا کرلی، ایسا شخص صاحب ترتیب ہے اور ایسے شخص کیلئے ادا نماز کا پڑھنا اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ ان پانچویں فوت شدہ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لیوے اور ایسا شخص ان فوت شدہ نمازوں میں بھی لازماً ترتیب رکھے گا یعنی جو نماز سب سے اول فوت ہوئی ہے، پہلے اس کی قضا پڑھے' پھر اس کے بعد والی' پھر اس کے بعد والی اس طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے مثلاً کسی سے دن بھر کی پانچوں نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء فوت ہوگئیں تو یہ صاحب ترتیب ہونے کی وجہ سے پہلے فجر' پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب اور پھر عشاء ترتیب سے پڑھے' اگر اس نے پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر قضا پڑھ لی یا عصر کی قضاء کی یا ان پانچوں نمازوں میں سے بلا لحاظ ترتیب کوئی اور نماز ادا کرلی تو یہ نماز درست نہیں ہوئی اور اس شخص کیلئے اِس نماز کو پھر پڑھنا ضروری ہوگا' البتہ کسی شخص کی چھ نمازیں فوت ہوجائیں تو ایسا شخص صاحب ترتیب نہیں رہا، اب وہ ان فوت شدہ نمازوں کی قضا سے پہلے ادا نماز پڑھ سکتا ہے اور ایسے شخص کیلئے فوت شدہ نمازوں میں بھی ترتیب ضروری نہیں ہے۔12

(3/22) بَابُ فَضَائِلِ الصَّلَاةِ

(یہ باب نماز کے بقیہ فضائل کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى" اوراللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورۂ بقرہ، پ:2، ع:31، آیت نمبر:238) تمام نمازوں کی پابندی کرو اور درمیانی نماز کی بھی۔

فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت

1/948- عمارۃ بن رُوَیْبَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر وہ شخص جو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے قبل کی نمازوں یعنی فجر اور عصر کو پابندی سے ادا کرتا ہو وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے)۔

فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

2/949- ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دونوں ٹھنڈے وقت کی نمازوں کو پڑھتا رہتا ہے(وہ بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔(ٹھنڈے وقت کی نمازوں سے مراد فجر اور عصر یا فجر اور عشاء ہیں)۔
(اس کی روایت بخاری و مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عصر کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

3/950- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے پاس باری باری سے رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے (بندوں کے

اعمال لکھنے اور اعمال کیلئے جانے کیلئے) آتے رہتے ہیں اور وہ فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں یکجا جمع ہوتے ہیں، (فجر کے وقت اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ ان میں ایک جماعت رات کے اعمال لے جاتی ہے اور دوسری جماعت دن کے اعمال لکھنے کیلئے آتی ہے اور اسی طرح عصر کے وقت جمع ہو کر ایک جماعت تو دن کے اعمال لے جاتی ہے اور دوسری جماعت رات کے اعمال لکھنے کیلئے آتی ہے) پھر وہ فرشتے جو تمہارے پاس رات گذارے ہیں وہ اوپر جاتے ہیں تو ان سے پروردگار عالم باوجود یہ کہ اپنے بندوں کے حالات سے ان سے زیادہ باخبر ہیں دریافت فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کو اس حالت میں چھوڑ آئے کہ وہ نماز (فجر) پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تو نمازِ (عصر) پڑھ رہے تھے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء کو پابندی سے پڑھنے کی فضیلت

4/951-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کیا ثواب ہے اور نماز کی پہلی صف میں کیا اجر ہے (تو ایک دوسرے پر سبقت کرتے اور ہر ایک چاہتا کہ خود اذان دے اور پہلی صف میں جگہ حاصل کرے) تو اس کے تصفیہ کیلئے قرعہ اندازی کی ضرورت پڑتی اور اگر لوگ جانتے کہ ہر نماز کو اس کے مستحب وقت میں ادا کرنے کیلئے بہت سویرے مسجد کو پہنچ جانے میں کیا اجر ہے تو (اس فضیلت کو حاصل کرنے کیلئے مسجدوں کی جانب دوڑتے ہوئے آتے اور اگر ان کو معلوم ہوتا کہ عشاء اور صبح کی نماز میں کیا فضیلت ہے تو ان دونوں نمازوں کیلئے (مسجدوں کی جانب کسی وجہ سے چل نہ سکتے ہوں تو) سرین کے بل زمین پر گھسیٹتے ہوئے آتے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء کو ترک کرنے کی وعید

5/952- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منافقین پر کوئی نماز فجر اور عشاء سے بڑھ کر دشوار نہیں اور اگر یہ جانتے کہ ان دونوں نمازوں کیلئے (مسجد کو آنے میں) کیا فضیلت ہے تو وہ (کسی وجہ سے چل نہ سکتے تو) سرین کے بل زمین پر گھسیٹتے ہوئے آتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فجر اور عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے والے کو شب بیداری کا ثواب ملتا ہے

6/953- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز عشاء باجماعت ادا کی تو گویا وہ آدھی رات تک عبادت میں مشغول رہا اور جس نے نماز فجر باجماعت ادا کی تو گویا وہ پوری رات نماز میں گذارا۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز مغرب اور نماز عشاء کا کوئی اور نام رکھنے کی ممانعت

7/954- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ہرگز نماز مغرب کو دیہاتی عربوں کی طرح عشاء نہ کہا کرو، راوی یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دیہاتی عرب مغرب کو عشاء کہا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم دیہاتی عربوں کی طرح نماز عشاء کو (عتمہ) نہ کہا کرو کیونکہ قرآن میں اس نماز کا نام عشاء ہے (دیہاتی عرب عشاء کو عتمہ اس وجہ سے کہا کرتے تھے کہ) اس وقت اونٹوں کا دودھ دوہا جاتا تھا (جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت سے تشبیہ کی بناء پر منع فرمادیا اور بعض حدیثوں میں عشاء کو جو عتمہ کہا گیا ہے وہ اس نہی سے پہلے کا واقعہ ہے جو اس حدیث سے منسوخ ہوگیا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز فجر جماعت کے ساتھ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان میں آجاتا ہے

8/955- جندب قسری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز فجر (جماعت کے ساتھ) پڑھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور امان میں آ گیا (تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے بدسلوکی نہ کریں کیوں کہ ایسے امن دیے ہوئے شخص سے بدسلوکی کرنا اللہ تعالیٰ کے اس امن کو توڑنا ہے جو اس نمازی کو ملا ہے، اللہ تعالیٰ کے پاس کا یہ قاعدہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے امن کو توڑنے کی وجہ سے جس کسی سے وہ کچھ بھی مواخذہ کرنا چاہتے ہیں تو اس کو پکڑ لیتے ہیں اور منہ کے بل اس کو جہنم کی آگ میں جھونک دیتے ہیں ایسا ہی جو، امن دیئے ہوئے نمازی کو ایزاء دے گا تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈال دیں گے)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور مصابیح کے بعض نسخوں میں راوی کے نام کے ساتھ قسری کی بجائے قشیری آیا ہے۔)

"اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" کی تفسیر

9/956- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ "اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا" (سورۂ بنی اسرائیل، پ:15، ع:9، آیت نمبر:78) (بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) کے متعلق فرمایا کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے لئے گھر سے نکلنے والے کی فضیلت

10/957- سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص نماز صبح کیلئے نکلتا ہے تو وہ ایمان کا پرچم لے کر نکلتا ہے

(کہ یہ اس کے ایمان کی علامت ہے) اور جو شخص (بغیر نماز پڑھے) بازار کو جاتا ہے تو وہ ابلیس کا پرچم لئے ہوئے جاتا ہے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نمازِ فجر کو با جماعت ادا کرنا شب بیداری سے افضل ہے

11/958-ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمان بن ابی حثمۃ کو نمازِ صبح میں موجود نہ پایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بازار کی طرف نکلے اور سلیمان رضی اللہ عنہ کا گھر بازار اور مسجد کے درمیان تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں جن کا نام شفاء رضی اللہ عنہا تھا ان سے ملتے ہوئے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی ماں سے پوچھا کہ آج میں نے سلیمان کو صبح کی نماز میں نہیں دیکھا ہے ان کی ماں شفاء جواب دیں کہ آج سلیمان رات بھر نماز پڑھتے رہے (اور صبح کی نماز کے وقت) ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہ سو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام رات عبادت میں گزارنے سے میرے پاس بہتر یہ ہے کہ میں نماز صبح کی جماعت میں حاضر رہوں۔

(اس کی روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے)۔

جمعہ کے دن نمازِ فجر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

12/959-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام نمازوں میں اللہ تعالیٰ کے پاس فضیلت والی نماز جمعہ کے دن کی فجر کی نماز ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔

(اس کی روایت ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

نماز ظہر کی فضیلت

13/960- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظہر کی نماز فضیلت میں رات کی نماز (یعنی تہجد) کی طرح ہے۔

(اس کی روایت ابن نصر نے کی ہے اور طبرانی نے بھی الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازِ عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق

14/961- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ مشرکین نے ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ یعنی نمازِ عصر سے روک رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق پر دوسری حدیث

15/962- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم احزاب یعنی خندق کی لڑائی میں مشغول تھے تو کفار نے ہم کو نمازِ عصر سے باز رکھا یہاں تک کہ قریب تھا کہ آفتاب ڈوب جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ! جن لوگوں نے ہم کو صلوٰۃ الوسطیٰ (نماز عصر) سے باز رکھا ہے ان کے دلوں میں آگ بھر دے اور ان کے گھروں کو بھی آگ سے بھر دے اور ان کی قبروں کو بھی آگ سے بھر دے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے نمازِ فجر مراد ہے۔ (مگر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے)۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر کی فضیلت اور صلاۃ الوسطیٰ کی تحقیق پر تیسری حدیث

16/963- ابن مسعود اور سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ان دونوں حضرات نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نمازعصر کی فضیلت اورصلاۃ الوسطیٰ کی تحقیق پر چوتھی حدیث

17/964-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ دمشق آکر ابو کلثم دوسی کے گھر فروکش ہوئے پھر مسجد کو تشریف لائے اور مسجد کے غربی جانب ایک جگہ بیٹھ گئے (وہاں دیکھا کہ) لوگ صلوٰۃ وسطیٰ کا باہم تذکرہ کرتے ہوئے اس کے متعلق آپس میں اختلاف کررہے ہیں یہ سن کر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو بھی صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق اختلاف ہوا تھا جس طرح کہ آپ حضرات کے درمیان صلوٰۃ وسطیٰ کے تعین میں اختلاف ہورہا ہے کہ وہ کونسی نماز ہے؟ اوراس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور ہماری مجلس میں اُس وقت ایک باخدا بزرگ ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس موجود تھے ابو ہاشم نے کہا کہ میں اس مسئلہ کو آپ لوگوں کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرکے آتا ہوں یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جرأت سے حاضر ہوجایا کرتے تھے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور اندر گئے پھر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم کو خبر دی کہ صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد نماز عصر ہے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نمازعصر کی فضیلت اورصلوٰۃ وسطیٰ کی تحقیق پر پانچویں حدیث

18/965- عبدالرحمٰن بن لبیبۃ الطائفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلوٰۃ وسطیٰ کے متعلق سوال کیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو قرآن پڑھ کر سناتا ہوں تا کہ معلوم ہوجائے کہ صلوٰۃ وسطیٰ کونسی نماز ہے؟ سنو! کیا اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں نہیں فرمایا ہے ''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ'' (آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز قائم کرو) یہ ظہر کی نماز ہے، '' اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ'' (رات کی تاریکی شروع ہونے کے وقت نماز قائم کرو)

یہ مغرب کی نماز ہے’’ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ‘‘ (تمہاری خلوت کے تین وقت ہیں منجملہ ان کے نماز عشاء کے بعد کا وقت بھی ہے) یہ عتمہ یعنی عشاء کی نماز ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے’’ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا‘‘ (بے شک صبح کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے) یہ فجر کی نماز ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا’’ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ‘‘ (حفاظت کرو سب نمازوں کی عموماً اور بیچ والی نماز کی خصوصاً اور کھڑے رہو اللہ کے سامنے عاجز بنے ہوئے) یہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر ہی ہے۔ صدر کی مذکورہ آیتوں میں ظہر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کا ذکر آچکا ہے اب رہی نماز عصر تو اس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اسطرح ثابت ہوا کہ صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد نماز عصر ہی ہے۔)

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز عصر ترک کرنے کی وعید

19/966- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص سے نمازِ عصر چھوٹ جائے (تو اس کو ایسا رنج ہونا چاہئے) جیسے گھر بار اور مال ودولت برباد ہونے سے ہوتا ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازِ عصر ترک کرنے کی وعید پر دوسری حدیث

20/967- بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نمازِ عصر کو چھوڑ دے (تو اس نے جس کام کی وجہ سے نماز عصر چھوڑی ہے) اس کام سے برکت مٹادی جاتی ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھنے کی فضیلت

21/968- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نماز عشاء میں تاخیر کیا کرو، تم کو اس نماز عشاء کی وجہ سے دوسری امتوں پر فضیلت دی گئی ہے کیونکہ اس نماز کو کوئی امت تمہارے قبل نہیں پڑھتی تھی۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھنے کی فضیلت

22/969- امامۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو نماز عشاء جماعت سے پڑھا کرتا ہے تو اس کو شب قدر سے حصہ مل جاتا ہے۔

(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

(4/23) بَابُ الْاَذَانِ

(یہ باب اذان کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ: ”وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَوْم“ لَّا یَعْقِلُوْنَ ”. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مائدہ، پ:6، ع:9، آیت نمبر:58) اور جب تم (اذان دے کر) لوگوں کو نماز کیلئے بلاتے ہو تو یہ لوگ نماز کو ہنسی اور کھیل بناتے ہیں اور یہ (حرکت بیجا ان سے) اس لئے (سرزد ہوتی ہے) کہ یہ ایسے (بے وقوف) لوگ ہیں کہ (بالکل) نہیں سمجھتے۔

وَقَوْلُہٗ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ“ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔(سورۂ جمعہ، پ:28، ع:2، آیت نمبر:9، میں)

مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کیلئے اذان دی جائے تو یاد الٰہی (خطبہ ونماز) کی طرف لپکو۔

اذان مشروع ہونے سے پہلے نماز کیلئے ندا کرنے کی کیفیت

1/970-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان (ہجرت کر کے) جب مدینہ منورہ پہنچے اور اس وقت نماز کیلئے ندا نہ کی جاتی تھی تو نماز کیلئے وقت کا اندازہ کر کے خود جمع ہوجاتے تھے، اس بارے میں صحابہ نے ایک دن آپس میں مشورہ کیا، کسی کی رائے ہوئی کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ایک ناقوس بنالیں اور بعض کہنے لگے (یہ نہیں) بلکہ یہود کی سینگ کی طرح سینگ بجانے کا انتظام کرلیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کو کیوں نہیں مقرر کردیتے جو نماز

کیلئے سب کو ندا کر دیا کرے۔ (یہ تجویز سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) اٹھو اور نماز کیلئے لوگوں کو (''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' نماز تیار ہے کہہ کر) ندا کر دو۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ابتداء میں اذان سے پہلے لوگوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کیلئے ''اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ'' کے الفاظ سے بلایا جاتا تھا پھر بعد میں اذان شروع ہوئی۔ (مرقات۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت

2/971- عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے متعلق فکر لاحق ہوئی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا چند لوگوں کو مامور کر دیں کہ وہ اٹھیں اور ٹیلوں پر چڑھ جائیں اور لوگوں کو نماز کیلئے اشارہ کر کے بلائیں (عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص دو سبز کپڑے پہنا ہوا مسجد کے حصار کی دیوار پر کھڑا ہوا کہہ رہا ہے:

''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ.

اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ.

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ .

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ . حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ .

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ . حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ.

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ''۔

(کچھ دیر کے بعد وہ شخص) پھر کھڑا ہوا اور کہا (نماز کیلئے تکبیر میں بھی ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ'' کے اضافہ کے ساتھ) وہ الفاظ کہو (جو اذان میں کہے گئے ہیں، یہ کہہ کر تکبیر اس

طرح کہنے لگا: ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ. اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ .حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ. حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ .حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ .حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ . قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ .اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ .“ (عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ) میں نے اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور اس کو بلال (رضی اللہ عنہ) کو سکھا دو، میں ایسا ہی کیا، (چونکہ یہ نئی چیز تھی اس لئے) لوگ (یہ سن کر دوڑتے ہوئے آئے اور وہ نہیں جانتے تھے کہ (یہ کیا ہے) یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو گئے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے اور کہا کہ اگر اس خواب کے بیان کرنے میں عبداللہ بن زید (رضی اللہ عنہ) سبقت نہ کرتے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتا کہ مجھے بھی ایسا ہی خواب دکھائی دیا جو عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ کو دکھائی دیا۔

(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے اور ابن ماجہ ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی اور ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ترمذی نے بخاری سے اس کو علل میں نقل کیا ہے۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر دوسری حدیث

3/972-ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ صحابہ میں سے جو ہمارے اساتذہ تھے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں کی نماز ایک جا با جماعت ادا ہوا کرے، یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ چند لوگوں کو گھروں پر بھیج دوں کہ وہ نماز کیلئے بلالیا کریں، اور میں نے یہ بھی ارادہ کیا کہ چند لوگوں کو حکم دو

ں کہ وہ ٹیلوں پر کھڑے ہوکر مسلمانوں کو نماز کے وقت جمع ہو جانے کی اطلاع دیں۔ راوی نے کہا کہ ایک انصاری حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مسلمانوں کو نماز کیلئے جمع کرنے کے بارے میں متفکر ہیں تو گھر لوٹا۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے ہے اور وہ مسجد کے اوپر کھڑا ہوا ہے اُس نے اذان دی اور تھوڑی دیر بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا (اور تکبیر کیلئے) اذان کی طرح وہی الفاظ کہے مگر یہ کہ اس نے ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ. قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ'' کا اضافہ کیا اور مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر تیسری حدیث

4/973- یحیٰی بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا کہ دو لکڑیاں تیار کروائیں ایک کو دوسرے پر ماریں تاکہ اس کی آواز سن کر لوگ نماز کیلئے جمع ہو سکیں، عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو دو لکڑیاں خواب میں دکھائی دیں انہوں نے دل میں کہا کہ یہ وہی دو لکڑیاں معلوم ہوتی ہیں جن کے بنوانے کا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے خواب میں کہا گیا کہ کیوں آپ لوگ نماز کیلئے اذان نہیں دیتے؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم فرمادیا۔ (اس کی روایت امام مالک نے مؤطاء میں کی ہے۔)

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چوتھی حدیث

5/974- ابو عمیر بن انس رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک انصاری چچا سے روایت کی ہے کہ ان کے چچا نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فکر کررہے تھے کہ لوگوں کو نماز کیلئے کس طرح جمع کیا

جائے؟ آپ سے عرض کیا گیا کہ نماز کے وقت ایک جھنڈا قائم کردیں، جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو آگاہ کردیں گے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ آیا، راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ سے سینگھ بجا کر (نماز کیلئے) بلانے کا ذکر کیا گیا، آپ نے اس کو بھی پسند نہ کیا اور فرمایا کہ یہ یہود کا طریقہ ہے، راوی نے کہا کہ پھر آپ سے ناقوس کا ذکر کیا گیا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نصاریٰ کا شعار ہے، اس کے بعد عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ گھر واپس ہوگئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر کی وجہ سے خود بھی متفکر تھے تو ان کو خواب میں اذان سکھائی گئی راوی کہتے ہیں صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ نینداور کچھ بیداری میں تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اوراس نے مجھے اذان سکھائی راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بھی بیس روز پہلے اسی طرح خواب دیکھا تھا اوراسے چھپائے ہوئے تھے، پھرانہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اب اس کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم نے مجھے اپنے خواب کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھ سے پہلے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ذکر کردیا تھا اس لئے مجھے شرم معلوم ہوئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بلال! اٹھو اورعبداللہ بن زید تم کو جو سکھا ئیں اُس پر عمل کرو! تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی۔

ابوبشر راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے ابوعمیر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ انصار کا یہ خیال تھا کہ اس روز عبداللہ بن زید بیمار نہ ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بجائے بلال رضی اللہ عنہ کے) ان کو مؤذن مقرر فرماتے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر پانچویں حدیث

6/975- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ ابن بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھا ان انصاری کی عادت یہ تھی کہ جب وہ کھانا کھاتے تو ان کے ساتھ (شام کے کھانے پر) اور لوگ بھی جمع ہو جاتے تھے (اس روز) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھ کر وہ غمزدہ ہوئے اور واپس چلے گئے اور کھانا چھوڑ دیا اور جو اجتماع ان کے پاس ہوتا تھا وہ بھی نہ ہوا اور وہ (اپنے محلّہ کی) مسجد میں جا کر نماز پڑھنے لگ گئے ان کو اسی حالت میں اونگھ آ گئی، خواب میں ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ کیا تم جانتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں غمگین ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! اس شخص نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے بارے میں غمگیں ہوئے ہیں تو تم خدمت اقدس میں جاؤ اور عرض کردو کہ بلال کو حکم دیں کہ وہ اذان دیں اور اس شخص نے ان انصاری کو یہ اذان سکھا دی:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ	اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ.
اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ.	اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.	اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ .
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة.	حَيَّ علَى الصَّلٰوة .
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ .	حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ.
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ	لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

پھر ان کو اس شخص نے اذان کے یہی الفاظ تکبیر کیلئے بھی سکھائے اور آخر میں ''قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' کہا اور اذان و اقامت کے

الفاظ وہی تھے جو اب لوگوں کی اذان واقامت کے الفاظ ہوتے ہیں، وہ انصاری آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گئے اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ان انصاری نے آپ سے عرض کیا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کر لیجئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یہی خواب دیکھ کر آئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان فرمایا، پھر ان انصاری نے اجازت طلب کی اور خدمت اقدس میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی طرح کا خواب مجھ کو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے سنایا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ اسی طرح اذان دیں۔

(اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور طبرانی نے بھی اوسط میں اپنی سند سے اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔

7/976- اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور کی روایت میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اقامت اس طرح ہے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ.

اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ .

حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة. حَيّ عَلَى الصَّلٰوة .

حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ . حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ.

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوة .

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"۔

اذان اور اقامت مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر چھٹی حدیث

8/977- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہم کو حدیث سنائی ہے کہ عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص دیوار پر کھڑا ہے اور دو سبز چادروں میں ہے اور اس شخص نے اذان کے الفاظ کو دو دو بار ادا کیا اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو مرتبہ کہا اور بیٹھ گیا، اس شخص کی اذان اور اقامت کو بلال رضی اللہ عنہ سن کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی اذان کے الفاظ کو دو دو بار ادا کیا اور اقامت کے الفاظ بھی دو دو مرتبہ کہا اور بیٹھ گیا۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور ابوشیخ نے کی ہے۔)

9/978- اور بیہقی نے اپنی سنن میں دکیع رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور الامام میں کہا ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور یہ حدیث محدثین کے مذہب کی بناء پر صحابہ کے عادل ہونے کی وجہ سے متصل السند ہے اور ان کے ناموں کا معلوم نہ ہونا مضر نہیں ہے۔)

ف: اس حدیث میں اذان اور اقامت کے بعد بیٹھنے کا جو ذکر ہے اس سے اس بات کا اشارہ مقصود ہے کہ اذان اور اقامت ختم ہوگئی، نیز اذان اور اقامت کے بعد بیٹھنے سے یہ وضاحت بھی مقصود ہے کہ اذان اور اقامت کھڑے ہوکر کہنا مستحب ہے چنانچہ ''تنویر الابصار'' میں لکھا ہے کہ بیٹھے ہوئے اذان اور اقامت کہنا مکروہ ہے۔12

اذان مشروع ہونے کی ابتدائی کیفیت پر ساتویں حدیث

10/979- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا تھا کہ (لوگوں کو نماز کیلئے سینگ بجا کر جمع کیا جائے) اور ناقوس خریدنے کا بھی حکم دے دیا تھا عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں غمگین تھا کہ مجھے ایک خواب دکھائی دیا جس

میں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز چادروں میں ہے اور ناقوس لیا ہوا ہے، میں نے اس شخص سے کہا اے بندۂ خدا کیا ناقوس کو بیچو گے؟ اس شخص نے کہا کہ تم اس کو کیا کرو گے؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤں گا، اس شخص نے کہا کہ کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتلاؤں؟ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس شخص نے کہا کہ (نماز کیلئے) یہ کہہ کر بلایا کرو:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.
حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةُ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَاۤاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ"

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک شخص کو خواب میں دو سبز کپڑے میں دیکھا اور پورا خواب سنایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تمہارے دوست نے ایک خواب دیکھا ہے (پھر ان سے یہ فرمایا کہ تم) بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو جاؤ اور ان کو اذان کے الفاظ سکھا دو، اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیں، اس لئے کہ بلال تم سے زیادہ بلند آواز والے ہیں، عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد کو گیا اور میں ان کو اذان کے الفاظ سکھاتا گیا اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے گئے، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اذان کی آواز

سنائی دی تو مسجد کو تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جس طرح انہوں نے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے

11/980-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں آسمان کی سیر کرائی گئی تو اس وقت آپ پر اذان (کے الفاظ) کی وحی آئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج ہی سے اذان کے الفاظ لے کر اترے اور آپ کو اذان جبرئیل علیہ السلام نے سکھائی۔(اس کی روایت طبرانی نے اوسط میں کی ہے۔)

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ طبرانی کی اس روایت میں جس معراج کا ذکر آیا ہے وہ مشہور معراج نہیں، یہ معراج جس میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے ہیں جسمانی نہیں بلکہ روحانی تھی، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج ایک ہی ہوئی ہے، البتہ روحانی معراج متعدد ہوئے ہیں، یا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تھا، جو معراج کے حکم میں ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور یہ خواب بھی ایک روحانی معراج تھی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے الفاظ سکھائے گئے، صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلے خواب میں اذان سکھائی گئی اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اذان کے بارے میں وحی کی گئی، اس سے مقصود یہ تھا کہ اذان کے بارے میں اس موافقت کی وجہ سے صحابہ کرام کو خوشی حاصل ہو اور یہ ان سے منقول ہو ورنہ درحقیقت اذان کا حکم ایک شرعی حکم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے سوا دوسروں کے خواب سے ثابت نہیں ہوسکتا۔12

وحی سے اذان کی مشروعیت پر دوسری حدیث

12/981- عبید بن عمر لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خواب بیان کرنے

آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ (میرے خواب دیکھنے سے پہلے) وحی آچکی ہے چنانچہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خواب سے پہلے اذان کے بارے میں وحی آچکی ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے مراسیل میں کی ہے اور عبدالرزاق نے بھی اپنی مصنف میں اس کی روایت کی ہے۔)

تکبیر اذان کی طرح ہونے کا ثبوت

13/982- اسود بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تکبیر کہا کرتے تھے، اور اس کو کس طرح ختم کرتے تھے؟ ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں تکبیر کے الفاظ دو دو دفعہ اذان کی طرح کہا کرتا تھا اور تکبیر لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پر ختم کرتا تھا۔

(اس کی روایت ابوشیخ نے کی ہے۔)

اذان میں ترجیع نہ ہونے کا ثبوت

امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ

14/983- طبرانی نے الاوسط میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان کے ایک ایک کلمہ کو "اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ" سے شروع فرما کر آخر تک سکھائے ہیں اور اس میں ابومحذورہ رضی اللہ عنہ نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا ہے۔

ف: ترجیع یہ ہے کہ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کو پست آواز سے ادا کرے پھر اس کے بعد یہی الفاظ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کو بلند آواز سے کہے ترجیع اسی کو کہتے ہیں اور یہ ترجیع احناف

کے پاس جائز نہیں ہے جس کی تائید ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے اور اسی طرح حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما کی اذان سے بھی ترجیع ثابت نہیں ۔(شرح وقایہ، عمدۃ الرعایۃ، ہدایہ اور مرقات ۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کا ثبوت

15/984- عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے عہد مبارک میں) اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو تھے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

16/985- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو ادا کرتے تھے۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث

17/986- عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اذان اور اقامت کے الفاظ دو دو ہوتے تھے۔

(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

تکبیر اور اذان کے الفاظ دو دو ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

18/987- اسود رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ اذان کے الفاظ کو دو دو مرتبہ ادا کرتے تھے اور اقامت کے الفاظ کو بھی دو دو دفعہ ادا کرتے تھے۔

(اس کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور دارقطنی نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودوہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

19/988- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ثوبان رضی اللہ عنہ اذان کے کلمے دودوبارادا کرتے تھے اورا قامت کے کلمے بھی دودودفعہ کہتے تھے۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر اوراذان کے الفاظ دودوہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

20/989- عبدالعزیز بن رفیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کواذان دیتے ہوئے سنا ہے کہ وہ اذان کے الفاظ کودودودفعہ کہتے تھے اورا قامت کے الفاظ بھی دودودفعہ ادا کرتے تھے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر کے سترہ کلمات ہونے کا ثبوت

21/990- مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن محیریز رضی اللہ عنہ نے ان کو حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے سترہ کلمے سکھائے ہیں۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر کے الفاظ ایک ایک کردیئے جانے کی وجہ

22/991- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اقامت کے بارے میں کہا ہے کہ اقامت کے الفاظ کو جوایک ایک دفعہ کہتے ہیں یہ ایسی چیز ہے جس کوامراء نے اپنی آسانی کیلئے جاری کردیا ہے، (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

ف: امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں وضاحت کی ہے کہ ابوالفرح کا قول ہے کہ اقامت کے الفاظ دودومرتبہ کہے جاتے تھے لیکن جب بنواُمیہ کی حکومت آئی توان لوگوں نے اقامت کے الفاظ کو ایک ایک مرتبہ جاری کردیا۔

23/992- چنانچہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ان بادشاہوں کی حکومت آنے تک اقامت بھی اذان کی طرح تھی لیکن جب یہ بادشاہ نماز کیلئے نکلتے تو نماز جلد شروع کرنے کی غرض سے اقامت کے الفاظ کو ایک ایک دفعہ کر دیا۔ (زیلعی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

فجر کی اذان میں ''الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومُ'' کے اضافہ کا بیان

24/993- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صبح صادق کی اطلاع دینے کے واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سویا ہوا پائے، انہوں نے دو دفعہ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومُ'' (نماز نیند سے بہتر ہے) پکارا، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) تمہارے یہ الفاظ بہت اچھے ہیں تم ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومُ'' کو صبح کی اذان میں کہا کرو۔

(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

فجر کی اذان میں الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمُ کہنے کا ثبوت

25/994- ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتا تھا اور فجر کی اذان میں ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ'' کے بعد ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومُ، الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ . لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہا کرتا تھا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

فجر کی اذان میں الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومِ کہنا سنت ہے

26/995- ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یہ سنت ہے کہ مؤذن اذان فجر میں ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحُ'' (کے بعد) ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّومُ'' کہے۔

(اس کی روایت بیہقی اور ابن خزیمہ نے کی ہے۔)

تثویب، یعنی اذان اور اقامت کے درمیان نماز کیلئے بلانے کا ثبوت

27/996-ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز صبح کیلئے، نکلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کسی کے پاس سے گذرتے گئے تو اس کو ''اَلصَّلٰوۃُ'' کہہ کر آواز دیتے گئے یا قدم مبارک سے ہلا کر جگاتے گئے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے تثویب کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ نقایہ میں لکھا ہے کہ تثویب یہ ہے کہ ہر شہر والوں کے عرف کے موافق جو بھی لفظ مقرر کیا جائے اس کے ذریعہ سے اذان اور اقامت کے درمیان نماز کا اعلان کیا جائے اس لئے تثویب ہر نماز میں ہمارے پاس مستحب ہے کیونکہ امور دینیہ کی ادائی میں لوگوں میں سستی پیدا ہو چکی ہے البتہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تثویب کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے۔12

اذان اور تکبیر کے احکام

28/997- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال (رضی اللہ عنہ) سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اذان دیا کرو تو اذان کے کلمات کو ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا کہا کرو اور جب اقامت کہا کرو تو اقامت کے الفاظ کو جلد جلد ادا کیا کرو اور اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ دیا کرو کہ کھانا کھانے والا کھانے سے اور پانی پینے والا پانی پینے سے فارغ ہو جائے اور جو قضاء حاجت کو گیا ہو اس سے فارغ ہو کر آسکے اور جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو اس وقت تک نماز کیلئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

29/998- اور ابن ابی شیبہ نے حماد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کہے اور امام (تکبیر تحریمہ کے لئے) ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے۔

ف: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو نماز

کیلئے کھڑے نہ ہوا کرو،اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارک سے مؤذن کی اقامت شروع کردینے کے بعد نکلتے تھے اور مؤذن جب ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ'' کہتا تو آپ مسجد کے محراب میں آجاتے ،اسی لئے ہمارے ائمہ نے کہا ہے کہ امام اور مقتدی سب'' حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃُ '' کے وقت کھڑے ہوجائیں اور امام ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ'' کے وقت نماز شروع کردے۔یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اقامت سے فراغت کے بعد نماز شروع کی جائے۔

'' خلاصہ''میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر ہے اس لئے ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ '' پرنماز شروع کی جائے۔

واضح ہوکہ نماز شروع کرنے کے بارے میں ہمارے ائمہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا تعلق استحباب سے ہے کہ ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃ'' کے وقت نماز شروع کرنا مستحب ہے یا اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز کا شروع کرنا مستحب ہے؟ ورنہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز کا شروع کرنا سب کے پاس بالاتفاق جائز ہے۔چنانچہ خزانہ میں مذکور ہے کہ اگر امام نے نماز شروع نہیں کی یہاں تک کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہوگیا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔یہاں خزانہ کی عبارت ختم ہوئی)اور جمہور کا اتفاق امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے کہ مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کے بعد نماز شروع کی جائے ، کیوں کہ اس صورت میں مؤذن کو بھی نماز امام کے ساتھ ابتداء ہی سے مل جاتی ہے اور اسی پر اہل حرمین کا عمل ہے۔وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔

البتہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ امام نماز شروع کرنے میں اتنی تاخیر کرے کہ مؤذن اقامت سے فارغ ہوجائے اور صفیں درست کرلی جائیں۔(ماخوذ از:مرقاۃ وشرح نقایہ۔)

جواذان دے اسی کا اقامت کہنا افضل ہے ضروری نہیں ہے

30/999- زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں فجر کی اذان کہوں میں نے اذان کہی بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا اردہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدائی قبیلہ والے نے اذان

دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہے۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو اذان دے وہی اقامت کہے، اِس بارے میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر اذان دینے والے کی رضامندی سے دوسرا شخص اقامت کہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان دینے والے کے سوا اگر دوسرا اقامت کہے تو اس کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے لیکن اذان دینے والا حاضر نہ ہو تو متفقہ طور پر کسی امام کے پاس بھی دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ نہیں ہے، ہمارے پاس بھی افضل یہی ہے کہ اذان دینے والا ہی اقامت کہے، علاوہ ازیں اذان دینے والے کے سوا دوسرے کی اقامت جو ہمارے پاس جائز ہے، اس کی تائید میں ذیل کی حدیثیں ملاحظہ کیجئے۔ (ردالمحتار، شرح وقایہ۔)

ایک اذان دے تو اس کی رضامندی سے دوسرے کی تکبیر کہنے کا ثبوت

31/1000- محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی بجائے کئی چیزوں کے انتظام کا ارادہ فرمایا تھا مگر ابھی کوئی چیز طے نہیں پائی تھی، راوی نے کہا کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اذان کے بارے میں خواب دکھائی دیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خواب سنایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بلال (رضی اللہ عنہ) کو اذان سکھاتے جاؤ تو عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ کو اذان سکھاتے گئے اور بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے گئے، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور میں ہی اذان دینا چاہتا ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اذان تو بلال رضی اللہ عنہ کو دینے دو) اور تم اقامت کہو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح

ہونے کی دلیل ہے اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے اور 'حازمی' نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔)

ایک اذان دے تو اس کی رضامندی سے دوسرا تکبیر کہے اس کے ثبوت پر دوسری حدیث

32/1001- عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، اور وہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی اس کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

اذان کے وقت کلمے کی انگلیاں کانوں میں رکھنا سنت ہے

33/1002- عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد سعد بن عمار اپنے دادا سعد رضی اللہ عنہ سے' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان دیتے وقت اپنے دونوں کانوں میں اپنی دونوں انگلیاں رکھا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کانوں میں انگلیوں کا رکھنا تمہاری بلند آوازی کا باعث ہوگا۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ دو انگلیوں سے مراد کلمہ کی دو انگلیاں ہیں جن کو اذان کے وقت کان میں رکھنے کا حکم ہے۔12

بلند مقام پر اذان دیا کرنے کا اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد فجر کی اذان کہنے کا ثبوت

34/1003- عروۃ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، اور وہ بنی النجار کی ایک خاتون سے

روایت کرتے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میرا گھر مسجد کے اطراف کے گھروں میں سب سے زیادہ بلند تھا بلال رضی اللہ عنہ اس گھر پر چڑھ کر فجر کی اذان دیا کرتے تھے اور وہ آخری شب میں آجاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر صبح صادق کے طلوع ہونے کو دیکھتے رہتے اور جب صبح صادق کو دیکھتے تو انگڑائی لیتے پھر یہ دعا مانگتے: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحمَدُکَ وَاَستَعِینُکَ عَلٰی قُرَیْشٍ اَنْ یُّقِیمُوْا دِیْنَکَ''.

(اے اللہ میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور قریش کیلئے تیری مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں) وہ کہتی ہیں کہ پھر وہ اذان دیتے، وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ خدا کی قسم مجھے یاد نہیں پڑتا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے کسی ایک شب میں بھی یہ دعا نہ پڑھی ہو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے، اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث سے منارہ پر اذان دینے کا ثبوت ملتا ہے۔ (اور اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔)

اذان دینے اور امامت کرنے کے مستحق کون ہیں

35/1004- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری اذان وہ لوگ دیا کریں جو تم میں نہایت نیک ہوں اور تمہاری امامت وہ کریں جو سب سے زیادہ علم والے ہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

باوضوء اور کھڑے ہو کر اذان کہنا مستحب ہے

36/1005- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اذان کیلئے افضل اور سنت یہ ہے کہ باوضوء شخص ہی اذان دے اور یہ کہ اذان دینے والا کھڑا ہو کر ہی اذان کہے۔

(اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

باوضوء اذان کہنا مستحب ہے

37/1006- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باوضوء شخص ہی اذان دیا کرے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔)

ف: ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باوضوء شخص کا اذان دینا مستحب ہے اور اذان کیلئے وضوء ضروری نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قرآن کو جو عظمت میں اذان سے زیادہ ہے بغیر ہاتھ لگائے ہوئے بغیر وضوء پڑھ سکتے ہیں تو اذان جو عظمت میں قرآن سے کم ہے بغیر وضوء اذان دینا کس طرح ناجائز ہوگا، اس لئے جن روایتوں سے باوضوء اذان دینا ثابت ہوتا ہے ان سے اذان باوضوء دینا مستحب قرار پائے گا، (اس کی تائید ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کی آنے والی روایت سے ہوتی ہے)۔ (یہ تعلیق ''اعلاء السنن'' میں مذکور ہے۔)

بغیر وضوء اذان دینا جائز ہے

38/1007- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اگر مؤذن بلا وضوء اذان دے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے،) اور امام محمد نے کہا ہے کہ ہم ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے اس قول کو اختیار کرتے ہیں اور بلا وضوء اذان دینے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے البتہ ہم جُنُبی کے اذان دینے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

اذان اور اقامت کے کلمات کے آخرِ حرف کو ساکن پڑھنا

39/1008- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اذان جزم ہے اور تکبیر جزم ہے اور سلام جزم ہے اور قرآن جزم ہے (یعنی اذان کے جملہ کے آخر کو سکون سے پڑھے اور تکبیر میں بھی اسی طرح اور سلام میں بھی اسی طرح آخر کلمہ کو سکون سے پڑھے اور قرآن میں بھی جہاں آیت ختم ہوتی ہے وہاں وقف کر کے پڑھے)۔

(اس کی روایت سعید بن منصور نے کی ہے۔)

اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے

40/1009- ابوالشعثاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم مسجد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں مؤذن نے اذان دی ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ شخص مسجد سے باہر ہو گیا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص نے حضور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے (اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ مسجد میں اذان سننے کے بعد بغیر نماز پڑھے مسجد سے جانا نہیں چاہئے، اور اس نے ایسا نہیں کیا ہے، اس لئے یہ نافرمانی ہے۔)

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور مسلم، نسائی اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کے بعد مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانے کی وعید

41/1010- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد کے اندر ہے اور اذان ہوئی پھر وہ شخص مسجد سے نکل گیا اور کسی ضروری کام کیلئے نہیں نکلا اور وہ دوبارہ مسجد میں واپس ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ منافق ہے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

(5/24) بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ
وَ اَفْضَلِيَّةِ الْاِمَامَةِ وَاِجَابَةِ الْمُؤَذِّنِ

(یہ باب اذان کی فضیلت اور امام کے مؤذن پر افضل ہونے اور مؤذن کے کلمات کا جواب دینے کے بیان میں)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: "وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا"۔

اور ارشاد باری تعالٰی ہے (سورۂ حٰمٓ السجدہ، پ:24، ع:5، آیت نمبر:33، میں) اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

مؤذن کی ذمہ داریوں کا بیان

1/1011- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے دو چیزوں کی ذمہ داری مؤذن کی گردن پر ہے: (1) ایک تو مسلمانوں کے روزوں کی ذمہ داری اور (2) دوسرے مسلمانوں کے نمازوں کی ذمہ داری (اس لئے مؤذن کو چاہئے کہ صحیح وقت اذان دے تاکہ نماز اور روزوں میں خلل نہ ہو)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اذان دینے والے کی فضیلت

2/1012- معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز گردن (یعنی شاندار) ہوں گے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان کی فضیلت اوراس سے شیطان کا بھاگنا

3/1013- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب نماز کیلئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اذان نہ سننے کی غرض سے گوز مارتے ہوئے یعنی ہوا چھوڑتے ہوئے پشت پھیر کر بھاگتا ہے اور جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس آتا ہے اور جب نماز کیلئے اقامت ہوتی ہے تو پھر بھاگتا ہے اور جب اقامت ختم ہوجاتی ہے تو پھر واپس آکر نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، اور فلاں بات یاد کرو اور وہ وہ باتیں یاد دلاتا رہتا ہے جو اسے پہلے یاد نہ تھیں، بالآخر آدمی بھول جاتا ہے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

اذان کی فضیلت اوراس سے شیطان کے بھاگنے پر دوسری حدیث

4/1014- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب شیطان نماز کی اذان سنتا ہے تو وہ بھاگتا ہوا روحا تک چلا جاتا ہے راوی کہتے ہیں کہ روحا مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان دینے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث

5/1015- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے خواہ جن ہو یا انسان یا کوئی اور چیز مؤذن کی اذان سنی ہو تو یہ سب قیامت کے دن مؤذن کیلئے گواہی دیں گے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

بلند آواز سے اذان دینے والے اور باجماعت نماز پڑھنے والے کی فضیلت

6/1016- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنی دور تک مؤذن کے اذان کی آواز پہنچتی ہے اتنی ہی اس کی بخشش ہوتی ہے (یعنی اگر گناہوں کا جسم فرض کیا جائے اور اتنے گناہ ہوں کہ جہاں تک آواز پہنچتی ہے اتنے حصے میں وہ بھر جاتے ہیں تو سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس لئے مؤذن کو چاہئے کہ بہ آواز بلند اپنی پوری قوت کے ساتھ اذان دیا کرے) اور مؤذن کے لئے ہر تر اور خشک شئے گواہی دے گی اور نماز باجماعت ادا کرنے والے کیلئے پچیس نمازوں کا ثواب لکھا جاتا ہے اور باجماعت نماز ادا کرنے والے کی دو باجماعت ادا کئے جانے والی نمازوں کے درمیانی اوقات کے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے اور نسائی نے ہر تر اور خشک کے ذکر تک روایت کرنے کے بعد ''وَلَـهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ صَلّٰی (یعنی مؤذن کو سب نمازیوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا) کا اضافہ کیا ہے۔

اخلاص کے ساتھ بغیر دکھاوے کے اذان دینے والے کی فضیلت

7/1017- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سات برس تک بغیر دکھاوے کے اللہ کی رضا جوئی اور ثواب کیلئے اذان دیتا رہا تو اس کیلئے جہنم کی آگ سے برأت یعنی نجات لکھ دی جاتی ہے۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت کہنے والے کی فضیلت

8/1018- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بارہ برس تک اذان دیتا رہا تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے، اور اذان

دینے کی وجہ سے اس کیلئے روزانہ ہر اذان پر ساٹھ نیکیاں اور اقامت کہنے کی وجہ سے ہر اقامت پر تیس (30) نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

قیامت کے دن تین شخص مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے

9/1019-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر رہیں گے (1) ایک وہ غلام جس نے اللہ کا حق ادا کیا اور اپنے مالک کا بھی حق ادا کیا اور (2) دوسرا وہ شخص جو لوگوں کی امامت کرتا رہا اور لوگ اس سے خوش رہے، اور (3) تیسرا وہ شخص جو دن رات پانچوں نمازوں کی اذان دیتا رہا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اذان کی فضیلت

10/1020-ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان دینے میں کیا فضیلت ہے تو (ہر شخص اذان دینا چاہتا اس لئے) اذان دینے کیلئے تلواریں لے کر لڑ پڑتے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

دارالکفر میں اذان کی آواز سنائی دے تو حملہ کرنا جائز نہیں

11/1021-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جس کسی قوم پر حملہ کرتے تو) صبح صادق طلوع ہونے کے بعد حملہ کیا کرتے اور اذان کی طرف کان لگائے منتظر رہتے اگر وہاں سے اذان سنائی دیتی تو رک جاتے ورنہ (اس بستی پر) حملہ کر دیتے تھے، ایک بار کسی شخص کے یہ الفاظ سنے ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ''تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' عَلَی الْفِطْرَۃِ'' یہ اسلام پر ہے (کیوں کہ مسلمان ہی اذان کہتے ہیں) پھر اس شخص نے ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ'' کہا (یعنی میں گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) کہا تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ (توحید کے اقرار سے) تم جہنم کی آگ سے نکل گئے ہو، صحابہ نے دیکھا تو وہ شخص بکریاں چرانے والا تھا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

امام کے افضل ہونے کا بیان

12/1022- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا کہ ہم میں سے ایک امیر ہو اور آپ (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہو تو ان کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو (اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ) وہ کون شخص ہے (جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے) ان سے سبقت کرنے کو پسند کرتا ہے، سب نے بیک زبان کہا کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف(1): امام ابن الہمام رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہمارے پاس اذان دینے سے امامت کرنا افضل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کرنے پر مداومت فرمائی ہے اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی امامت کرنے کی ہمیشہ پابندی کی ہے۔

ف(2): واضح ہو کہ ہمارے پاس اذان دینے سے امامت کرنا افضل ہے، اس کے برخلاف امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امامت سے اذان دینا افضل ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان کی فضیلت پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ "اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ .اَللّٰھُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ" امام ضامن ہے۔ (کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت امام کی صحت نماز پر منحصر ہے) اور مؤذن امانت دار ہے۔ (کہ لوگ نمازوں کے پڑھنے اور روزوں کے افطار میں مؤذن پر اعتماد کرتے ہیں) اے اللہ اماموں کو علم وعمل کی ہدایت فرما اور مؤذنوں کو بخش دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ امین کی حالت ضامن کی حالت

سے افضل ہوتی ہے،اس لئے امام پر مؤذن کو فضیلت حاصل ہے،لیکن اس حدیث کے بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے امام اور مؤذن میں کسی کی افضلیت ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کے حال کو بیان فرما کر ہر دو کیلئے دعائے خیر فرمائی ہے۔(اشعۃ اللمعات کی عبارت ختم ہوئی)

اگر اس حدیث سے کسی ایک کی فضیلت ظاہر کرنا مقصود ہے تو درحقیقت امام ہی کی فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ مؤذن تو صرف اوقات نماز پر امین ہے حالانکہ امام ارکان نماز کا ضامن ہوتا ہے، نیز امام بوقت دعاء مقتدیوں اور پروردگار کے درمیان سفارت اور واسطہ کا کام دیتا ہے، یہ کہاں اور وہ کہاں؟ امام افضل کیوں نہ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور مؤذن بلال رضی اللہ عنہ کا جانشین ہے،اس سے بخوبی ظاہر ہے کہ امام اور مؤذن میں افضل کون ہے؟ علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اماموں کیلئے راہِ حق پر قائم رہنے کی دعا فرمائی ہے اور مؤذنین کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی ہے، واضح ہو کہ راہِ حق پر قائم رہنے کی دعا مغفرت کی دعا سے اعلیٰ وارفع ہے کیوں کہ مغفرت کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ گناہ سرزد ہوئے ہیں اور ان کی بخشش کی دعا کی جارہی ہے اس کے برخلاف راہِ حق پر قائم رہنے کا تقاضہ مقصد کو پالینا ہے۔(یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

امامت کے افضل ہونے کی تائید میں اور حدیثیں ہیں جو ذیل میں آرہی ہیں۔

امام کے افضل ہونے پر دوسری حدیث

13/1023- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تمام لوگوں میں افضل امام ہے اور امام کے بعد مؤذن ہے اور ان دونوں کے بعد وہ شخص ہے جو امام کی سیدھی جانب ہو۔(اس کی روایت دیلمی نے اپنی مسند میں کی ہے۔)

امامت کے مستحق کون ہیں؟

14/1024- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے

ہوئے دیکھا ہے اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اذان دے پھر تم میں سے (جو علم میں یا عمر میں) سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: مرقات میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے امامت کی اذان پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اذان دینے والے کیلئے کسی قسم کی شرط نہیں لگائی گئی اس کے برخلاف امام کیلئے بڑے ہونے کی شرط لگائی گئی ہے اور یہ امامت کے افضل ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔12

امام کے افضل ہونے پر تیسری حدیث

15/1025-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رحمت سب سے پہلے امام پر نازل ہوتی ہے، پھر اس شخص پر نازل ہوتی جو امام کے سیدھے جانب (قریب ہونے میں) اول ہے، پھر اس کے بعد جو اول ہے اسی لحاظ سے رحمت نازل ہوتی جاتی ہے۔ (اس کی روایت ابوالشیخ نے کی ہے۔)

امام کے افضل ہونے پر چوتھی حدیث

16/1026-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان لوگوں کو امام بنایا کرو جو تم میں سب سے اچھے ہوں اس لئے کہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان نمائندے ہوتے ہیں۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور بیہقی نے سنن میں اور طبرانی نے کبیر میں اسی طرح روایت کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت

17/1027-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بلال رضی اللہ عنہ اٹھ کر اذان دینے لگے، جب بلال رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص (مؤذن کی طرح) یقین کے ساتھ اذان کے ہر کلمہ کا جواب دیتا جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر دوسری حدیث

18/1028- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک اذان دینے والے ہم پر فضیلت رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی جس طرح موذن کہتے ہیں کہا کرو اور جب تم اذان کے جواب سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو تمہاری دعا قبول ہوگی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان کے کلمات کا جواب دینے کی فضیلت پر تیسری حدیث

19/1029- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اذان دینے والے اور اذان کا جواب دینے والے اپنی اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے کہ مؤذن اذان دے رہا ہوگا اور جواب دینے والا جواب دے رہا ہوگا۔

(اس کی روایت طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

اذان سننے والا وہی الفاظ دہرائے جو مؤذن کہتا ہے، پھر درود پڑھے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مقام وسیلہ کی دعاء کرے

20/1030- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو تم بھی مؤذن کی طرح کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لئے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس ایک درود کے بدلے اس پر دس دفعہ رحمت بھیجتے ہیں پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ ملنے کی دعاء کرو، کیوں کہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی ایک ہی کیلئے مخصوص ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا (جس کو مقام وسیلہ ملے گا) تو جو شخص میرے لئے مقام وسیلہ کے ملنے کی دعاء کرے گا اس کیلئے میری شفاعت لازم ہوگی۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ تم بھی اسی طرح کہو جو مؤذن کہتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اذان سننے والے پر واجب ہے کہ مؤذن جن الفاظ کو ادا کرے، جواب دینے والا بھی انہی الفاظ کو جواب میں ادا کرتا جائے لیکن امام حلوانی نے کہا ہے کہ مؤذن کا جواب دینا زبان سے مستحب ہے اور واجب یہ ہے کہ اذان سنتے ہی مسجد کی طرف چلے تا کہ جماعت فوت نہ ہو۔ اگر اذان سن کر مسجد کو نہ جائے تو ترک واجب سے گنہگار ہوگا۔

(یہ درمختار میں مذکور ہے اور درمختار میں اس جگہ اور بھی تفصیل ہے۔(جس کی تشریح ردالمحتار میں کی گئی ہے۔)

اذان میں ”حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة“ اور ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاح“ کا جواب

21/1031- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مؤذن ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہے تو سننے والا (مؤذن کے جواب میں) ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ“ کہے، پھر مؤذن ”اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہے تو یہ شخص بھی (اس کے جواب میں) ”اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کہے، پھر مؤذن ”اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه“ کہے تو یہ بھی ”اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه“ کہے پھر مؤذن ”حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة“ کہے تو یہ ”

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه ''کہے، پھرمؤذن ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کہےتو یہ ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہے، پھرمؤذن ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہےتو یہ بھی ''اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ'' کہے، پھر مؤذن ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہےتو یہ شخص بھی ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' کہےاورسب کا جواب صدق دل سے دےتو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف(1): علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اذان کے تمام کلمات ایک ایک بار مذکور ہیں جو بغرض تعلیم اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں ورنہ جیسے اوپر گذر چکا ہے اذان کے یہ سب کلمات دودو بار ہیں۔

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' ان ہر دو کلمات کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہیں۔

عمدۃ المفتی میں لکھا ہے کہ ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' ان ہر دو کلمات کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کےساتھ ''مَاشَاءَ اللّٰهُ کَانَ'' اضافہ کریں اور ''کافی'' میں ان دونوں چیزوں میں اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کے جواب میں صرف ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' پڑھیں یا صرف ''مَاشَاءَ اللّٰهُ کَانَ'' پڑھیں، البتہ ''محیط'' میں تفصیل ہے کہ ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' سُن کر ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہے اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' پر ''مَاشَاءَ اللّٰهُ کَانَ'' کہے (اسماعیل) لیکن قول مختار قول اول ہے کہ ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' ان کلمات میں سے ہر ایک کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' اور ''مَاشَاءَ اللّٰهُ کَانَ'' کو جمع کرے (نوح آفندی) یہ ردالمختار میں مذکور ہے۔12

اذان میں ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ'' اور ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاح'' کے جواب پر

دوسری حدیث

22/1032- علقمہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں معاویہ

رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ ان کے مؤذن نے اذان دی، معاویہ رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے گئے جس طرح مؤذن نے کہا، یہاں تک کہ جب مؤذن نے ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة'' کہا تو انہوں نے ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' کہا اور جب مؤذن نے ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح'' کہا تو انہوں نے ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم'' کہا اور اس کے بعد مؤذن نے جس طرح کہا اسی طرح کہہ کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کے جواب میں اسی طرح کہتے ہوئے سنا ہے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

اذان میں شہادتین کے جواب کا ایک اور طریقہ

23/1033- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنتے کہ وہ ''اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' اور ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه'' کہہ رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ''وَاَنَا وَاَنَا'' (یعنی جیسے تم گواہی دے رہے ہو، میں بھی ایسی ہی توحید اور رسالت دونوں کی گواہی دیتا ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اَنَا'' کو مکرر ارشاد فرمایا ہے)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

تکبیر اور '' قَدْقَامَتِ الصَّلٰوة '' کے جواب کا طریقہ

24/1034- ابوامامہ رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی صحابی سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کیا جب بلال رضی اللہ عنہ ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوة'' پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وَاَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا'' یعنی اللہ تعالیٰ نماز کو قائم رکھے اور اس کو ہمیشہ رکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیہ الفاظ اقامت کا جواب اسی طرح ادا فرمایا؛ جس طرح عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہوئی حدیث (حدیث نمبر: 21/1031) میں اذان کا جواب دیا گیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت کے الفاظ

کومؤذن نے جس طرح کہے آپ نے بھی اسی طرح ادافرمائے البتہ ''حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة '' اور ''حَيَّ عَلَى الْفَلَاح'' کے جواب میں ''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه '' فرمایا اور ''قَدْقَامَتِ الصَّلٰوة'' کے جواب میں ''اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا'' ارشادفرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر کے کلمات کا جواب بھی اسی طرح دینا چاہیئے جس طرح اذان کے کلمات کا جواب دیا جاتا ہے۔)(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

اذان کے بعد کی دعاء

25/1035- سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص مؤذن کی اذان سن کر ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْکَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلاً وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا ''یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے جو یکتا ہے اور جس کا شریک کوئی نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے راضی ہوں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر راضی ہوں اور اپنا دین اسلام ہونے سے راضی ہوں۔ اذان سن کر اس طرح کہنے والے کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اذان اور اقامت کے درمیان دعا کی قبولیت

26/1036- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعاء رد نہیں ہوتی۔ (یعنی ضرور قبول ہوتی ہے)۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

قبولیت دعا کے اوقات

27/1037- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو وقت ایسے ہیں جن میں دعائیں رد نہیں ہوتیں، یا یہ فرمایا کہ بہت کم رد کی جاتی ہیں، ایک اذان کے وقت کی دعاء دوسرے جہاد کے وقت کی دعاء جب ایک دوسرے سے گتھ جاتے ہیں، یا یہ فرمایا بارش میں بھیگتے وقت کی دعاء۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

28/1038- اور دارمی نے بھی اس کی روایت کی ہے لیکن دارمی نے بارش میں بھیگتے وقت کی دعا کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اذان کے بعد کی دوسری دعا

29/1039- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص (پوری) اذان سنے اور اس کا جواب دینے کے بعد یہ دعاء پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَيِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ".

اے اللہ! اے ہمارے پروردگار، سب بلاؤوں سے نماز کا بلاوا اکمل ہے اور اے موجودہ نماز کے مالک جس کی اذان دی جارہی ہے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو مقام محمود عطا کر (جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے) تو اس دعا کے پڑھنے والے کیلئے قیامت کے دن میری شفاعت ضرور ہوگی۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اذان مغرب کے وقت دعا کرنے کا حکم

30/1040- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہم

اذان مغرب کے وقت دعاء کیا کریں۔(اس کی روایت بیہقی نے الدعوات الکبیر میں ہے۔)

اذان مغرب کے وقت دعاء کرنے کی دوسری حدیث

31/1041-ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذانِ مغرب کے وقت اس دعاء کی تعلیم دی ہے،''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِکَ، فَاغْفِرْلِیْ''.

اے اللہ! یہ وقت تیری رات کی آمد کا ہے اور تیرے دن کے رخصت کا اور تیری اذان دینے والوں کی اذان کا وقت ہے پس تو مجھے بخش دے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور بیہقی نے الدعوات الکبیر میں بھی اس کی روایت کی ہے۔)

مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنا مکروہ ہے

32/1042-ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر دو اذان یعنی اذان اور اقامت کے درمیان (کم سے کم) دو رکعت ہیں، سوائے نمازِ مغرب کے یعنی نمازِ مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان کوئی نماز نہیں ہے)۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس کی سند معتبر ہے۔)

33/1043-اور بزار نے بھی بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

34/1044-اور ایک روایت میں''رَکْعَتَیْنِ مَاخَلَا''کے بجائے''صَلَاۃٌ اِلَّا''کے الفاظ ہیں۔

ف: اذان اور اقامت کے درمیان بجز نماز مغرب ہر نماز کیلئے سنتیں ہیں، اسی حدیث کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نفل نماز کو مکروہ قرار دیا ہے۔

(یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

اذان کہنے پر اُجرت لینے کا بیان

35/1045- عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے میری قوم کا امام بنا دیجئے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے امام ہو اور تم ان میں سب سے ضعیف کا لحاظ کیا کرو، اور ایک ایسے شخص کو مؤذن بنالو جو اذان پر اُجرت نہ لیتا ہو۔ (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

اذان کہنے پر اُجرت لینا جائز ہونے کا بیان

36/1046- ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو اذان سکھاتے گئے اور میں اذان دیتا گیا، پھر جب میں اذان دینے سے فارغ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی عطا فرمائی جس میں کچھ چاندی تھی۔

(اس کی روایت ابن حبان نے کی ہے، اور باب کا عنوان اذان پر اُجرت لینے کا جواز رکھا ہے۔ اور اس کی روایت نسائی نے بھی کی ہے۔)

ف: علماء نے اذان، اقامت اور امامت پر اُجرت لینے کے بارے میں اختلاف کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اذان، اقامت اور امامت پر اُجرت لینا مکروہ قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے شاگردوں نے بھی ان پر اجرت لینا ممنوع قرار دیا ہے اور اس پر عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایسے شخص کو مؤذن بناؤ جو اذان دینے پر اجرت نہ لیتا ہو یہ متقدمین احناف کا قول ہے لیکن متاخرین احناف نے اجرت کے جائز ہونے پر فتویٰ دیا ہے اور ابن حبان کی اس حدیث سے جو ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، استدلال کرتے ہیں۔ (اس مسئلہ کی تفصیل بذل المجھود میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔) 12

بغیر عوض ثواب کے لئے اذان دینے والے کی فضیلت

37/1047- ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ثواب کا طالب مؤذن (جو اجرت نہ لیتا ہو) اس کی مثال ایسے شہید کی ہے جو اپنے خون میں لت پت ہو، اور جب وہ مرجائے گا تو قبر میں اس کے بدن میں کیڑے نہیں پڑیں گے۔(اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں کی ہے۔)

جنگل میں اذان دے کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت

38/1048- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب اس بکریاں چرانے والے پر تعجب کرتا ہے جو کسی پہاڑ کی چوٹی کے کسی بلند حصہ پر نماز کیلئے اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اذان دیتا ہے اور نماز قائم کرتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اپنے اس بندہ کے گناہوں کو بخش دیا اور اس کو جنت میں داخل کردیا۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

جنگل میں اذان و اقامت کہہ کر نماز پڑھنے والے کی فضیلت

39/1049- سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی جنگل میں ہو اور نماز کا وقت آجائے تو وہ وضوء کرلے اور اگر پانی نہ ملا تو تیمّم کرلے، اگر اس نے (صرف) اقامت کہی ہے تو اس کے ساتھ دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر اس نے اذان و اقامت کہی ہے تو اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی فوج نماز پڑھتی ہے جس کے اول و آخر کے دونوں سرے دکھائی نہیں دے سکتے۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے اور یہ ایسی حدیث ہے جس کی سند کے راوی صحاح کے راوی ہیں۔)

(6/25) بَابٌ

ف: ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اذان کے متعلق جو کچھ گذرا ہے یہ باب ان چیزوں کا تتمہ ہے۔

صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت

1/1050- بلال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک فجر کی روشنی اس طرح ظاہر نہ ہوجائے اذان مت دیا کرو، اس طرح فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو آسمان کی طرف عرض میں پھیلایا۔

(اس کی روایت ابوداوٗد نے کی ہے اور ابوداوٗد نے اس حدیث کو ضعیف نہیں قرار دیا اور بیہقی نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔ الامام میں کہا ہے کہ اس سند کے راوی سب ثقہ ہیں۔)

2/1051- عبدالعزیز بن ابی رواد کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے اذان دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوئے۔

ف(1): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب تک صبح صادق نہ ہو فجر کی اذان نہ دیا کرو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں ہے۔12

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو فجر کی اذان نہ دیا کرو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی نماز کی اذان اس کے وقت کے شروع ہونے سے پہلے نہ دی جائے اور اگر وقت سے پہلے اذان دی گئی ہے تو وقت شروع ہونے پر اس کا اعادہ کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان جماعت کی اطلاع کیلئے دی جاتی ہے اور وقت سے پہلے اذان دینے سے اذان کی جو غرض ہے کہ جماعت کے وقت سے مطلع کیا

جائے، وہ غرض حاصل نہیں ہوئی تو گویا وقت سے پہلے اذان دینا جماعت کے وقت سے بے خبر رکھنا ہوا، البتہ فجر کی اذان کے بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رات کے نصف آخر میں فجر کی اذان جائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، کیوں کہ اس پر اہل حرمین کا نسلاً بعد نسلٍ عمل درآمد ہے لیکن یہ حدیث سب پر حجت ہے یہ ہدایہ سے ماخوذ ہے اور نہایہ میں مذکور ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث میں "لَایَغُرَّنَّکَ اَذَانُ بِلَالٍ" (یعنی تم کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان دھوکہ نہ دے) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ قبل از وقت اذان دیا کرتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی ہماری دلیل ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کے اذان کا اعتبار نہیں کیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ بلال رضی اللہ عنہ کے اذان کا ایسا اعتبار نہ کریں جیسا کہ وقت کے اندر کی اذان کا اعتبار کیا کرتے ہیں، جب ہی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان تم کو دھوکہ نہ دے، بلال رضی اللہ عنہ اس لئے اذان دیتے ہیں کہ شب میں عبادت کرنے والا عبادت کو ختم کردے، روزہ دار سحری کرے اور سونے والا نیند سے اٹھے اس لئے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے اذان شروع کرنے تک کھاتے پیتے رہو، کیوں کہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے اور جب تک لوگوں سے یہ نہ سن لیتے تھے کہ صبح صادق ہوچکی ہے اس وقت تک اذان نہیں دیا کرتے تھے۔12

صبح صادق سے پہلے فجر کی اذان دینے کی ممانعت پر دوسری حدیث

3/1052-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کس لئے تم نے صبح صادق سے پہلے اذان دی ہے؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نیند سے اونگھتا ہوا اٹھا اور گمان کیا کہ صبح صادق ہوگئی ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ اپنی طرف سے اس معذرت کا اعلان کرلیں کہ بندہ وقت معلوم کرنے سے بے خبر تھا اور نیند میں تھا۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے، اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں۔12

سفر میں اذان اورا قامت کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان

4/1053- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انھوں نے کہا کہ میں اور میرے ایک چچازاد بھائی ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سفر کو نکلو تو اذان دیا کرو اور اقامت کہا کرو اور تم دونوں میں سے جو بڑا ہے وہ امامت کیا کرے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اذان اورا قامت قضاء نمازوں کیلئے بھی کہنی چاہیئے

5/1054- بریدبن ابی مریم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں،ان کے والد نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک رات ہم چلتے رہے جب صبح قریب ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام پر اترے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آگئی اور ہم سب لوگ بھی سو گئے (سب سے پہلے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت بیدار ہوئے کہ آفتاب نکل چکا تھا اور دھوپ ہم پر گر رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا تو انھوں نے اذان دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے فرض سے پہلے دو رکعت سنت ادا فرمائی پھر حکم دیا تو مؤذن نے اقامت کہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرض پڑھائی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے قیامت تک جتنی چیزیں ہونے والی تھیں ہم کو سب بیان فرمائیں۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور اسی طرح ابوداؤد، حاکم، بزار، طبرانی اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

ف:اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قضاء نماز کیلئے بھی اذان اورا قامت دونوں کہی جائیں، یہی حنفی مذہب ہے، چنانچہ ہدایۃ میں مذکور ہے کہ قضاء نماز کے ادا کرتے وقت اذان دے اور اقامت بھی کہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس کے موقع پر نماز فجر کی قضاء اذان و

اقامت کے ساتھ ادا فرمائی ہے اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے، اس لئے کہ امام موصوف قضاء نمازوں کی ادائی میں صرف اقامت پر اکتفاء فرماتے ہیں۔12

مقتدی جماعت کیلئے کب کھڑے ہوں

6/1055- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم اِسی وقت اٹھو جب مجھے دیکھ لو کہ میں حجرے سے نکل گیا ہوں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: ذخیرہ میں ہے کہ اگر امام مسجد کے باہر ہو اور صفوں کے پیچھے سے مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو نمازی امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں اور درمختار کی عبارت یہ ہے کہ اگر امام سامنے سے مسجد میں داخل ہو رہا ہے تو امام پر نگاہ پڑتے ہی مقتدی کھڑے ہو جائیں۔12

مقتدی کے جماعت میں آکر شریک ہونے کا طریقہ

7/1056- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کی اقامت ہو جائے تو نماز کیلئے دوڑتے ہوئے مت آیا کرو، بلکہ معمولی رفتار سے اطمینان کے ساتھ آؤ اور جو کچھ نماز تم کو مل جائے اُسے جماعت سے پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے بعد میں اس کی قضاء کر لو۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے۔)

8/1057- اور ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

9/1058- اور ابن حزم نے بھی سند صحیح سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

10/1059- اور بیہقی نے سند معتبر کے ساتھ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

11/1060- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب تم میں کوئی شخص نماز کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ اس وقت نماز ہی میں ہوتا ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جب تک تم صف میں نہ پہنچ جاؤ

اور صف میں نہ کھڑے ہو جاؤ تب تک ہرگز رکوع کرنے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر جماعت میں شریک ہونے کی عجلت مت کیا کرو۔

ف(1):اس حدیث میں مذکور ہے" اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَاْتُوْهَا تَسْعَوْنَ"(جب نماز کی اقامت ہونے لگے تو تم نماز کیلئے دوڑتے ہوئے مت آیا کرو)واضح ہو کہ اقامت سن کر دوڑنے کی جو ممانعت یہاں وارد ہے وہ نہی تنزیہی ہے، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو اس حدیث کے بعد آرہی ہے اس سے جماعت کیلئے بغیر مشقت کے تیزی سے آنا ثابت ہو رہا ہے۔ (التعلیق المجد)12

ف(2):اس حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ "فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَافَاتَكُمْ فَاقْضُوْا" (جو کچھ نماز تم کو مل جائے اُسے جماعت کے ساتھ پڑھ لو اور جو باقی رہ جائے بعد میں اس کی قضاء کرلو۔)

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی شخص کو امام کے ساتھ ابتداء نماز سے جماعت میں شرکت کا موقع نہ مل سکا اور جماعت میں وہ ایسے وقت شریک ہوا جب کہ نماز کا کچھ حصہ ہو چکا تھا، ایسے شخص کو مسبوق کہتے ہیں، ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں دو طرح کے الفاظ وارد ہیں۔

(1)" وَمَافَاتَكُمْ فَاقْضُوْا" (نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ نہ ملنے سے فوت ہو گیا ہے اس کی قضاء کرلو۔)

دوسرے" وَمَافَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا "(نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ نہ ملنے سے فوت ہو گیا ہے اس کو تمام کرلو۔) ایک میں قضاء اور دوسرے میں اِتمام کا لفظ مذکور ہے، اب اِتمام اور قضاء کے معنی میں علماء کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ کیا ان دونوں لفظوں کا مطلب ایک ہے یا دونوں کے معنی الگ الگ ہیں؟۔

اس اختلاف کی بناء پر مسبوق کے متعلق یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ مسبوق جب سے امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہے تو امام کے ساتھ ادا کی ہوئی نماز مسبوق کی ابتداء ہوگی یا اُس کی آخری نماز ہوگی؟ اس بارے میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ مسبوق جہاں سے نماز میں شریک ہوا ہے وہاں سے اس کی نماز شروع ہوئی ہے، اس لئے یہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہوگا، اور یہ شخص امام کے نماز سے فارغ

ہونے کے بعد اپنی بقیہ نماز کی تکمیل کرے گا اور نماز کا وہ حصہ جس کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کررہا ہے، اس کی نماز کا آخری حصہ سمجھا جائے گا اور یہ بعد والی نماز جس کو یہ تنہا پڑھ رہا ہے امام کے ساتھ ادا شدہ نماز کا تتمہ کہلائے گی، یہ امام شافعی امام اسحاق اور امام اوزاعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ سے بھی ایک روایت میں اسی طرح منقول ہے اور ان سب حضرات نے حدیث کے الفاظ "وَمَا فَاتَكُمْ فَاَتِمُّوْا" سے استدلال کیا ہے اس لئے کہ اتمام کا تعلق ایسی شئے سے ہوتا ہے جس کی ابتداء پہلے سے ہو اور اس کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اس قول کی بناء پر امام کے بعد مسبوق کی جو نماز ادا ہورہی ہے وہ نماز کا آخری حصہ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مسبوق جہاں سے جماعت میں شریک ہوا ہے وہ مسبوق کی نماز کا آخری حصہ ہے جیسے کہ خود امام کی نماز کا آخری حصہ ہے، اس لئے یہ شخص امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد قضاء نماز جو ادا کرے گا، وہ اس کی نماز کے فوت شدہ ابتدائی حصہ کی قضاء ہوگی اور نماز کا وہ حصہ جس کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کررہا ہے اس کی نماز کا ابتدائی حصہ کہلائے گا جو قضاء ہوگیا تھا، اب وہ اس کو ادا کررہا ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت اسی طرح کی ہے۔ نیز حضرت سفیان، مجاہد اور ابن سیرین رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے، ابن بطلال نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید حضرات ابن مسعود ابن عمر، ابراہیم نخعی، شعبی اور ابوقلابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے ہوتی ہے اور اس قول ثانی کے قائلین نے ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "وَمَافَاتَكُمْ فَاقْضُوْا" سے استدلال کیا ہے اور امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب نے فَاَتِمُّوا سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مربوط ہوتی ہے اور اس سے جدا نہیں ہوسکتی، اس لئے امام کی نماز کا جو آخری حصہ ہے وہ مسبوق کی نماز کا بھی لازماً آخری حصہ متصور ہوگا ورنہ امام کی اقتداء کے منشاء کے خلاف ہوگا، اس بناء پر ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "فَاَتِمُّوْا" کو بمعنی "فَاقْضُوْا" اس طرح محمول کیا جائے گا کہ جس نے نماز کے فوت شدہ حصہ کی قضاء کی تو اس نے اپنی نماز کو تمام کرلیا یعنی مکمل کرلیا اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کے فوت شدہ حصہ کے باقی رہ جانے سے اس شخص کی نماز ناقص تھی اور اس شخص نے امام کے نماز ختم کرنے کے بعد نماز کے باقی حصہ کو ادا کرکے اپنی اس ناقص نماز کو تمام

کرلیا۔

(یہ عمدۃ القاری میں مذکور ہے)۔

اس کو مثال سے اس طرح سمجھئے: ایک شخص ظہر کی جماعت میں امام کے ساتھ ایسے وقت شریک ہوا جبکہ امام کی دو رکعتیں ہوچکی تھیں اور اس نے امام کے ساتھ آخری دو رکعتیں ادا کرلیں تو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کے لحاظ سے امام کے ساتھ اس نے آخری جو دو رکعتیں ادا کی ہیں اس کی پہلی دو رکعتیں ہوں گی اور اب وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو دو رکعتیں ادا کررہا ہے اس کی آخری دو رکعتیں ہیں کہ وہ ان دو رکعتوں سے اپنی نماز کو تمام کررہا ہے اس لئے وہ ان دونوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، ضم سورہ نہیں کرے گا، اس کے برخلاف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے لحاظ سے اس مسبوق نے امام کے ساتھ جو دو رکعتیں ادا کی ہیں وہ امام کی رکعتوں کی طرح اس کی بھی آخری دو رکعتیں ہیں اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد یہ جو دو فوت شدہ رکعتیں ادا کرے گا اس کی پہلی دو رکعتیں ہیں جو قضاء ہوگئی ہیں، جن کو یہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کررہا ہے اس وجہ سے وہ ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ بھی کرے گا اور جن حدیثوں میں "فَاقْضُوْا" کا ذکر ہے اس کی یہی تفصیل ہے۔12

مقتدی کے جماعت میں آکر شریک ہونے کے طریقہ پر دوسری حدیث

12/1061- نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بقیع کو گئے ہوئے تھے ان کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقامت کی آواز بقیع میں سنائی دی جس پر وہ وہاں سے تیزی سے آئے۔

(اس کی روایت امام محمد نے امام مالک سے کی ہے اور کہا ہے کہ شرکت نماز کیلئے تیز چل کر آنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ اپنے کو نہ تھکائے اور تکلیف نہ ہو۔)

(7/26) بَابُ الْمَسَاجِدِ وَ مَوَاضِعِ الصَّلٰوۃِ

(یہ باب مسجدوں اور نماز کی جگہوں کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ'' ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بقرہ، پ:1، ع:15، آیت نمبر:125، میں) ہمارے اس گھر (یعنی کعبہ) کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کیلئے خوب پاک وصاف رکھا کرو۔

وَقَوْلُهٗ: ''وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ'' اور قول باری تعالیٰ ہے (سورۂ بقرہ، پ:2، ع:2، آیت نمبر:150 میں) مسلمانو! تم جہاں کہیں ہوا کرو اپنا چہرہ (نماز میں مسجد حرام یعنی کعبہ، کی طرف رکھا کرو۔)

وَقَوْلُهٗ: ''اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ'' اور قول باری تعالیٰ ہے (سورہ آل عمران، پ:4، ع:10، آیت نمبر:96، میں) لوگوں کی (عبادت کیلئے) جو پہلا گھر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ یہی ہے جو شہر مکہ میں واقع ہے (جو) برکت والا اور دنیا بھر کے لوگوں کیلئے (موجب) ہدایت ہے۔

وَقَوْلُهٗ: ''فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ'' اور قول باری تعالیٰ ہے (سورۂ نور، پ:18، ع:5، آیت نمبر:36، میں) ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔ (مراد ان گھروں سے مسجدیں ہیں اور ان کا ادب یہ ہے کہ ان میں جنبی اور حائضہ داخل نہ ہوں۔)

وَقَوْلُهُ :"اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ "اورقول باری تعالیٰ ہے(سورۂ توبہ،پ:10،ع:3،آیت نمبر:18،میں)ہاں اللہ کی مسجدوں کوآباد کرناان لوگوں کا کام ہے جواللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں۔

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کا بیان

1/1062- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف فرما ہوئے،بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے،ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر نماز ادا کئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں،جب دوسرا دن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے،میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر نماز پڑھے ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں دو رکعت نماز پڑھے ہیں۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں دوسری حدیث

2/1063- عبدالرحمٰن بن زجاج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھا کہ اے ابا عثمان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوکر کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھے،شیبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیوں نہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو سامنے کے دوستونوں کے پاس دو رکعت نماز ادا فرمائے ہیں اور نماز کے بعد دونوں ستونوں سے اپنی پشت مبارک چمٹائے رہے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے،)

اورابویعلٰی اورابن عساکرنے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے بیان میں تیسری حدیث

3/1064- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور حضرت فضل اور اسامہ بن زید اور عثمان ابن طلحہ رضی اللہ عنہم بھی (آپ کے ساتھ داخل ہوئے) (بخاری اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ فضل رضی اللہ عنہ کے بجائے بلال رضی اللہ عنہ ساتھ تھے) ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس سے میں ملا وہ بلال رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر کہاں نماز پڑھے ہیں؟ بلال رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ ان دو ستونوں کے درمیان نماز ادا فرمائے ہیں۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور طحاوی، بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔)

استقبال قبلہ کیلئے سمت کعبہ کی نیت کرنا کافی ہے مگر مکہ والے اور مدینہ والوں کیلئے عین کعبہ کی نیت ضروری ہے

4/1065- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والوں کا قبلہ جانبِ جنوب، مشرق اور مغرب کے درمیان ہے، اس لئے کہ مدینہ منورہ مشرق اور مغرب کے درمیان واقع ہے۔

واضح ہو کہ استقبال قبلہ میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ عین کعبہ کی جانب رخ کرنا فرض ہے اگر عین کعبہ کی جانب رخ کرنا کعبۃ اللہ کے نگاہ سے غائب ہونے کی وجہ سے دشوار ہے تو عین کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جو لوگ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ عین کعبہ کی جانب رخ کریں اور اسی طرح مدینہ منورہ میں رہنے والوں کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ بھی عین کعبہ کی نیت کریں کیوں کہ مدینہ منورہ کا قبلہ بذریعہ وحی متعین ہوا ہے البتہ وہ لوگ جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے سوا دوسرے مقامات پر رہتے ہوں، ان کیلئے عین کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت ضروری نہیں بلکہ ان کے لئے سمت کعبہ کی جانب رخ کرنے کی نیت کرنا کافی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس حدیث سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے، کیوں کہ اس حدیث میں وارد ہے کہ ''مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے'' اور اسی سے سمتِ قبلہ کی نیت کے کافی ہونے کی دلیل حاصل ہوتی ہے ۔(نہایۃ، ہدایۃ، درمختار، مرقات۔)12

کعبۃ اللہ اور بیت المقدس کی بناء کب ہوئی؟

5/1066- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے روئے زمین پر کونسی مسجد بنائی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد الحرام یعنی کعبہ (سب سے پہلے روئے زمین پر عبادت گاہ بنایا گیا ہے) راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسی مسجد بنائی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس، میں نے پوچھا کہ ان دونوں مسجدوں کی تعمیر کے درمیان میں کتنے برس کا فاصلہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چالیس سال، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام روئے زمین تمہارے لئے مسجد ہے جہاں کہیں تم کو نماز کا وقت آجائے وہاں نماز پڑھ لو۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: لمعات میں کہا ہے کہ اس حدیث میں اشکال ہے وہ یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کے بانی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور بیت المقدس کے بانی سلیمان علیہ السلام ہیں اور ان دونوں کی تعمیر میں ایک ہزار برس سے زیادہ مدت کا فرق ہے، اس اشکال کا عمدہ جواب ابن جوازی رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے کہ

اس حدیث میں اشارہ ان دونوں مسجدوں کے ابتدائی تعمیر کی طرف ہے کیوں کہ جس طرح کعبہ کے بانی اول ابراہیم علیہ السلام نہیں ہیں اسی طرح بیت المقدس کے بانی اول سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں۔اس بارے میں منقول ہے کہ کعبۃ اللہ کو سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور جب ان کی اولاد روئے زمین پر پھیلی تو ان کی اولاد ہی سے کسی نے اولاً بیت المقدس کی بناء رکھی اوران دونوں مسجدوں کی اس ابتدائی تعمیر میں چالیس برس کا فرق ہے۔پھراس کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ بنایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس تعمیر کیا۔12

مسجد نبوی(علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) میں نماز پڑھنے کا ثواب

6/1067-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ادا کرنا دوسرے مساجد کے مقابلہ میں مسجد حرام کے سوائے ایک ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مساجد کے ثواب کا بیان

7/1068-انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نماز جس کو وہ اپنے گھر میں ادا کرتا ہے اس سے اس کو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے اور وہ نماز جس کو اپنے محلّہ کی مسجد میں ادا کرتا ہے اس کی ایک نماز ثواب میں پچیس نمازوں کے برابر ہوتی ہے اوراس کی ایک نماز جس کو وہ جامع مسجد میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اُس کو (500) پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے اوراس کی وہ نماز جس کو وہ مسجد اقصیٰ میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے اور وہ نماز جس کو وہ میری مسجد میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے اور وہ نماز جس کو وہ مسجد حرام میں ادا کرتا ہے اس کا ثواب اس کو ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد نبویؐ کی ایک نماز ثواب میں پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے،اوراس سے پہلے کی حدیث میں مروی ہے کہ مسجد نبویؐ کی ایک نماز ثواب میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے ان دو حدیثوں میں جو تفاوتِ پایا جاتا ہے اس کے بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ یہ تفاوت،تفاوت احوال کی بناء پر ہوسکتا ہے کیوں کہ نیکی تو ایک ہوتی ہے مگر حالات کے لحاظ سے کبھی اس کا ثواب دس گنا اور کبھی ستر گنا اور کبھی سات سو گنا ہوتا ہے تو تفاوت حالات کی وجہ سے مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک نماز کا ثواب کسی کو ایک ہزار اور کسی کو پچاس ہزار مل سکتا ہے۔12

مسجد نبوی کی فضیلت

8/1069- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص میری اس مسجد میں صرف کسی نیک کام (مثلاً نماز، اعتکاف، زیارت، تلاوت اور ذکر کے) سیکھنے یا سکھانے کیلئے (یا ان پر عمل کرنے کیلئے آیا ہو) تو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جو شخص ان چیزوں کے سوا کسی اور چیز کیلئے آتا ہو تو وہ شخص اس آدمی کی طرح ہے جو دوسروں کے سامان کو صرف دیکھتا ہے (اور اس سے کچھ بھی نفع نہیں اٹھاتا)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس کی روایت کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں مذکور ہے کہ جو شخص مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نیک کام کیلئے نہیں آتا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو دوسروں کے سامان کو دیکھتا ہو،اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ شخص آخرت میں ان لوگوں کے اجر وثواب کو دیکھے گا جنہوں نے مسجد نبوی میں خیر کے کام کئے تھے تو اس نے اس مسجد میں کار خیر نہ کر کے حصول اجر کا جو موقع ضائع کر دیا اس پر حسرت کرے گا اور رنجیدہ ہوگا کہ میں کیوں ایسی دولت سے محروم رہا۔(اشعۃ اللمعات)12۔

مسجد نبوی کے آداب

9/1070- سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں سو رہا تھا کہ کسی نے مجھے کنکر مار کر جگایا میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں آپ نے

مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اوران دونوں شخصوں کو میرے پاس بلالاؤ (کہ مسجد میں پکار کر باتیں کررہے ہیں) میں نے ان دوآدمیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم کس قبیلہ کے ہو یا کہاں کے ہو؟ دونوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم مدینہ والوں میں سے ہوتے تو ضرور میں تم کو سزا دیتا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

لا تُشَدُّ الرِّحَالُ سے جوغلط فہمی ہورہی ہے اس کا ازالہ

10/1071-ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین ہی مساجد کی جانب فضیلتِ مسجد حاصل کرنے کی غرض سے سفر کیا جاسکتا ہے، مسجد الحرام (یعنی کعبۃ اللہ) اور مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) اور میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی ﷺ)۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ مسجد الحرام کی ایک نماز فضیلت میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اسی طرح مسجد نبوی میں بھی ایک نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اس لئے جو شخص فضیلت اور ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ ان تینوں مسجدوں کی طرف سفر کرسکتا ہے۔ اب رہی دوسری مسجدیں تو ان تینوں مسجدوں کے سوا دنیا بھر کی تمام مسجدیں فضیلت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں، اس لئے ان تینوں مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی طرف فضیلت حاصل کرنے کی نیت سے سفر کرنا ایک لغو فعل ہوگا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسجد کی طرف سفر نہ کرو اور صرف انہی تین مسجدوں کی طرف سفر کرو۔

بعض حضرات نے اس حدیث کے الفاظ ''لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلاثَۃِ مَسَاجِدَ'' سے استدلال کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کرنا ناجائز و ممنوع ہے، حالانکہ اس حدیث کے ان الفاظ سے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کی ممانعت کسی طرح

ثابت نہیں کی جاسکتی کیوں کہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ ان تین مسجدوں کے سوا سفر کرکے فضیلت اور برکت حاصل کرنے کے قابل کوئی اور مسجد نہیں علاوہ ازیں "لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ" میں جو حصر موجود ہے وہ مساجد سے متعلق ہے نہ کہ مقابر سے۔ چنانچہ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عین العلم میں اس حدیث کا ذکر کرکے صراحت فرمائی ہے: "لَایَمْنَعُ ھٰذا زِیَارَةَ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ لِاَنَّ النَّھْیَ فِی حَقِّ الْمَسَاجِدِ دُوْنَ سَائِرِ الْمَشَاھِدِ" (اس حدیث سے انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام کے قبور کی زیارت سے منع نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حصر مسجدوں سے متعلق ہے نہ کہ زیارت گاہوں سے) تو اس حدیث میں جو حصر مساجد سے متعلق ہے اس حصر کو عام کرکے شدِ رحال سے متعلق سفر مراد لیا جائے تو پھر نہ صرف مقابر اور مشاہد بلکہ تجارت اور سوداگری اور اسی طرح ہر قسم کے سفر کی ممانعت ثابت کرنا پڑے گی اور اسی صورت میں حدیث نا قابل عمل قرار پائے گی۔ تو شدِ رحال سے جب عام سفر کی ممانعت ثابت نہیں کی جاسکتی تو پھر کس بناء پر اس حدیث سے مقابر انبیاء اور اولیاء کی زیارت کیلئے سفر کو ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ بالخصوص جب کہ دوسری حدیث میں مذکور ہے "کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْھَا" (میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو) حدیث کے الفاظ "اَلَا فَزُوْرُ وْھَا" عام ہیں جس سے نہ صرف مقامی بلکہ دور دراز کے مقابر کی زیارت کا حکم حاصل ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ زیارت قبور کیلئے سفر مامور بہ ہے اور نہی عنہ نہیں ہے، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ قبر سیدنا موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ تریاق مجرب الاجابة الدعاء (امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف اجابت دعاء کیلئے تریاق مجرب ہے۔)

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "مَن یُّسْتَمَدُّ فِي حَیَاتِهٖ یُسْتَمَدُّ بَعْدَ مَمَاتِهٖ" (جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی تھی اس کی وفات کے بعد بھی اس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔)

اس کے علاوہ اس حدیث میں ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کیلئے سفر اس لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ ان مساجد ثلاثہ کے سوا جتنی مسجدیں ہیں وہ ثواب اور فضیلت میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں تو ان تین مسجدوں کے سواء جس کسی مسجد کی طرف سفر ہوگا وہ فعل عبث ہوگا اس کے برخلاف مقابر اور مشاہد فضیلت اور برکت میں مساوی نہیں ہوتے بلکہ متفاوت ہوتے ہیں۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مناسک میں لکھا ہے کہ مکہ معظّمہ میں کئی مشاہد ہیں جن

کی زیارت علماء نے مستحب قرار دی ہے مگر مولد سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا یعنی ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مسکن مبارک کے متعلق سب کا اتفاق ہے جس کو طبرانی نے نقل کیا ہے:''ھُوَ اَفْضَلُ مَوَاضِع بِمَکَّۃَ بَعْدَ الْمَسْجِدِ'' یعنی مولد فاطمہ رضی اللہ عنہا مسجد حرام کے بعد مکہ معظّمہ کے تمام مقامات متبرکہ میں افضل ترین مقام ہے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گھر میں تشریف فرما رہے اور یہیں سے آپ نے ہجرت فرمائی تو جب ثابت ہوا کہ مقابر اور مشاہد برکت میں متفاوت ہیں تو جس علت سے مساجد ثلاثہ کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے وہ علت مقابر اور مشاہد میں نہیں پائی جاتی تو ان مساجد کا حکم بھی ان مقابر اور مشاہد سے متعلق نہیں ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام مشاہد اور مقابر فیض رسانی میں مساوی نہیں ہوتے ہیں اس لئے ایک کی زیارت کی وجہ سے دوسرے کی زیارت سے استغنا حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف مسجدیں کہ یہ ثواب میں یکساں ہوتے ہیں کہ جو ثواب ایک مسجد میں ہے وہی دوسری مسجد میں پایا جاتا ہے اس لئے اس حدیث میں ان مساجد ثلاثہ کے سوا کسی اور مسجد کی طرف سفر کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، اس طرح ثابت ہوگیا کہ ''لَاتُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلاثَۃِ مَسَاجِدَ'' سے مقابر اور مشاہد کی زیارت کیلئے سفر کو ممنوع قرار دینا غلط ہے اور بیجا استدلال ہے۔(مرقات، اشعۃ اللمعات، فصل الخطاب۔)12

مسجد قباء کی فضیلت

11/1072-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن پیدل اور سوار ہوکر مسجد قباء تشریف لے جایا کرتے تھے اور مسجد قباء میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

منبر شریف اور روضۂ مبارک کے درمیانی زمین کی اور منبر شریف کی فضیلت

12/1073-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصۂ زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں مذکور ہے ''مَـابَيْـنَ بَيْتِـيْ وَ مِـنْبَـرِيْ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَـاضِ الْجَنَّةِ وَ مِـنْبَـرِيْ عَلٰى حَوْضِي'' (میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصۂ زمین جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے)اس بارے میں محققین کے دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ ریاض الجنۃ یعنی مسجد نبوی کا وہ حصہ جو منبر شریف اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حجرہ مبارک کے درمیان ہے یہ حصہ اور منبر شریف ہر دو اس عالم کے نہیں ہیں بلکہ جنت کے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جنت سے اس عالم میں منتقل کئے گئے ہیں جس طرح کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام کیلئے جنت سے اس عالم میں منتقل کیا گیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ریاض الجنۃ یعنی مسجد نبوی میں منبر شریف اور حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی حصہ زمین اور منبر شریف دونوں اسی عالم کے ہیں جو بروز قیامت ہر دو بعینہٖ جنت میں منتقل کئے جائیں گے اور یہ دونوں زمین کے دیگر حصوں کی طرح فنا نہیں ہوں گے کہ ریاض الجنۃ یعنی منبر شریف اور حجرہ نبوی کا درمیانی حصہ تو جنت کی ایک کیاری بنایا جائے گا اور منبر شریف حوض کوثر پر ہوگا۔جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرمائیں گے۔(مرقات،اشعۃ اللمعات۔)

انبیاء اور صلحاء کے قبور کے قرب وجوار میں مسجد بنانے کا ثبوت اور عین قبر کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر ایک حدیث

13/1074- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات کی حالت میں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحت یاب نہیں ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود اور نصاریٰ پر کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنادیا۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں مذکور ہے:''لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ'' (اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔)

واضح ہو کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو دو طرح سے سجدہ گاہ بنا رکھا تھا ایک یہ کہ جس طرح بت پرست بتوں کی پوجا کرتے ہیں، یہود و نصاریٰ بھی انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرتے اور اس سجدہ سے انبیاء کی عبادت کا قصد کرتے۔ ظاہر ہے کہ یہ شرک جلی ہے دوسرے یہ کہ انبیاء کی قبروں کو قبلہ بناتے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتے کہ نماز اور عبادت میں انبیاء کی قبروں کی جانب اس خیال سے متوجہ ہوتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضاء کا ذریعہ ہیں، حالانکہ یہ دوسرا طریقہ بھی شرک خفی ہے، کیوں کہ اس طریقہ سے بھی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کیا جارہا ہے الغرض یہود و نصاریٰ کی عبادت کے یہ دونوں طریقے غیر مشروع ہیں، اسی وجہ سے اس حدیث میں یہود و نصاریٰ پر لعنت کی گئی ہے۔

اس حدیث میں یہود و نصاریٰ کے فعل کی حکایت سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمان بھی انبیاء اور اولیاء کی قبور کو سجدہ گاہ نہ بنائیں لیکن اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اس حدیث سے انبیاء اور اولیاء کے قرب و جوار میں مسجدیں بنانے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ نفس قبر کو مسجد یعنی سجدہ گاہ بنانے اور قبر کے پاس مسجد بنانے میں بڑا فرق ہے، قبروں کے پاس مسجد بنانے کا جواز اور استحسان تو قرآن شریف کی آیت " لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيۡهِمۡ مَّسۡجِدًا" سے ثابت ہے۔

چنانچہ تفسیر مہائمی میں سورۂ کہف کی آیت ذیل کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:

"(اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ بَيۡنَهُمۡ اَمۡرَهُمۡ) فیقول المسلمون: انهم مسلمون نبنی عَلَيۡهِم مَسۡجدا، وقال الكفار: انهم اولاد الكفار ولم يثبت اسلامهم (فَقَالُوا ابۡنُوۡا عَلَيۡهِمۡ بُنۡيَانًا) صومعة او كَنِيۡسَةَ لكن قطع الله ذلک النزاع ایضاً بِتَغۡلِيۡبِ المؤمنين (رَبُّهُمۡ اَعۡلَمُ بِهِمۡ) فغلب بالحجة والقدرة من علم اطلاعه على حَقِيۡقَة أمرهم حَتّٰى (قَالَ الَّذِيۡنَ غَلَبُوۡا عَلٰٓى اَمۡرِهِمۡ) بالحجة وَالۡقُدرَة (لَنَتَّخِذَنَّ) على رَغَم المشركين (عَلَيۡهِمۡ مَسۡجِداً) نصلی فیه، ونتبرک بهم".

(اس آیت کا مع تفسیر ترجمہ یہ ہے) (اصحاب کہف کے بارے میں مسلمان اور کفار جھگڑنے لگے تو مسلمان کہتے تھے کہ اصحاب (کہف) مسلمان ہیں، ہم ان پر مسجد بنائیں گے کفار نے کہا کہ اصحاب کہف اولاد کفار ہیں ان کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہے، اس لئے وہ آپس میں کہنے لگے کہ صومعہ یا کنیسہ بناؤ خدا نے مسلمانوں کو کفار پر غالب بنا کر اس نزع کو قطع کر دیا کیوں کہ اصحاب کہف کا رب ان

کو زیادہ جانتا ہے پس وہ ان پر حجت وقدرت کے ساتھ ان کو غالب کر دیا جو اصحاب کہف کی حقیقتِ حال پر خدا کے مطلع ہونے کا یقین رکھتے تھے تو حجت وقدرت کے ساتھ جو اپنے کام میں غالب تھے یعنی مسلمانوں نے کہا کہ مشرکین کے خلاف میں ہم اصحاب کہف کے قرب وجوار میں مسجد بنا کر اس میں نماز پڑھیں گے اور اصحاب کہف سے برکت اور تبرک حاصل کریں گے۔

نہ صرف تفسیر مہائمی بلکہ تفسیر مدارک، روح البیان، تفسیر کبیر اور علامہ شہاب خفاجی کے حاشیہ تفسیر بیضاوی الغرض ان سارے مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ انبیاء یا اولیاء کے قرب وجوار میں مسجد بنا کر بلا قصد تعظیم وبلا توجہ بجانب قبر اس اہل قبر سے محض حصول امداد کی نیت سے نماز ادا کی جائے تا کہ ثواب عبادت وبرکت قرب وجوار صلحاء وحصول امداد کامل ہو تو کوئی حرج نہیں۔(مرقات، اشعۃ اللمعات اور فصل الخطاب۔)12

انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر دوسری حدیث

14/1075- جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے خوب سن لو کہ جو لوگ تمہارے پہلے کی امت کے تھے وہ اپنے انبیاء اور اپنے نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا کرتے تھے۔ خوب یاد رہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ مت بنایا کرو میں تم کو اس سے منع کر رہا ہوں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

انبیاء اور صلحاء کے عین قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت پر تیسری حدیث

15/1076- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنا کہ اس کی پوجا کی جائے، اس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے کہ جس نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا ہے۔

(اس کی روایت امام مالک نے مرسلاً کی ہے۔)

مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت

16/1077-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام جگہوں میں سب سے محبوب ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے پاس مساجد ہیں اور سب جگہوں میں سب سے مبغوض ترین جگہ اللہ تعالیٰ کے پاس بازار ہیں۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کی فضیلت اور بازار کی مذمت پر دوسری حدیث

17/1078-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک یہودی عالم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب جگہوں میں سب سے بہتر کونسی جگہ ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام آنے تک میں خاموش رہوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس بارے میں جس سے سوال کیا جارہا ہے وہ سوال کرنے والے سے زیادہ باخبر نہیں ہے لیکن میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے پوچھوں گا، پھر جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہوا تھا کہ ایسی قربت مجھے کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل (علیہ السلام) یہ قربت کیسی تھی؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام جگہوں میں بدترین جگہ بازار ہیں اور تمام جگہوں میں بہترین جگہ مساجد ہیں۔

(اس کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں کی ہے اور امام احمد، ابویعلی، حاکم، طبرانی اور بزار نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔)

مساجد کی اور مساجد میں ذکر کرنے کی فضیلت

18/1079- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں میں سے گذرو تو میوے کھاؤ، عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغات کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدیں ہیں، سوال کیا گیا کہ میوے کھانا کیا ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' پڑھنا (یہی میوہ کھانا ہے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد میں ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ'' پڑھنا چاہئے، واضح ہو کہ ان کلمات کے پڑھنے کی جو ترغیب وارد ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ صرف انہی کلمات کا پڑھنا مختص ہے بلکہ ان کلمات کا ذکر تمثیلاً ہے اور مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔(مرقات)12۔

مسجد بنانے کی فضیلت

19/1080- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو (شہرت) کی نیت نہ کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں گھر بناتے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مسجد کے آداب

20/1081- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محلّوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور مسجدوں کو پاک وصاف رکھا جائے

اوران کوخوشبودار رکھا جائے ۔(اس کی روایت ابوداؤد،ترمذی اورابن ماجہ نے کی ہے۔)

ہرمقام پرمسجد بنانے کاحکم

21/1082- طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے نمائندوں کے طور پر حاضر ہوئے،ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرکے مسلمان ہوئے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی،ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ ہماری سرزمین میں ہماراایک گرجا ہے اورہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کے استعمال شدہ پانی کوطلب کیا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا: آپ نے وضوفرمایا اورکلی کی،پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو ہمارے ایک برتن میں ڈال دیااورہم کوحکم دیا کہ جاؤ اورجب تم اپنی سرزمین میں پہنچ جاؤ تو اپنے گرجا کوتوڑ دواوراس کی جگہ اس پانی کو چھڑک دو،اوروہاں مسجد بنالوہم نے عرض کیا کہ ہماراوطن دور ہے اوراس وقت سخت گرمی ہے اور یہ پانی تو خشک ہوجائے گا،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ دوسراپانی اس میں ملاکراس کو بڑھالو،اس میں پانی ملا ناپا کی اور برکت ہی کو بڑھائے گا۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

مسجدوں کو بلند بنانے اوران کوآراستہ رکھنے کا ثبوت

22/1083- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسجدوں کو بلند کرنے اوران کوآراستہ کرنے اوراس میں نقش ونگار کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (انسانوں کے حالات کے پیش نظر یہ پیشن گوئی فرمائی) کہ تم یقیناً مسجدوں کواس طرح آراستہ کروگے کہ جس طرح یہودو

نصاریٰ نے ان کو سونے کے نقوش سے آراستہ کر رکھا تھا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں ارشاد ہے "مَا اُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ" (اللہ تعالیٰ کی جانب سے مجھے مسجدوں کو بلند کرنے، ان کو آراستہ کرنے، اوران میں نقش ونگار کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے) اس حدیث کے پیش نظر ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مسجدوں کی تعمیر کے وقت ان کی بلندی، آراستگی اور نقش ونگار میں اعتدال کا لحاظ رکھنا اور غلو سے پرہیز کرنا مسنون ہے؛ کیوں کہ ان چیزوں میں غلو کرنے سے فتنہ اور فخر ومباہات میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

واضح ہو کہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مسجدوں کی بلندی آراستگی اور سونے کے نقش ونگار میں غلو سے ممانعت ظاہر ہو رہی ہے نہ کہ نفس فعل سے، اِس لئے مسجدوں کی بلندی، آراستگی اور سونے کے نقش ونگار سے زینت فی نفسہٖ مباح ہے جس کی تفصیل ذیل میں آرہی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی زیادتی نہیں فرمائی، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باوجود کثرت مال کے طول وعرض میں کسی قدر اضافہ فرمایا لیکن مسجد کی تجدید ان ہی اشیاء سے فرمائی جن اشیاء سے مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تیار کی گئی تھی، یعنی مسجد کی دیواریں پختہ اینٹ سے ستون کھجور کے تنوں سے اور چھت کھجور کی شاخوں سے اور بلندی وہی تھی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کافی اضافہ فرمایا اور دیواروں کو اینٹ کے بجائے منقوش پتھروں اور گچ سے اور ستونوں کو بھی کھجور کے تنوں کی بجائے منقش پتھر سے، اور چھت کو کھجور کی شاخوں کی بجائے ساگوانی لکڑی سے تعمیر فرمایا۔

الغرض ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی، زینت اور نقش و نگار کا لحاظ محض اس وجہ سے نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا حکم نہیں دیا گیا تھا اور ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کو بعد کے آنے والے مسلمانوں کیلئے اس دنیا میں اعتدال، زہد اور کفایت شعاری کی تعلیم دینی مقصود تھی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک بن مروان پہلا شخص ہے جس نے

مسجدوں کو سونے کے نقش و نگار سے آراستہ کیا اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا آخری زمانہ تھا اور اس زمانہ کے علماء نے فتنہ کے اندیشہ سے ولید کے مسجدوں کو نقش و نگار میں غلو کرنے پر تنبیہ نہیں فرمائی۔

ابن نمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے جب اپنے گھروں کی تعمیر میں بلندی، آراستگی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت کا رواج شروع کیا تو مسجدوں کی تعمیر میں بھی ان چیزوں کا لحاظ مباح قرار دیا گیا تاکہ عوام کی نظروں میں مسجدیں حقیر نہ معلوم ہونے لگیں۔

امام الائمہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے کہ مساجد کی تعظیم کے پیش نظر مسجدوں کی تعمیر میں ان کی بلندی، پختگی، آراستگی اور سونے کے نقش و نگار سے زینت دی جاسکتی ہے بشرطیکہ بیت المال اور اموال وقف پر یہ صرفہ عائد نہ کیا جائے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الکافی شرح الوافی" میں فرماتے ہیں "وزینة مسجد شئ عظِیم و فی ذالکَ ترغیب الناس فی الجماعة وتعظیمِ بیت الله" (مسجد کی زینت بڑے عظمت کی چیز ہے کہ اس سے نہ صرف لوگوں میں جماعت کی ترغیب ہوتی ہے کہ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی تعظیم کا سبب ہے)۔

مسجد کی زینت کے جواز میں حضرات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید کئی وجوہ سے ہوتی ہے، اولاً خود اس حدیث کے الفاظ "مـــا امـــرت" سے مسجد کی زینت کی تائید ہوتی ہے اگر مسجدوں کی بلندی، پختگی، آراستگی وغیرہ کی صریحاً ممانعت مقصود ہوتی تو حدیث میں "ماامرت" (مجھے حکم نہیں دیا گیا) کی بجائے "نُهِيتُ" (مجھے منع کیا گیا ہے) ارشاد ہوتا کیوں کہ عدم حکم سے عدم جواز ثابت نہیں ہوتا اور اس طرح خود حدیث سے بھی مسجد کی بلندی اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ثانیاً مسجد کی پختگی، آراستگی، نقش و نگار پر سب سے قوی دلیل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل ہے جس کی تفصیل ابھی اوپر گذر چکی ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" الخ (تم میری اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو لازم کرلو جو ہدایت یافتہ ہیں......الخ)

ثالثاً یہ کہ مسجد کی بلندی پختگی، آراستگی اور نقش و نگار پر عمل قرونِ اولیٰ سے جاری ہے جو دراصل پوری امت کا تعامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: "مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ

عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ" (جوعمل مسلمانوں کومحبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کوبھی محبوب ہے) تواس حدیث "مَا رَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ" الخ کے پیش نظر اجماع امت سے مسجدوں کی بلندی، پختگی، آراستگی اورنقش ونگار کا جواز حاصل ہوتا ہے بشرطیکہ نمود ونمائش سے دوررہ کر خالص رضاء الٰہی کے حصول کی غرض سے یہ کام کئے جائیں۔12

(یہ مضمون کچھ اضافہ کے ساتھ "عمدۃ القاری" سے لیا گیا ہے۔)

مساجد کی زیب وزینت تعظیم کی نیت سے جائز ہے

23/1084-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لوگ (مسجدوں کونقش ونگار سے آراستہ کریں گے اور مسجدوں میں ذکر اور تلاوت قرآن کی بجائے) مسجدوں کو جوآراستہ کیا ہے اس پر باہم فخر کریں گے۔

(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی، دارمی اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

(قوسین کی عبارت عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے۔12)

ف: علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الکافی شرح الوافی میں اس حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ "مسجدوں کی بلندی" آراستگی اور سونے کے نقش ونگار سے زینت، ان کاموں کو اگر تعظیم مساجد کیلئے انجام دیا جائے تو محض ان چیزوں کے قیامت کی نشانی ہونے کی وجہ سے ان کی قباحت ثابت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ کسی چیز کے قیامت کی نشانی ہونے کی وجہ سے اس کو برا نہیں قرار دیا جاسکتا اگر ان چیزوں کو علامات قیامت ہونے کی وجہ سے برا سمجھا جائے تو کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو بھی برا سمجھا جائے گا کہ حضرت کے نزول کو بھی علامات قیامت میں بتایا گیا ہے۔12

عورتوں کیلئے زیارت قبور کے جائز ہونے کا ثبوت عین قبروں کو سجدہ گاہ بنانے یا عین قبروں پر چراغ روشن کرنے کی ممانعت

24/1085-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور قبروں کے اوپر چراغ لگانے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

25/1086-اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو (خواہ مرد ہو یا عورتیں) زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو، (کیوں کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔)

ف: اِس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کو مستحق لعنت قرار دیا ہے (1) قبروں کی زیارت کرنے والی عورتیں (2) قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے (3) قبروں کے اوپر چراغ لگانے والے۔

(1) واضح ہو کہ اس حدیث میں عورتوں کیلئے زیارت قبور سے جو ممانعت ثابت ہو رہی ہے وہ مسلم کی اس حدیث سے منسوخ ہے: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا؛ لِاَنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ" میں نے تم کو (خواہ مرد ہوں یا عورتیں) قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب میں تم کو (مرد ہوں کہ عورتیں) اجازت دیتا ہوں کہ قبروں کی زیارت کیا کرو۔ اس لئے کہ قبروں کی زیارت سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ عورتوں کیلئے زیارت کے جواز میں حدیث:"لَعَنَ اللّٰهُ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ" کی روایت کے بعد فرماتے ہیں:"قد رأى بعض اهل العلم ان هٰذا كان قبل ان يرخص النبى صلى الله عليه وسلم فى زيارة القبور، فلما رخص دخل فى رخصته الرجال والنساء".

(امام ترمذی فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ قبور کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے مرد و عورت ہر دو کو منع فرما دیا تھا، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی اجازت دے دی تو یہ اجازت مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی حاصل ہوگئی ہے) کیوں کہ شریعت کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اوامر و نواہی بالعموم

مردوں کو دیئے جاتے ہیں اور چونکہ عورتیں مردوں کے تابع ہوتی ہیں اس حیثیت سے سارے احکام عورتوں سے بھی متعلق ہوجاتے ہیں۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں:"واحتج من أباح زيارة القبور للنساء بحديث عائشة رضى الله عنها رواه فى التمهيد من رواية بسطام بن مسلم عَنْ اَبِى التَّيَّاحِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ مُلَيْكَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِنَ الْمَقَابِرِ فَقُلْتُ لَهَا: يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ ! مِنْ اَيْنَ اَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ: مِنْ قَبْرِ اَخِىْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِنِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا، فَقُلْتُ لَهَا :اَلَيْسَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ؟ قَالَتْ: نَعَمْ ؛كَانَ يَنْهَى عَنْ زِيَارَتِهَا ثُمَّ اَمَرَ بِزِيَارَتِهَا".

(جن حضرات نے عورتوں کیلئے زیارت قبور کے جواز کو ثابت کیا ہے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو تمہید میں مروی ہے۔ بسطام بن مسلم رضی اللہ عنہ ابوالتیاح رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے عبداللہ بن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے تشریف لارہی تھیں، ابن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کہاں سے تشریف لارہی ہیں؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتیں ہیں کہ میں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کرکے آرہی ہوں، میں نے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت قبور سے منع نہیں فرماتے تھے؟ ام المومنین رضی اللہ عنہا جواب دیں، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء اسلام میں) قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا پھر بعد میں آپ نے (مرد اور عورتوں) دونوں کو اجازت دے دی۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور کی ممانعت کے اسباب بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: "النهى عن زيارة القبور انما كان فى اول الاسلام عند قربهم بعبادة الاوثان واتخاذ القبور مساجد ، فلما استحكم الاسلام، و قوى فى قلوب الناس، واُمنت عبادة القبور والصلوٰة اليها نسخ النهى عن زيارتها؛ لانها تذكر الآخرة وتزهد فى الدنيا".

(علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت محض اس لئے

تھی کہ عربوں کو بتوں کی پوجا اور قبروں کی پرستش کو (ترک کئے ہوئے) بہت تھوڑا زمانہ گذرا تھا لیکن جب دین کا استحکام ہوگیا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی عظمت قوی ہوگئی اور قبروں کی پرستش اور قبروں کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا اندیشہ دور ہوگیا تو قبروں کی زیارت سے ممانعت منسوخ کردی گئی اس لئے کہ زیارت قبور آخرت کی یاد اور دنیا سے بے رغبتی کا سبب ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں فرماتے ہیں کہ زیارت قبور مستحب ہے کیوں کہ اس سے قلب میں رقت پیدا ہوتی ہے، موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور فناء دنیا کا خاکہ سامنے آجاتا ہے، میت کیلئے دعاء اور استغفار کا موقع حاصل ہوتا ہے جمیع مشائخ صوفیہ کرام اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اہل کشف اور کاملین کے نزدیک یہ ایک محقق بات ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بے شمار حضرات کو ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا ہے۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ "باب الامر بالاستغفار للمومنین" میں ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں کہ: "فَاَمَرَنِیْ اَنْ اٰتِیَ الْبَقِیْعَ فَاَسْتَغْفِرَ لَهُمْ، قُلْتُ كَيْفَ اَقُوْلُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: قُوْلِیْ "اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، فَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ".

(ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں بقیع (یعنی مدینہ منورہ کے قبرستان کو) جاؤں اور اہل بقیع کیلئے دعاء کروں میں دریافت کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کس طرح دعاء کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تم یہ کہو سلام ہو تم پر اے مسلمانوں کے قبور والوں اور نزول رحمت ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پیش روؤں پر اور ہمارے پسماندوں پر اور بلاشبہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بقیع کی زیارت کا حکم دیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں دعاء اور استغفار کیلئے قبروں کی زیارت کرسکتی ہیں۔

درمختار اور ردالمحتار ہر دو کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ حدیث "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ" کے پیش نظر

عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔اھ بلکہ عورتوں کیلئے مستحب ہے کہ وہ قبروں کی زیارت کریں اس کو بحر میں مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھنے کے بعد واضح کیا ہے کہ یہ حدیث ''کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ'' الخ کے حکم صریح کی بناء پر ہے۔علاوہ ازیں امداد میں بھی یہی مذکور ہے،علامہ شامی،ردالمحتار میں مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اولیاء کرام کی قبروں کے پاس بعض غیر مشروع امور ہوا کرتے ہیں،مثلاً مرداور عورتوں کا ہجوم کی وجہ سے خلط ملط ہوجانا وغیرہ تو ایسے نامشروع امور کی وجہ سے زیارت قبور ترک نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ زیارت قبور جیسے نیک کام کو بعض غیر مشروع امور کی وجہ سے چھوڑ دینا نامناسب ہے بلکہ انسان کو چاہئے کہ قبروں کی زیارت کرے اور بدعات پر تنبیہ کرے اور اگر قدرت ہوتو ان غیر مشروع امور کو زائل کردے۔

(2) دوسرے اس حدیث میں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق لعنت قرار دیا ہے،''وہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے ہیں''۔

واضح ہو کہ اس حدیث میں جو وعید مذکور ہے وہ اس صورت میں صادق آئے گی جب کہ یہود و نصاریٰ کی طرح قبر کو بت بنا کر سجدہ کیا جائے یا قبروں کو حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر نماز میں قبروں کی طرف رخ کیا جائے،اس کے برخلاف کسی ولی کے مزار کے قریب مسجد بنائی جائے اور اس میں بغرض تبرک نماز پڑھی جائے تو یہ عمل اس وعید میں داخل نہ ہوگا۔چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ''**لما کانت الیهود والنصاریٰ یسجدون لِقُبُور الانبیاء تعظیماً لشأنهم ویجعلونها قبلة یتوجهون فی الصلوٰة نحوها، واتخذوها اوثانا، لعنهم النبی صلی الله علیه وسلم و منع المسلمین عن مثل ذالک . فأما من اتخذ مسجدًا فی جوار صالح وقصد التبرک بالقرب منه لا للتعظیم له ولا للتوجه الیه فلایدخل فی الوعید المذکور**''.

(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ انبیاء علیہم السلام کی تعظیم کے خیال سے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ کرنے لگے اور قبروں کو قبلہ بنا کر نماز میں قبروں کی طرف رخ کرنے لگے اور قبروں کو بت بنا کر پوجنا شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی اور مسلمانوں کو بھی ان افعال سے منع فرمایا لیکن جو اصحاب کسی ولی صالح کے قرب و جوار میں مسجد بنائیں اور ان صاحب قبر سے تقرب کا

قصد کریں، بشرطیکہ نفس قبر کی تعظیم مقصود نہ ہواور قبر کی طرف نماز میں رخ نہ کیا جائے تو ایسے حضرات اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔)

مرقات اور مجمع البحار میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا شرح کے بعد مزید یہ اضافہ ہے:"**الا تریٰ ان مرقد اسماعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتِہٖ**".

(کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مزار اقدس مسجد حرام میں حطیم کے اندر واقع ہے اور اس جگہ کو مسجد حرام کے ان سارے مقامات میں فضیلت حاصل ہے جہاں نمازی کو نماز پڑھنا چاہئے۔)

اولیاء اللہ کے مزارات کے قرب و جوار میں مسجدیں بنانے کے جواز پر تفصیلی بحث 11 گیارہ حدیث پہلے (انبیاء اور علماء کے قبور کے قرب و جوار میں مسجد بنانے کے ثبوت کی حدیث نمبر(13/1074) کے فائدے میں گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کی جائے۔12

(3) تیسرے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحق لعنت قرار دیا ہے وہ قبروں کے اوپر چراغ جلانے والے ہیں۔

واضح ہو کہ حدیث میں قبروں کے اوپر چراغ جلانے والوں کی وعید میں جو الفاظ مذکور ہیں وہ یہ ہیں"**المتخذین علیھا السُرُج**"، جن کے حقیقی معنے یہ ہیں قبروں کے اوپر چراغ جلانے والے مستحق لعنت ہیں، نہ یہ کہ قبروں کے پاس چراغ جلانے والے حرف"**علی**"کو جس کے معنی (اوپر) کے ہیں "**عند**"، یعنی (نزدیک) کے معنوں میں استعمال کرنا مجاز سے اور کسی لفظ کے معنی مجازی اسی وقت مراد لئے جاسکتے ہیں جبکہ اس لفظ کے حقیقی معنی نہ بن سکتے ہوں، چونکہ یہاں حقیقی معنے بن سکتے ہیں اس لئے "**المتخذین علیھا السُرُج**" کی وعید میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین داخل ہوں گے جو قبروں کے اوپر چراغ جلایا کرتے ہیں اور چونکہ مسلمانوں کو ان گمراہوں کی مشابہت اور اس عمل سے باز رکھنا مقصود تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں مسلمانوں کو یہ تاکید ہے کہ ان اعمال سے باز رہیں اور ان کی مشابہت نہ کریں۔

"**المتخذین علیھا السُرُج**"کے جو معنے اختیار کئے گئے ہیں ان کی تائید علامہ سید عبدالغنی

نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف انیف حدیقہ ندیہ، شرح طریقہ محمدیہ سے ہوتی ہے کیوں کہ علامہ موصوف اس حدیث کے اس ٹکڑے کی شرح میں فرماتے ہیں" **والسرج" ای الذین یوقدون السرج علی القبور عبثا من غیر فائدة**" یعنی قبروں پر چراغ جلانے کی وعید ان لوگوں پر صادق آئے گی ۔(جو قبروں کے اوپر بلا ضرورت بے فائدہ چراغ روشن کرتے ہوں۔)

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حدیث شریف کے الفاظ "**المتخذین علیها السرج**" کے حقیقی معنٰی بن سکتے ہیں تو وعید میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جو قبروں کے اوپر چراغ روشن کرتے ہوں اور وہ حضرات جو قبروں کے پاس چراغ روشن کرتے ہوں اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے۔

واضح ہو کہ قبروں کے پاس چراغ لگانے کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں: (1) ایک ضرورتاً اور (2) دوسرے بلاضرورت۔ قبروں کے پاس بلاضرورت چراغ روشن کرنا اسراف ہے اور اسراف بے شک ممنوع ہے، نیز چراغ کے روشن کرنے سے قبر کی تعظیم یا قبر کی زینت مقصود ہے تو ان صورتوں میں بھی قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا ممنوع ہوگا کیوں کہ یہ نیتیں شرعاً محمود نہیں، البتہ صاحب قبر اور اولیاء کرام کی تعظیم مقصود ہو تو اس نیت سے قبروں کے پاس چراغ روشن کرنا اسراف نہ ہوگا بلکہ یہ شرعاً محبوب اور مطلوب ہے۔

ان قبروں کے پاس ضرورتاً چراغ روشن کرنے کے جواز میں آیت "**ولقد زینا السماء الدنیا**" کی تفسیر کرتے ہوئے تفسیر روح البیان اس طرح ناطق ہے:

"**وکذا یقاد القنادیل والشمع عند قبور الاولیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء، فالمقصد منها مقصد حسن . و نذر الزیت والشمع للاولیاء یوقد عند قبورهم تعظیماً لهم، و محبة فیهم جائز ایضاً ، لاینبغی النهی عنه**".

تفسیر روح البیان میں ہے کہ (اولیاء اور صلحاء کے مزارات کے پاس قنادیل اور فانوس روشن کئے جاسکتے ہیں، کیونکہ یہ ان کی تعظیم اور بزرگی کا سبب ہے، اس لئے یہ عمدہ مقصد ہے، اسی طرح روغن زیتون اور موم بتی مزارات کے قریب جلانا اس سے بھی اولیاء اللہ کی تعظیم اور محبت ظاہر ہوتی ہے اس لئے ان چیزوں سے منع کرنا مناسب نہیں۔)

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ فعل مباح پر بھی حسن نیت سے ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ "فتح الباری

شرح صحیح بخاری'' میں مذکور ہے:''ان المباح قد یرتفع بالنیة الی درجة مایثاب علیه'' کسی امر مباح کو اچھی نیت سے انجام دیا جائے تو اس پر بھی ثواب ملتا ہے)۔

اس طرح ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم کی غرض سے ان کی قبروں کے پاس چراغوں کو روشن کرنا حصول ثواب کا ذریعہ ہے۔

علامہ نابلسی رحمۃ اللہ علیہ'' حدیقہ ندیہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:''اخراج الشموع الی القبور بدعة و اتلاف المال ،کذا فی البزازیة، هذا کله اذا خلا عن فائدة. وأ ماإذا کان موضع القبور مسجدا علی الطریق ، او کان هناک احد جالسا ، او کان قبر ولی من الاولیاء ، او عالم من المحققین تعظیماً لروحه المشرقة علی تراب جسده کاشراق الشمس علی الارض اعلاما للناس انه ولی لیتبرکوا به، ویدعوا اللّٰه عنده فیستجاب لهم ، فهو امر جائز لامنع فیه. وانما الاعمال بالنیات''12.

بزازیہ میں مذکور ہے کہ قبروں کی طرف موم بتیوں کا لے جانا بدعت ہے اور مال کا ضائع کرنا ہے جبکہ چراغوں کا روشن کرنا کسی فائدے سے خالی ہو اور اگر وہاں قبرستان میں مسجد ہو یا قبرستان سر راہ واقع ہو اور قبر کے پاس کوئی شخص بیٹھا ہوا، یا کسی ولی یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا مزار ہے تو ان صورتوں میں چراغوں کا روشن کرنا جائز ہوگا۔ کیونکہ یہ ان کی روح مبارک کی تعظیم کا سبب ہے جو اپنے بدن کی خاک پر اس طرح تجلی ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر اور وہاں چراغ کے روشن کرنے سے لوگ واقف ہوسکیں گے کہ یہ کسی ولی کا مزار ہے جن سے وہ برکت حاصل کریں گے اور وہاں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں گے کہ ان کی دعا قبول ہوجائے تو یہ ایسا امر جائز ہے جس میں کوئی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

مجمع البحار میں ''والمتخذین علیها السرج'' کی شرح کرتے ہوئے یہ لکھا ہے جس کا ذکر نسائی کے حاشیہ پر بھی ہے:''وان کان ثم مسجدا وغیرہ ینتفع فیه للتلاوة والذکر فلاباس بالسراج فیه'' (اگر قبر کے پاس مسجد ہو اور کوئی ایسی جگہ ہو جہاں قرآن کی تلاوت اور ذکر کیا جاتا ہے تو اس جگہ چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے'' شرح سفر السعادة'' میں ارشاد فرمایا ہے

"انداختن غلاف بر قبر شریف و افروختن چراغ ھا وغیرھا تکلفات کہ بر مزارھائے اولیاء اللہ جملہ از مستحسنات اند" (قبر شریف پر غلاف ڈالنا اور اولیاء اللہ کے مزارات کے پاس چراغوں کا روشن کرنا اور ایسے ہی تکلفات کا استعمال مستحسن ہے۔)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"لَاتَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الضَلَالَةِ" (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی)

ایک اور حدیث، صحیح مسلم میں ہے:"مَنْ سَنَ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَايُنْقَصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَئٌ".

(جو کوئی اسلام میں کسی اچھے طریقے کو جاری کرے کہ اس کے بعد اس طریقہ پر عمل ہو رہا ہو تو اس شخص کو بعد کے عمل کرنے والوں کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوگی) ان دونوں حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علماء صلحاء کا فعل دلیل ہے اور ہر بدعت گمراہی نہیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کو قائم فرما کر ارشاد فرمایا "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهِ" (تراویح باجماعت کیا اچھی بدعت ہے) اس لئے ہر بدعت کو گمراہی سمجھنا نادانی کی بات ہے۔

امام اجل علامہ سید ابوالحسن علی نورالدین بن عبداللہ المدنی قدس سرہٗ اپنی کتاب، خلاصۃ الوفاء باخبار دارالمصطفی ''، میں فرماتے ہیں روضۂ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی کا سامان سونے اور چاندی اور اس کے مثل اور قیمتی چیزوں کی قندیلیں جو روضہ مطہرہ کے گرد آویزاں کی جاتی ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اس کی ابتداء کب سے ہے ہاں امام حافظ الحدیث محمد بن محمد نجار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الدرۃ الثمینۃ فی اخبار المدینۃ" میں فرمایا ہے کہ سقف مسجد کریم کے اتنے حصہ میں جو دیوار قبلہ سے حجرۂ مقدسہ تک ہے چالیس سے زیادہ قندیلیں آویزاں ہیں ایک سونے کی اور دو بلور کی اور چھوٹی بڑی نقروی قندیلیں منقش اور سادہ ہیں جن کو سلاطین اور امراء اپنی حکومت کی طرف سے حاضر کیا کرتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روشنی خاص روضہ انور علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کیلئے ہوتی تھی اور صدہا سال سے اس کا رواج تھا یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرۂ

مقدسہ میں حضرت صدیق اکبر، اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما بھی آرام فرما ہیں اور روضہ کے گرد صدہا سال سے روشنی کی جاتی ہے، جس سے تلاوت قرآن اور ذکر وغیرہ میں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے اور صحابہ کرام کے زمانہ سے آج تک یہاں چراغوں کے روشن کرنے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

امام اجل تقی المِلّۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی (سبکی) رحمہ اللہ (متوفی:756ھ) نے اس باب میں ایک کتاب تالیف فرمائی ہے، جس کا نام" **تنزيل السكينة على قناديل المدينة**" ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ مزار مبارک کے آس پاس روشنی کرنی جائز ہے اور اس پر رحمت الٰہی کا سکینہ اترتا ہے۔

بعض حضرات قبور کے پاس چراغ روشن کرنے کو اس لئے ناجائز قرار دیتے ہیں کہ قبروں کے پاس آگ کا لے جانا آثار جہنم سے ہے حالانکہ اگر رات کے وقت تدفین عمل میں آ رہی ہے تو قبر کے پاس چراغ لے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں ضرورتاً قبر کے پاس چراغ لے جانے کے جواز میں کئی روایتیں نقل فرمائی ہیں بطور نمونہ ایک حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے:

"رَوَى اَبُوْ دَاؤدَ مِنْ حَدِيْثِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ، قَالَ ؛ رَأَى نَاسٌ نَارًا فِي الْمَقْبَرَةِ فَاَتَوْهَا، فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَبْرِ وَ اِذَا هُوَ يَقُوْلُ " نَاوِلُونِي صَاحِبَكُم " فَاِذَا هُوَ الرَّجُلُ الَّذِيْ كَانَ يَرْفَعُ صَوتَهُ بِالذِّكْرِ " . وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ وَصَحَّحَهُ ، وَقَالَ النَوَوِيُّ وَسَنَدُهُ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ".

(ابوداؤد نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ چند لوگوں کو قبرستان میں آگ نظر آئی تو وہاں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر ہیں اور ارشاد فرمارہے ہیں کہ اپنے دوست کو مجھے دیدو (کہ میں اس کو قبر میں اتاردوں) اور وہ وہی صحابی تھے جو بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے۔)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قبرستان میں ضرورتاً چراغ لے جاسکتے ہیں، اس لئے وہ حضرات جو قبروں کے پاس مطلقاً چراغ لے جانے کو آثار جہنم بتا کر ناجائز قرار دیتے ہیں ان کا استدلال بیجا ہے۔

علاوہ ازیں اگر آگ کو آثار جہنم کی وجہ سے مردہ اور قبر کے پاس لے جانا حرام قرار دیا جاتا تو میت کو گرم پانی سے غسل کا حکم نہیں دیا جاتا کیوں کہ گرم پانی بھی آثار جہنم سے ہے۔

قال اللہ تعالیٰ "يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ". (سورۂ حج، پ:17، ع:2، آیت نمبر:19) (دوزخیوں کے سروں پر سے گرم پانی بہایا جائے گا۔)

حالانکہ مردہ کو گرم پانی سے غسل دینا شرعاً مطلوب ہے، چنانچہ درمختار میں مذکور ہے:

"يُصَبُّ عَلَيْهِ مَاءٌ مُغْلى بِسِدْرٍ اِنْ تَيَسَّرَ وَاِلَّا فَمَاءٌ خَالِصٌ" (غسل میت کیلئے اگر بیری کے پتوں کا گرم شدہ پانی مل جائے تو بہتر ہے ورنہ خالص گرم پانی کافی ہے)۔

پس ثابت ہوا کہ گرم پانی کے آثار جہنم ہونے کے باوجود مردے کیلئے اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ یہ مامور بہ ہے اس طرح قبروں کے پاس چراغ جلانا بھی جائز ہوگا اور آثار جہنم کی توجیہ کر کے قبروں کے پاس چراغ جلانے کی ممانعت کو ثابت کرنا غیر صحیح ہوگا۔

الغرض ان سارے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ قبروں کے پاس چراغوں کو روشن کرنا حسب ذیل اغراض کی بناء پر جائز ہے:

(1) وہاں مسجد ہو کہ نمازیوں کو بھی آرام ہوگا اور مسجد میں بھی روشنی ہوگی۔

(2) مقابر سر راہ ہوں کہ روشنی کرنے سے راہرو کو بھی نفع پہنچے گا اور اموات کو بھی کہ مسلمان مقابر مسلمین کو دیکھ کر سلام کریں گے قرآن پڑھیں گے، دعاء کریں گے اور ثواب پہنچائیں گے، گذرنے والوں کی قوت زائد ہے تو اموات کو نفع پہنچے گا اگر اموات کی قوت زائد ہے تو گذرنے والے فیض حاصل کریں گے۔

(3) مزارات اولیاء کرام کے پاس روشنی تو ان کی ارواح طیبہ کی تعظیم کا سبب ہے جو موجب خیر و برکت ہے۔12

مسجد کی خدمت کا ثواب اور قرآن کے بھولنے کا گناہ

26/1087-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (شب معراج میں) مجھ پر میری امت کے ثواب پیش کئے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد

سے کچرا نکالنے کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کئے گئے اور میں نے اس آدمی کے گناہ سے بڑا گناہ نہیں دیکھا جس کو قرآن کا ایک سورہ یاد تھا یا ایک آیت یاد تھی اور وہ اس کو اس طرح بھول گیا (کہ دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے)۔(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد کی خدمت اور اس کے آباد رکھنے کا ثواب

27/1088- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کی خبر گیری کیا کرتا ہے (یعنی مرمت کرتا ہے، جھاڑو دیتا ہے، اس میں نماز پڑھتا ہے مسجد میں چراغ روشن کرتا ہے اور ذکر و عبادت اور علوم دین کے درس میں مشغول رہتا ہے) تو تم اس کے لئے مومن ہونے کی شہادت دے دو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ''. (سورۂ توبہ، پ:10، ع:3، آیت نمبر:18) (حقیقت میں اللہ کی مسجدوں کو وہی آباد رکھتے ہیں کہ جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے ہیں۔(اس کی روایت ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)

مسجد کی نماز باجماعت کا ثواب اور مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

28/1089- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نماز باجماعت اس کے گھر کی اور بازار (یعنی دوکان) کی نماز پر پچیس نمازوں کی فضیلت رکھتی ہے، اس لئے کہ جب وہ وضوء کرتا ہے اور اچھی طرح جملہ احکام کی پابندی کے ساتھ پورا وضوء کرتا ہے، پھر مسجد کو نماز ہی کی خاطر جاتا ہے تو اس کے ہر ہر قدم پر اس کا ایک ایک درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور ایک ایک گناہ معاف ہوتا جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور فرشتے اس وقت تک دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی جاءنماز پر رہتا ہے اور فرشتوں کی دعاء ان الفاظ سے ہوتی ہے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ

ارْحَمْهُ ''، یعنی اے اللہ! اس شخص کی مغفرت فرما، اے اللہ اس شخص پر رحمت نازل فرما اور تم میں جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو گویا وہ نماز ہی میں ہے۔

29/1090-اور دوسری روایت میں ہے کہ جب وہ مسجد میں آجاتا ہے اور نماز ہی اس کو روک رکھی ہے، (تو گویا وہ نماز ہی میں ہے) اور ملائکہ کی دعاء میں یہ بھی اضافہ ہے ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهُ ، اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَيْهِ'' (اے اللہ اس شخص کو بخش دے اے اللہ اس شخص کی توبہ قبول فرما) یہ دعاء اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک کہ مسجد میں کسی کو اذیت نہ پہنچائے اور جب تک اس کا وضوء نہ ٹوٹ جائے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے بالاتفاق کی ہے۔)

ان تینوں شخصوں کا ذکر جن کو دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے

30/1091-ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے (دنیا اور آخرت کے ضرر سے محفوظ رکھنے کا) ذمہ لیا ہے، (1) ایک وہ شخص جو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے نکلا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے کہ اگر اس کو موت آجائے تو اسے جنت میں داخل کردے یا اس کو اجر یا مال غنیمت دے کر گھر واپس کرے، (2) دوسرا وہ شخص ہے جو مسجد کو جائے تو یہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کے اجر وثواب کو ضائع نہ کرے۔ (3) تیسرا وہ شخص جو گھر میں داخل ہو کر (گھر والوں کو) سلام کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کے ذمہ ہے کہ (اس کو فتنوں سے بچائے اور خیر و برکت عطا فرمائے)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور اس عمل کا ذکر جو علیین میں لکھا جاتا ہے

31/1092-ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشادفرمایا: جوشخص اپنے گھر سے باوضوءفرض نماز کیلئے مسجد کو جائے تو اس کا ثواب اس حاجی کے ثواب کی طرح ہے جواحرام باندھے ہوئے ہواور جوشخص گھر سے چاشت کی نماز کیلئے نکلے اور اس کے سوااس کی کوئی اور غرض نہیں ہے تو اس کا ثواب عمرہ کرنے والے کے ثواب کی طرح ہوگا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز اس طرح ادا کرنا کہ دونوں کے درمیان دنیا کی باتیں اور بیہودہ کلام نہ ہو، (تو یہ ایسا اعلیٰ عمل ہے) جوعلیین یعنی عالی مرتبہ لوگوں کے دفتر میں لکھا جاتا ہے۔

(اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد میں نماز پڑھنے کی ایک اور فضیلت

32/1093- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جوشخص صبح کی نماز کیلئے مسجد کو جائے یا زوال کے بعد کی نمازوں کیلئے مسجد کو جائے تو وہ جیسے جیسے صبح شام مسجد کو جاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں مہمانی کے سامان تیار فرماتے جاتے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے دور سے آنے والے کی فضیلت

33/1094- ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ سب سے زیادہ نماز کا اجر پانے والا شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ دور سے مسجد کو آتا ہے پھر اس سے بڑھ کر اجر پانے والا وہ شخص ہے جو اس سے زائد دور سے آتا ہے اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہ شخص اس شخص سے زیادہ اجر پانے والا ہے جو (تنہا) نماز پڑھ کر سو جایا کرتا ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کیلئے دور سے آنے والے کی فضیلت پر دوسری حدیث

34/1095- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ

وسلم) کے اطراف کے گھر خالی ہوگئے تو بنوسلمہ کے قبیلہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہوجائیں، اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے متعلق مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہوکر آجانا چاہتے ہیں، بنوسلمہ والوں نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم نے ایسا ہی ارادہ کرلیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بنی سلمہ کے قبیلہ والو! تم اپنے اپنے گھروں میں رہو، تمہارے ہر ہر قدم پر ثواب لکھا جاتا ہے۔ (مسجد کے نزدیک آکر اپنے ثواب کو کم نہ کرو)۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قیامت کے دن عرش کے سایہ میں رہنے والے سات شخصوں کا ذکر

35/1096- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ (1) ایک حاکم عادل، (2) دوسرا جوان صالح جو اللہ کی عبادت کرتے ہوئے نشو ونما پایا ہو، (3) تیسرے وہ شخص جس کا دل (مسجد کی محبت کی وجہ سے) مسجد سے نکلتے وقت دوبارہ مسجد لوٹنے تک مسجد ہی میں لگا رہتا ہے، (4) چوتھے وہ شخص جو اللہ کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور (کسی غرض کے بغیر) اللہ ہی کی محبت سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اللہ ہی کی محبت سے جدا ہوتے ہیں (5) پانچویں وہ شخص جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگے تو اس کے آنسو بہنے لگتے ہیں، (6) چھٹے وہ شخص کہ جس کو ایک شریف الخاندان اور خوبصورت عورت (زنا کے واسطے) اپنی جانب بلائے اور وہ خدا کا خوف کرکے (زنا سے باز رہے) اور (7) ساتویں وہ شخص کہ جس نے (نفل) خیرات کی اور اس کو اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ اس کے سیدھے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں چھپا کر خیرات دینے کا جو ذکر ہے وہ نفل خیرات سے متعلق ہے اور فرض زکوٰۃ بھی چھپا کر دی جاسکتی ہے مگر افضل یہ ہے کہ زکوٰۃ علانیہ دی جائے۔(مدارک، خازن)۔

جماعت کیلئے اندھیرے میں مسجد کو آنے والے کی فضیلت

36/1097۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز با جماعت کے لئے) اندھیری رات میں مسجدوں کی طرف جانے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری سنادو۔(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

37/1098-اور اس کی روایت ابن ماجہ نے سہل بن سعد اور انس رضی اللہ عنہما سے کی ہے)

مسجد کو ثواب کی نیت سے آنے والوں کی فضیلت

38/1099-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جس غرض کیلئے مسجد کو آئے اس کو وہی چیز ملے گی۔(اگر وہ آخرت کی غرض سے مسجد کو آیا ہے تو آخرت میں اس کو ثواب ملے گا اور اگر دنیوی غرض سے مسجد کو آئے تو آخرت میں اس کیلئے کچھ ثواب نہ ہوگا۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

خصی ہونے، سیاحت کرنے اور راہب بننے سے متعلق اوروں کے خلاف اسلام کی خاص تعلیمات

39/1100- عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو خصی بن جانے کی اجازت دیجئے (تا کہ عورتوں کی خواہش دل سے نکل جائے کیونکہ اسی خواہش کی وجہ سے انسان نیکی سے دور ہو کر دنیا میں پھنس جاتا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہمارے طریقہ پر نہیں ہے جو (کسی کو) خصی بنائے اور نہ وہ شخص جو خود خصی بنے، میری امت کا خصی ہونا روزہ رکھنا ہے (اسی لئے روزہ رکھنے سے شہوت انسان کو بے قابو

نہیں کرتی ہے، بخلاف خصی ہونے کے کہ اس سے شہوت ہی ختم ہوجاتی ہے) عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ہم کو سیاحت کی اجازت دیں (تا کہ تمام عالم میں پھرنے سے عبرت حاصل کرسکیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے (کہ جس میں سیر عالم کے ساتھ ساتھ اشاعت اسلام بھی ہوتی ہے) عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کو راہب بن جانے کی اجازت دیجئے (جس سے ہم گوشہ نشین ہوکر دنیا سے دور ہوجائیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی رہبانیت نماز کے انتظار میں مسجدوں میں بیٹھنا ہے (اس لئے کہ یہ ایسی رہبانیت ہے جس میں تعلیم وتَعلُّم جاری رہنے کے علاوہ دنیا میں رہنے کے باوجود دنیا سے دور رہتے ہیں۔)

(اس کی روایت بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔)

گناہوں کے مٹانے والے اور درجے بڑھانے والے امور کا بیان

40/1101- عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو بہت حسین صورت میں دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ وہ اعمال کیا ہیں جن کی فضیلت میں ملاء اعلیٰ کے فرشتے آپس میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے کہا کہ اے اللہ آپ ہی اس کو خوب جانتے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی، پس میں نے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو جان لیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ '' (اور ہم نے ایسے ہی ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہوجائیں)۔ (سورۂ انعام، پ:7، ع:9، آیت نمبر:75)۔

(اس کی روایت دارمی نے مرسلاً کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت کی ہے۔)

41/1102- اور ترمذی نے دوسری روایت جس کو ابن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے کی ہے، اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تم جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کن اعمال کی فضیلت میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں جانتا ہوں (ملاء اعلیٰ کے فرشتے) کفارات یعنی ان اعمال میں بحث کررہے ہیں جو گناہوں کے مٹانے والے ہیں وہ تین عمل ہیں (1) پہلا نمازوں کے بعد (ذکر، دعاء اور دوسری نماز کے انتظار میں مخلوق سے دوری اور مشغول بحق رہنے کیلئے) مسجدوں میں ٹھہرے رہنا، (2) دوسرا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی غرض سے مسجدوں کو پیدل جانا، (3) تیسرا ناگوار حالات (جیسے بیماری اور موسم سرما) میں اعضاء وضوء کامل طور پر دھونا جس نے ان چیزوں پر عمل کیا تو وہ اچھی طرح (یعنی اطاعت الٰہی کی لذت، عبادت کی توفیق، رزق حلال، قناعت اور قسمت پر راضی رہتے ہوئے) زندگی بسر کریگا اور اس کی موت بھی اچھی طرح (یعنی اعمال کی قبولیت، توبہ، حسن خاتمہ اور موت کے وقت فرشتوں کی خوش خبری پر) ہوگی اور وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہوجائے گا جس طرح وہ اپنی ماں سے پیدا ہونے کے دن پاک تھا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم نماز پڑھ لو تو یہ دعاء کیا کرو:

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ . فَاِذَا اَرَدْتَّ بِعِبَادِکَ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ".

(اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے امور کے ترک کرنے اور مسکینوں سے محبت رکھنے کا سوال کرتا ہوں جب تو اپنے بندوں کو فتنوں (یعنی دنیوی عذاب میں) مبتلا کرنے کا اردہ فرمائے تو مجھے اپنی جانب فتنہ میں مبتلا کئے بغیر بلالے۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی

فرمایا کہ ملاءاعلیٰ کے فرشتے ان اعمال کی فضیلت میں بحث کررہے ہیں جن سے بندوں کے درجات بلند ہوتے ہیں اور وہ درجات بڑھانے والے اعمال یہ ہیں (1) پہلا (اپنے اور بیگانے کو) کثرت سے سلام کرنا (2) دوسرا کھانا کھلانا اور (3) تیسرا رات میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

ف: اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "رَأَیْتُ رَبِّی فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ" میں نے اللہ عزوجل کو نہایت حسین صورت میں دیکھا۔

واضح ہو کہ یہ اور اسی قسم کے مضامین جو اس حدیث میں اور اس حدیث کے بعد والی حدیث میں مذکور ہیں، ان کا شمار متشابہات میں ہے اور متشابہات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ان پر ایمان رکھا جائے اور ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا جائے، چنانچہ قرآن حکیم کے سورہ آل عمران کی وہ آیت جس میں محکمات اور متشابہات کا ذکر ہے، اس میں ارشاد فرمایا گیا ہے: "وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ" مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا" (سورہ آل عمران، پ:3، ع:1، آیت نمبر:7) (جو لوگ علم دین میں پختہ کار اور (فہیم) ہیں (وہ متشابہات کے بارے میں) اتنا ہی کہہ کر رہ جاتے ہیں کہ اس پر ہمارا ایمان ہے، یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے)۔

الغرض متشابہات کے درپے ہونا دینداری کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے۔ (مرقات۔)

گناہوں کو مٹانے والے اور درجے بڑھانے والے امور کے بیان پر دوسری حدیث

42/1103- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز صبح میں اس قدر تاخیر فرمائی قریب تھا کہ ہم آفتاب کو دیکھ لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (حجرۂ مبارک سے) عجلت کے ساتھ نکلے اور نماز کیلئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی اور (خلافِ عادت) اختصار کے ساتھ ادا فرمائی اور جب سلام پھیرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے ہم کو پکارا کہ اپنی اپنی صفوں میں جیسے ہو ویسے ہی بیٹھے رہو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر آپ نے فرمایا واضح ہو میں تم کو خبر دوں گا کہ آج

صبح کس چیز نے مجھے تمہارے پاس آنے سے روک رکھا تھا وہ یہ ہے کہ میں رات کو (تہجد کیلئے) اٹھا میں نے وضوء کیا اور میرے لئے جتنی نماز تہجد مقدر تھی ادا کیا پس مجھے نماز میں غنودگی آگئی یہاں تک کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا، پس یکا یک میں نے اپنے پروردگار تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے جواب میں کہا لبیک اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کن اعمال کی فضیلت میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا'' یہ سوال وجواب تین مرتبہ ہوتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے انگلیوں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور مجھ پر ہر ہر چیز منکشف ہوگئی اور میں نے سب کو پہچان لیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے جواب میں کہا لبیک اے میرے رب! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کن اعمال کی فضیلت میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ (ملاء اعلیٰ کے فرشتے) کفارات یعنی ان اعمال میں بحث کررہے ہیں جو گناہوں کو مٹانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کونسے عمل ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ وہ عمل یہ تین ہیں، (1) پہلا نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کیلئے مسجدوں کو پیدل جانا، (2) دوسرا نمازوں کے بعد (ذکر) دعاء اور دوسری نماز کیلئے انتظار میں مخلوق سے دوری اور مشغول بحق رہنے کیلئے مسجدوں میں ٹھہرے رہنا، (3) تیسرا ناگوار حالات (جیسے بیماری اور موسم سرما) میں اعضاء وضوء کامل طور پر دھونا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے اور کن اعمال کی فضیلت میں بحث کررہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے درجات یعنی ان کے اعمال کی فضیلت میں بحث کررہے ہیں جن سے بندوں کے درجے بلند ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ کون سے عمل ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ وہ عمل

جن سے بندوں کے درجے بلند ہوتے ہیں وہ بھی تین ہیں۔(1) پہلا کھانا کھلانا،(2) دوسرا نرمی سے کلام کرنا (یعنی لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا)(3) تیسرا رات میں نماز پڑھنا جبکہ لوگ سو رہے ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جو دعاء چاہو مانگ لو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یہ دعا مانگی ''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ ، وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ ، وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ . وَاِذَا اَرَدْتَّ فِتْنَةً فِیْ قَوْمٍ فَتَوَفَّنِیْ غَيْرَ مَفْتُوْن. وَاَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ ، وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ''۔

(اے اللہ! میں آپ سے نیک کاموں کے کرنے، برے کاموں کے چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے اور اپنی مغفرت کرنے اور مجھ پر رحمت کرنے کی درخواست کرتا ہوں اور جب آپ کسی قوم کو فتنہ میں (یعنی عذاب دنیوی میں) مبتلا کرنے کا ارادہ کریں تو فتنہ میں مبتلا کئے بغیر مجھے وفات دیجئے اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور ان کی محبت بھی مانگتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتے ہیں، اور ان اعمال کی محبت بھی مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی محبت سے قریب کردیں۔) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے اس لئے اس کو یاد رکھو اور اسے دوسروں کو سکھلاؤ۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے۔)

اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور میں نے اس حدیث کے متعلق محمد بن اسماعیل یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

مسجد میں آنے کی اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعاء

43/1104- ابو اُسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے: ''اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ

اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ"۔

(اے اللہ آپ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے) اور جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ"۔

(اے اللہ میں آپ سے آپ کا فضل (یعنی روزی) طلب کرتا ہوں۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد میں آنے کی اور مسجد سے باہر نکلنے کی ایک اور دعاء

44/1105- فاطمہ بنت الحسین رضی اللہ عنہما اپنی دادی فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہرہ کبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یعنی اپنے آپ پر درود اور سلام پڑھتے اور یہ دعاء پڑھتے: "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ"۔ (اے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب مسجد سے نکلتے تو پہلے کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یعنی اپنے آپ پر درود اور سلام پڑھتے اور یہ دعاء فرماتے "رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِکَ" (اے میرے رب میرے گناہوں کو بخش دے اور اپنے فضل (یعنی روزی کے) دروازوں کو مجھ پر کھول دے۔) (اس کی روایت ترمذی، امام احمد اور ابن ماجہ نے کی ہے)۔

45/1106- اور امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ سیدتنا فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اسی طرح مسجد سے نکلتے وقت صلی علیٰ محمد وسلم (درود وسلام ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) کے بجائے: "بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ" فرماتے تھے (میں اللہ کے نام کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور مسجد سے نکلتا ہوں اور سلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر فرماتے تھے۔

مسجد میں داخل ہونے کی ایک اور دعاء

46/1107- عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعاء پڑھتے: ''**اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ**''.

(خدائے بزرگ و برتر کی اور اس کریم ذات کی اور اس کے دیرینہ غلبہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص یہ دعاء کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص میرے (شر سے) تمام دن محفوظ رہا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سفر سے واپسی کے آداب

47/1108- کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے واپس ہوتے تو بوقت چاشت دن کو تشریف لاتے اور گھر جانے سے قبل مسجد جا کر مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرماتے اس کے بعد مسجد میں تشریف رکھتے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیفیت

48/1109- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھ لیا کرے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اِس حدیث میں مذکور ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے، واضح ہو کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی نیت سے جو دو رکعتیں ادا کی جاتی ہیں وہ دراصل تحیۃ رب المسجد ہیں جن کو اختصار کی غرض سے تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے کیوں کہ ان دو

رکعتوں سے مقصود تحیۃ المسجد نہیں بلکہ مقصود رب مسجد کا تحیۃ ہے جو اللہ تعالیٰ ہیں۔

درمختار اور ردالمحتار میں کہا ہے کہ تحیۃ المسجد کا ادا کرنا سنت ہے اور تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ہیں، مسجد میں داخل ہونے کے بعد کسی فرض نماز یا فرض نماز کے سوا کسی اور نماز کا ادا کرنا تحیۃ المسجد کے ادا کرنے کا قائم مقام ہو جاتا ہے، اگر چہ کہ تحیۃ المسجد کی نیت نہ کی جائے، اور تحیۃ المسجد کا دن میں ایک دفعہ ادا کرنا پورے اِس دن کیلئے کافی ہے، خواہ کتنے ہی مرتبہ مسجد میں آتا جاتا رہا ہو۔ حنفیوں کے پاس تحیۃ المسجد مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ جانے سے ساقط نہیں ہوتی اس لئے اگر بیٹھنے کے بعد بھی ادا کر لی جائے تو ادا کی جاسکتی ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ حاکم وقت اگر فیصلہ کرنے کی خاطر مسجد میں داخل ہو تو خواہ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی تحیۃ المسجد ادا کر لے یا چاہے تو مسجد سے نکلتے وقت تحیۃ المسجد پڑھ لے، اس سے بھی مقصود حاصل ہو جاتا ہے کیوں کہ مقصود تو تحیۃ المسجد کا ادا کرنا ہے۔ یہ غایۃ سے ماخوذ ہے، لیکن بخاری اور مسلم کی مذکورالصدر حدیث کے پیش نظر مذہبِ حنفی پر شبہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث میں مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرنے کا حکم ہے اور حنفی مذہب میں بیٹھنے کے بعد بھی تحیۃ المسجد ادا کی جاسکتی ہے جو بظاہر بخاری اور مسلم کی حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بخاری اور مسلم کی اس مذکورالصدر حدیث میں جو ذکر ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کر لیا جائے اس سے مراد یہ ہے کہ تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ادا کرنا اولیٰ ہے ضروری نہیں ہے بلکہ مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے کے بعد بھی تحیۃ المسجد ادا کر سکتے ہیں اس پر ابن حبان کی حدیث جو اس حدیث کے بعد آرہی ہے دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما تھے، ابوذر رضی اللہ عنہ خدمت مبارک میں بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوذر (رضی اللہ عنہ) مسجد میں آنے والے کیلئے تحیۃ المسجد (مستحب ہے) اور تحیۃ المسجد یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کی جائے، پس اٹھو ابوذر اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لو۔

ابن حبان کی اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ اگر دخول مسجد کے بعد بیٹھ جانے سے تحیۃ المسجد ساقط ہو جاتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوذر رضی اللہ عنہ کے بیٹھ جانے کے بعد ان کو تحیۃ المسجد

پڑھنے کا حکم نہ دیتے، اس سے ثابت ہوگیا کہ تحیۃ المسجد میں داخل ہوکر بیٹھنے کے بعد بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ ردالمحتار میں کہا ہے کہ تفصیل حلیہ میں ملاحظہ ہو۔ 12

تحیۃ المسجد پڑھنے کی دوسری کیفیت

49/1110- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تشریف فرما ہیں تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا بیٹھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں (آنے والے کیلئے) تحیۃ المسجد (مستحب) ہے اور تحیۃ المسجد دو رکعت ہیں اٹھو ابوذر (رضی اللہ عنہ) اور دو رکعت ادا کرلو ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اٹھا اور دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کیا۔ (اس کی روایت ابن حبان نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

آدابِ مسجد میں سے یہ بھی ایک ادب ہے

50/1111- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز پکار کر ڈھونڈھتے ہوئے سنے تو وہ اس سے کہدے کہ خدائے تعالیٰ تجھے تیری گم شدہ چیز واپس نہ کرے کیوں کہ مسجدیں آواز بلند کرنے کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب

51/1112- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں کوئی چیز بیچتا ہے یا خریدتا ہے تو کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم کسی کو دیکھو کہ مسجد میں کسی گم شدہ چیز کو پکار کر ڈھونڈ رہا ہے تو کہو کہ خدائے تعالیٰ تیری چیز تجھے واپس نہ کرے۔

(اس کی روایت ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر دوسری حدیث

52/1113- حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قصاص لینے سے منع فرمایا ہے (اور اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ مسجد میں) اشعار پڑھے جائیں اور حد جاری کی جائے ۔(اس کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں کی ہے)۔

53/1114- اور صاحب جامع الاصول میں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے)۔

54/1115- اور مصابیح میں بھی جابر رضی اللہ عنہ سے (اسی طرح روایت ہے۔)

ف:اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد میں اشعار نہ پڑھے جائیں، واضح ہو کہ یہ ممانعت ایسے اشعار سے متعلق ہے جن میں فحش اور بیہودہ کلام ،فسق و فجور اور لہو ولعب کی باتیں بیان کی گئی ہوں، اس کے برعکس ایسے اشعار جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، سچے مضامین اور وعظ و نصیحت مذکور ہوں مسجد میں پڑھے جاسکتے ہیں کیوں کہ شاعر اسلام حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس قسم کے اشعار سنایا کرتے تھے ۔ چنانچہ ترمذی اور بخاری کی روایتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ" كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصِبُ لِحَسَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْبَرًا فِيْ الْمَسْجِدِ فَيَقُوْمُ عَلَيْهِ وَيَهْجُوْ الْكُفَّارَ .

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی اللہ عنہ کیلئے مسجد نبوی میں منبر رکھتے جس پر وہ کھڑے ہوتے اور مشرکین کی جواباً ہجو فرمایا کرتے۔)

اس کے علاوہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"قَالَ : مَرَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ فِيْ الْمَسْجِدِ وَحَسَّانُ يُنْشِدُ فَلَحَظَ اِلَيْهِ فَقَالَ كُنْتُ أُنْشِدُ فِيهِ ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَى أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰه

عَنْـهُ، فَقَالَ أَنْشُدُکَ بِاللَّهِ ، أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَجِبْ عَنِّي ، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ .قَالَ: نَعَمْ".

(سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں سے گذرے اور حسان رضی اللہ عنہ اس وقت اشعار پڑھ رہے تھے عمر رضی اللہ عنہ، حسان رضی اللہ عنہ کو گھور کر دیکھنے لگے تو حسان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اشعار پڑھا کرتا تھا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی مسجد میں سنا کرتے تھے جو آپ سے بہتر تھے (یہ کہہ کر) حضرت حسان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کہ میں مسجد نبوی میں اشعار سنایا کرتا تھا یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ اے حسان (رضی اللہ عنہ) تم میری طرف سے (مشرکین کا) جواب دو (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے) اے اللہ آپ روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حسان (رضی اللہ عنہ) کی مدد فرمائیے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایسا ہی فرمایا ہے۔) ترمذی اور بخاری کی ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حسان رضی اللہ عنہ سے مسجد میں اشعار سنا کرتے اور حسان رضی اللہ عنہ اشعار پڑھا کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد میں نعتیہ اشعار پڑھنا جائز ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد میں شعر پڑھنے کے جواز پر ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان (باب الشعر فی المسجد) ہے اور اس عنوان کے تحت ایسی ہی حدیث بیان فرمائی ہے جو سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے ابھی اوپر نقل کی گئی ہے، اس حدیث کے فوائد میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے: "ان الشعر الحق لایحرم فی المسجد ، والذی یحرم فیہ ما فیہ الخناء والزور ، والکلام الساقط ".

(علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سچے مضامین والے اشعار کا مسجد میں پڑھنا حرام نہیں ہے البتہ مسجد میں ایسے اشعار کا پڑھنا حرام ہے جن میں فحش، جھوٹ اور بیہودہ باتیں بیان کی گئی ہوں۔)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو فوائد میں آگے چل کر کئی محدثین اور فقہاء کا قول نقل کیا ہے جن میں حضرت سعید بن المسیب، امام شعبی، امام ابن سیرین، امام ثوری، امام اوزاعی، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ ہیں، ان سب حضرات کا مسجد میں سچے مضامین والے اشعار کے پڑھنے کے جواز پر یہ قول ہے: "ولا بأس بانشاد الشعر الذی لیس

فيه هجاء ولانكب عرض احد من المسلمين ولافحش".

مسجد میں ایسے اشعار کے پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جن میں مسلمانوں کی ہجو، آبروریزی اور فحش باتیں بیان نہ کی گئی ہوں)۔(یہ پورا مضمون عمدۃ القاری سے ماخوذ ہے۔)12

مسجد کے آداب پر تیسری حدیث

55/1116- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے کہ مسجد میں (لہو ولعب) کے اشعار پڑھے جائیں (اور اس سے بھی منع فرمایا ہے) کہ مسجد میں خرید وفروخت کی جائے اور لوگوں کو جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں حلقے بنا کر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر چوتھی حدیث

56/1117- حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار کی باتیں اپنی مسجدوں میں کیا کریں گے تو تم ان کے ساتھ مت بیٹھا کرو، اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر پانچویں حدیث

57/1118- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مسجد کے ایک کنارے میں بے چھت کا ایک کشادہ میدان تیار رکھا تھا جس کو بطیحاء کہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جو شخص غل مچانا چاہے یا بآواز بلند شعر پڑھنا چاہے یا آواز بلند کرنا چاہے وہ مسجد سے نکل کر اس بطیحاء میں آجائے۔(اس کی روایت امام مالک نے مؤطاء میں کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر چھٹی حدیث

58/1119- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اس بدبودار درخت (یعنی پیاز اور لہسن کو جو پکائے ہوئے نہ ہوں) کھائے وہ ہرگز ہماری مسجد میں نہ آئے (یعنی خواہ مدینہ منورہ کی مسجد ہو یا کوئی اور مسجد ہو) کیوں کہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں کی بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے جن سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہو۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر ساتویں حدیث

59/1120- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو (جس کو پکایا نہ گیا ہو) کھالے تو وہ ہرگز مسجدوں میں نہ آئے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر آٹھویں حدیث

60/1121- معاویہ بن قرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں درختوں یعنی پیاز اور لہسن (کے کھانے) سے منع فرمایا ہے (جو پکائے نہ گئے ہوں) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو پیاز اور لہسن کو (جو پکائے نہ گئے ہوں) کھائے تو وہ ہماری مسجد کو ہرگز نہ آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تم پیاز اور لہسن کو کھانا ہی چاہتے ہو تو ان کو پکا کر ان کی بدبو کو ماردو۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

مسجد کے آداب پر نویں حدیث

61/1122- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے تو میں نے دیکھا کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بھی امت کے نیک اعمال میں شامل ہے اور میں نے دیکھا کہ امت کے برے اعمال میں ریٹ اور بلغم بھی ہے جو مسجد میں ہو، اور اس کو دفن نہ کیا گیا ہو۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

مسجد کے آداب پر دسویں حدیث

62/1123- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اِس کو زمین میں چھپا دیا جائے ۔(یا اس کو پاک کر دیا جائے)۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

مسجد کے آداب پر گیارہویں حدیث

63/1124- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہوتو اپنے سامنے قبلہ کی طرف نہ تھوکے اس لئے کہ جب تک وہ اپنے مصلے پر رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے اور سیدھے جانب بھی نہ تھوکے کیونکہ نماز ی کے سیدھے جانب ایک فرشتہ رہا کرتا ہے (جو نمازی کی تائید اور اس کی دعاء پر آمین کہنے کیلئے متعین رہتا ہے) اور نمازی کو چاہئے کہ اپنے بائیں جانب یا اپنے پیر کے نیچے تھوکے، اور تھوک کو زمین میں چھپا دے۔

64/1125- اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اپنے بائیں پیر کے نیچے تھوکے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں ارشاد ہے، نمازی جب نماز کیلئے کھڑا ہوتو تعظیم قبلہ کی خاطر اپنے سامنے نہ تھوکے اور اپنے سیدھے جانب بھی نہ تھوکے کیوں کہ سیدھے جانب ایک فرشتہ رہتا ہے البتہ اپنے بائیں جانب یا پیر کے نیچے تھوکے۔

واضح ہو کہ سامنے اور سیدھے جانب تھوکنے کی ممانعت عام ہے خواہ وہ مسجد میں نماز ادا کررہا ہو یا مسجد کے سوا کسی اور جگہ نماز پڑھ رہا ہو ہر دو حالتوں میں نماز کے موقع پر سامنے اور سیدھے جانب تھوکنا ممنوع ہے۔

نمازی اگر مسجد میں ہو تو خواہ وہ بائیں جانب تھوکے یا قدم کے نیچے تھوکے دونوں حالتوں میں تھوک کو اپنے کپڑے میں لے لے، اور اگر مسجد کے سوا کسی اور جگہ ہو تو اپنی بائیں جانب یا پیر کے نیچے زمین پر تھوک سکتا ہے۔ (مرقات)۔

مسجد کے آداب پر بارہویں حدیث

65/1126- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر جو قبلہ کی طرف تھی رینٹھ دیکھا اور یہ چیز شاق گذری، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناراضی کے آثار دکھائی دیئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُٹھ کر خود دست مبارک سے اس کو کھرچ دیا اور ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو وہ اپنے پروردگار سے راز و نیاز کررہا ہے (اسی لئے کہا گیا ہے کہ نماز مسلمان کی معراج ہے) اور اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے اِس لئے تم میں سے کوئی شخص ہرگز قبلہ کی طرف نہ تھوکے بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے (جب کہ وہ مسجد میں نہ ہو) اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے ایک کنارے کو لے کر اس میں تھوکا پھر اس کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے رگڑ دیا اور فرمایا اس طرح کیا کرے (جب کہ وہ مسجد میں ہو)۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

مسجد کے آداب پر تیرھویں حدیث

66/1127- سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے لوگوں کی امامت کی اس نے قبلہ کی جانب تھوکا

اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھ رہے تھے،اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم سے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص آئندہ سے نماز نہ پڑھائے ، پھراس کے بعد جب اس نے لوگوں کونماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اس کوروک دیا اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کو مطلع کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ارشادفرمایا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے،سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی ارشادفرمایا کہ یقیناً تم نے اللہ اور اللہ کے رسول کوتکلیف پہنچائی ہے۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

گھروں میں بھی کچھ نہ کچھ نفل نمازیں پڑھا کرو

67/1128- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ تم اپنی کچھ نہ کچھ(نفل)نمازیں گھروں میں بھی پڑھا کرواور گھروں کو(نماز نہ پڑھ کر)مثل قبروں کے نہ بناؤ) کیوں کہ قبروں میں مردے نماز نہیں پڑھا کرتے ۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

حیطان میں نماز پڑھنے کا ذکراورحیطان کی تحقیق

68/1129- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیطان میں نماز پڑھنا پسندفرماتے تھے۔اِس حدیث کے بعض راویوں نے کہا ہے کہ حیطان سے مراد باغ ہے(اسی لئے باغوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔واضح ہوکہ " حیطان""حائط "کی جمع ہےاور حائط کے معنی دیوار کے ہیں، چونکہ باغ کا احاطہ دیواروں سے محصور ہوا کرتا ہےاسی وجہ سے باغ کوحیطان بھی کہتے ہیں، یہ حیطان کے ایک معنی ہیں)۔

(اس کی روایت امام احمد اور ترمذی نے کی ہے)۔

(حیطان کے ایک اور بھی معنے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ حیطان لغت میں دیوار کو کہتے ہیں، تو اس لغوی معنی کے لحاظ سے حدیث کے یہ معنے ہوئے ''**فی حیطان ای فی جنت الجدران**'' (دیواروں کے قریب میں) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیواروں کے قریب نماز پڑھنے کو پسند فرماتے تھے تاکہ کوئی شخص نمازی کے سامنے سے گذرنے نہ پائے اور کوئی چیز نمازی کی توجہ کو پھیر نہ سکے حیطان کے اس دوسرے معنی کی صراحت مرقات میں مذکور ہے۔)

کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے

69/1130- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبرستان اور حمام کے سوا پوری روئے زمین مسجد ہے جہاں چاہے نماز پڑھ سکتے ہیں۔(اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور دارمی نے کی ہے۔)

کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر دوسری حدیث

70/1131- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات جگہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (1) کچرا ڈالنے کی جگہ (2) جانور ذبح کرنے کی جگہ (3) قبرستان (4) سڑکوں پر (5) حمام (6) اونٹوں کے باندھنے کی جگہ (7) بیت اللہ شریف کے چھت پر۔(اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

کہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس پر تیسری حدیث

71/1132- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اتفاقاً نماز پڑھنے کی ضرورت پیش آجائے تو) بکریوں کے باندھنے کی جگہ نماز پڑھو لیکن اونٹوں کے باندھنے کی جگہ نماز نہ پڑھو اس لئے کہ اونٹوں کے باندھنے کی جگہ نماز پڑھنے سے اطمینان قلب باقی نہیں رہتا)۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے)۔

(8/27) بَابُ السَّتْرِ

(یہ باب سترعورت (ستر ڈھانکنے کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ: " خُذُوا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ "۔اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے (سورۂ اعراف، پ:8،ع:3،آیت نمبر: 31، میں) (اے بنی آدم) ہر نماز کے وقت تم (لباس وغیرہ سے) خودکوآراستہ کرلیا کرو۔

وَقَوْلُهُ:" وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا "۔ اورارشاد باری تعالیٰ ہے(سورۂ نور، پ:18، ع:4،آیت نمبر:31، میں)اور(عورتوں کو چاہئے کہ)وہ اپنی زینت کے مقامات کو(کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر جواس میں سے (چارو ناچار) کھلا رہتا ہے۔

وَقَوْلُهُ:يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَا بِيْبِهِنَّ . ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلاَ يُؤْذَيْنَ"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۂ احزاب، پ:22،ع:8،آیت نمبر:59، میں) اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنی بی بیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادروں سے گھونگھٹ کو (اپنے چہرے پر سے لے کر ٹھوڑی تک) ڈال لیا کریں اس سے جلدی یہ پہچان ہوجایا کرے گی (کہ یہ نیک بخت ہیں اور) کوئی چھیڑے گا نہیں۔

نماز میں تہ بند کے سوابدن کے بالائی حصہ کوڈھانکنے کی تحقیق

1/1133- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز ایک کپڑے (یعنی صرف تہ بند میں اس طرح) نماز نہ پڑھے کہ اس کے جسم کا بالائی حصہ یعنی پیٹ اور پیٹھ اور دونوں کندھے اس کپڑے (یعنی تہ بند کے بقیہ

حصہ یا کسی اور کپڑے سے) ڈھکے ہوئے نہ ہوں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف تہ بند سے اِس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے جسم کا بالائی حصہ اس کے تہ بند کے حصے یا کسی اور کپڑے سے ڈھکا ہوا نہ ہو۔

واضح رہے کہ جو شخص تہ بند کے علاوہ اپنے جسم کے بالائی حصہ کو چادر یا کسی اور کپڑے سے ڈھانکنے پر قادر نہ ہو تو ایسے شخص کی نماز صرف تہ بند کے ساتھ بغیر کسی کراہت کے جائز ہو جائے گی البتہ ایسا شخص جو چادر کے اوڑھنے پر قدرت کے باوجود جسم کے بالائی حصہ پر کچھ اوڑھے بغیر صرف تہ بند کے ساتھ نماز پڑھ لے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی، امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور جمہور رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے۔ (مرقات)۔

نماز میں تہ بند کے سوا بدن کے بالائی حصہ کو ڈھانکنے کے بیان پر دوسری حدیث

2/1134- عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں اشتمال کئے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ جس کے دونوں کنارے دونوں کندھوں پر اس طرح تھے (کہ بایاں کنارہ سیدھے مونڈھے پر اور سیدھا کنارہ بائیں مونڈھے پر تھا)۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

ف: اشتمال سے مراد یہ ہے کہ تہ بند کا بایاں کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر سیدھے مونڈھے پر ڈالے اور تہ بند کا سیدھا کنارہ سیدھے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالے، اگر کنارے چھوٹے ہوں تو دونوں کناروں کو گردن پر باندھے یا کناروں کو سینہ پر باندھے، اور اگر کنارے دراز ہوں تو ان کو پیچھے لٹکتا ہوا چھوڑ دے توشُّح بھی اسی کو کہتے ہیں، جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے: " وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ " صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِيْ اُزُرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ ".

ابوحازم نے کہا کہ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھی کہ ان کے تہ بند کے (دونوں کنارے) ان کے گردن پر باندھے ہوئے تھے۔(مرقات،اشعۃ اللمعات،نیل الاوطار۔)12

نماز میں تہ بند کے سوابدن کے بالائی حصہ کوڈھانکنے کے بیان پر تیسری حدیث

3/1135- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت،انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حصیر پر نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی پر سجدہ کررہے ہیں،راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی کپڑے میں توشُّح یعنی اشتمال کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز میں تہ بند کے سوابدن کے بالائی حصہ کوڈھانکنے کے بیان پر چوتھی حدیث

4/1136- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوارشادفرماتے ہوئے سنا ہے کہ جوشخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو وہ اس کپڑے کے دونوں کناروں میں اشتمال کرے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اشتمال صمّاء کی ممانعت

5/1137- سعید بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ہم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا،ایک رات میں اپنے کسی کام کیلئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کونماز پڑھتے ہوئے پایا اور اس وقت مجھ پر ایک ہی کپڑا تھا میں اس کو اپنے بدن پر اشتمال اصماء کے طور پر لپیٹ لیا تھا(اشتمال صماء کی تعریف ذیل کے فائدہ میں درج ہے)اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو نماز پڑھتا رہا،جب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ اے جابر (رضی اللہ عنہ) اس وقت رات میں آنے کا کیا سبب ہے تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی حاجت ظاہر کی، جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی حاجت کے اظہار سے فراغت پایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر (رضی اللہ عنہ) یہ بھی کوئی اشتمال ہے جس میں' میں تم کو دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا ایک ہی کپڑا ہونے سے میں نے اسی طرح اشتمال کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کپڑا بڑا ہو تو اشتمال کرنا چاہئے یعنی کپڑے کا بایاں کنارہ بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکال کر سیدھے مونڈھے پر اور سیدھا کنارہ سیدھے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال دیں اور اگر کپڑا چھوٹا ہو تو تہ بند باندھ لیا جائے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے)۔

6/1138- اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اگر کپڑا کشادہ ہو تو اس کے دونوں کناروں میں اشتمال کرو اور اگر کپڑا چھوٹا ہے تو تہ بند کی طرح اس کو اپنی کمر پر باندھ لو۔

ف: اشتمال صماء سے مراد یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا ایک کپڑے کو اپنے پورے جسم پر اس طرح لپیٹ لے کہ کپڑا کسی طرف سے نہ اٹھ سکے اور دونوں ہاتھ پیر اس کپڑے میں بے شگاف ٹھوس پتھر کی طرح کسے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو اس کپڑے کے نچلے حصے سے ہی باہر کیا جاسکتا ہو، اور جب ہاتھوں کو کسی ضرورت سے باہر نکالا جائے تو بے ستری کا اندیشہ رہتا ہو، اسی وجہ سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال کے اس طریقہ سے منع فرمایا ہے۔

(عمدۃ القاری، مجمع البحار۔)12

جائز اشتمال کا بیان

7/1139- محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے ہم کو صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھائی جس کے دونوں کناروں کو انہوں نے اپنی گدی پر باندھا تھا اور ان کے کپڑے تپائی پر رکھے ہوئے تھے، جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے (بطور اعتراض) کہا کہ آپ

صرف ایک تہ بند میں نماز پڑھا رہے ہیں (حالانکہ آپ کے کپڑے تپائی پر موجود ہیں) حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اسی لئے اس طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھائی تا کہ تم جیسا احمق مجھے دیکھ کر (یہ سمجھ سکے کہ اس طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھانا بھی جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم میں کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جس کے دو کپڑے ہوں ۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

اگر دو کپڑے موجود ہوں تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے

8/1140- اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے تھے اور اس کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بات اسی وقت تھی کہ جب کپڑوں کی قلت تھی لیکن جب کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت دے رکھی ہے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے، (اس لئے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے سے ستر کھل جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔) (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

بغیر تہ بند کے لانبا کرتہ میں نماز پڑھنے کی تحقیق

9/1141- سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شکار کرتا رہتا ہوں (اور شکار کے پیچھے دوڑنے میں سہولت کی غرض سے صرف کرتا پہنتا ہوں تہ بند نہیں باندھتا) تو کیا میں اسی ایک کرتہ میں نماز پڑھ سکتا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں کرتے کی گنڈی لگالو، اگر چہ کانٹے ہی کی ہو(تا کہ تم کو ستر نظر نہ آئے)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کرتہ میں بلا تہ بند' نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ

گریبان میں گنڈی لگادی جائے۔

واضح ہو کہ بوقت نماز نمازی پر ستر عورت فرض ہے، ستر عورت کی دو قسمیں ہیں: (1) ایک ستر کو دوسروں کی نظر سے بچانا (2) دوسرے ستر کو اپنی نظر سے بچانا۔

ستر کو دوسروں کی نظر سے بچانے کی بھی دو صورتیں ہیں: (1) ایک ستر کو اطراف سے بچانا، (2) دوسرے ستر کو نیچے سے بچانا۔

(1) ستر کو اطراف سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت پر نماز میں اپنے جسم کے جس قدر حصے کو کپڑے سے چھپانا فرض ہے اس پورے حصہ کو کپڑے سے اس طرح چھپانا واجب ہے کہ چاروں طرف سے ستر کا کوئی حصہ دکھائی نہ دیتا ہو۔

(2) ستر نیچے سے چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرد تہ بند باندھے یا عورت ساڑی پہنے تو تہ بند یا ساڑی کا نچلا یعنی زمین کی طرف والا حصہ کھلا رہتا ہے اور تہ بند یا ساڑی کے اس نچلے حصہ کے کھلے رہنے سے نماز پڑھنے میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔

اطراف ستر کو دوسروں کی نظر سے بچانے کی بھی دو حیثیتیں ہیں (1) ایک حقیقی، (2) دوسرے حکمی، ستر حقیقی یہ ہے کہ کپڑے سے ستر پوشی کی جائے اور ستر حکمی یہ ہے کہ بغیر کسی کپڑے کے اندھیرے میں یا خالی جگہ یا صحراء میں جہاں لوگوں کی نظر نہ پڑتی ہو نماز ادا کی جائے تو ستر حکمی کی ان تینوں صورتوں میں اگر چہ کہ نمازی کا ستر دوسروں کی نگاہ سے محفوظ ہے مگر یہ ستر حقیقی ہے اس لئے یہ ستر حکمی مفسد نماز ہے ، جب تک ستر کو کپڑے سے نہ چھپایا جائے ستر حقیقی نہیں ہوتا، اس لئے نمازی پر فرض ہے کہ اپنے ستر کو اندھیرے میں ہو یا خالی مکان میں ہو کپڑے سے چھپائے۔

اب رہا نماز میں ستر کو اپنی نظر سے بچاؤ تو یہ واضح رہے کہ نماز کی حالت میں اگر خود نمازی کی نگاہ اپنی ستر پر پڑ جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہو جائے گی۔ چنانچہ منیہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ سے یہی روایت ہے۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کو ان کی نظر سے ستر کو بچانے کی خاطر جو حکم دیا ہے کہ کُرتے کے گریبان میں گنڈی لگائی جائے تو اس سے مقصود اسی کراہت سے بچانا ہے اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ بحالت نماز نمازی کی نگاہ اس کے ستر پر پڑ جائے تو اس سے

نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ مکروہ ہوجاتی ہے۔(درمختار، ردالمحتار، شرح منیۃ ۔)

نماز میں سدل کرنا اور ڈھاٹا باندھنا مکروہ ہے

10/1142- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سدل کرنے سے منع فرمایا ہے اور نمازی کو اپنے دہن یعنی منہ پر سر اور گردن سمیت ڈھاٹے کی طرح کپڑا لپیٹنے سے بھی منع فرمایا ہے (اس لئے کہ اس سے قرأت اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں ہوتا۔) (اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

ف: سدل کے معنی یہ ہیں کہ نمازی چادر یا رومال کو اپنے کندھوں پر اس طرح ڈالے کہ دونوں کناروں کو لٹکتا ہوا چھوڑ دے اور وہ سمٹے ہوئے نہ ہوں، یا قبا اور عباء کو اس طرح اوڑھ لے کہ اس کے آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالا جائے یا ایک چادر یا کسی کپڑے میں سارے بدن کو اس طرح لپیٹ لے کہ دونوں ہاتھ اسی چادر یا کپڑے میں داخل کرلئے ہوں جیسا کہ یہود کا دستور تھا، ان چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔(مرقات اشعۃ اللمعات۔)

اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے:"فان ارسل جانبا وضمه جانبه الآخر والقاه على منكبه فليس بسدل".

اگر چادر کے ایک کنارہ کو لٹکتا ہوا چھوڑ دے اور دوسرے کنارے کو سمٹ کر دوسرے کندھے پر ڈال دیا جائے تو یہ سدل نہیں کہلائے گا اور اس سے نماز مکروہ نہیں ہوتی۔

پاجامہ یا تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھنے کی وعید

11/1143- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص اپنے تہ بند کو ٹخنے سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز ختم کرنے کے بعد) حکم فرمایا کہ جاؤ اور وضوء کرلو (یہ سن کر) وہ گیا اور وضوء کرکے واپس آیا، ایک اور شخص نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اس شخص کو کس لئے وضوء کا حکم فرمایا ہے؟ (حالانکہ وہ باوضوء تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے تہبند کو ٹخنے کے نیچے لٹکائے

ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف(1):ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حالت نماز میں ہوں یا نماز کے باہر ہوں ہر دو صورتوں میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کے پاس تہ بند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مکروہ ہے اور ردالمحتار میں ہے کہ مردوں کیلئے ایسے پاجاموں کا پہننا مکروہ ہے جن کے کنارے پنجوں پر گرتے ہوں۔

ف(2):اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''اِنَّ اللّٰہَ لَایَقْبَلُ صَلٰوۃَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ اِزَارَہ''.

(اللہ تعالیٰ) اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے نماز پڑھتا ہے۔

واضح ہو کہ یہاں ٹخنوں کے نیچے تہ بند کے لٹکانے پر نماز کے قبول نہ ہونے کا ارشاد ہوا ہے اور نماز کے صحیح نہ ہونے کا ارشاد نہیں ہوا جس سے ثابت ہے کہ نماز میں ٹخنوں سے نیچے تہ بند یا پاجامہ کو رکھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور فاسد نہیں ہوتی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ نے تہبند یا پاجامہ کو ٹخنوں سے نیچے رکھ کر نماز ادا کرنے پر نماز کی کراہت کا حکم لگایا ہے نماز کے فساد کا حکم نہیں لگایا۔

اس حدیث میں اس شخص کو جو ٹخنوں سے نیچے تہ بند لٹکائے ہوئے نماز ادا کر رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:'' اِذْھَبْ فَتَوَضَّاْ ''(جاؤ اور وضوء کرلو) یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس کے باوضوء ہونے کے باوجود دوبارہ وضوء کرنے کا جو حکم ارشاد فرمایا ہے اس کی ایک غرض یہ تھی کہ اس شخص نے تہ بند کو ٹخنوں سے نیچے رکھے ہوئے جو نماز ادا کی ہے اس کا گناہ معاف ہو جائے اس لئے کہ وضوء سے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، علاوہ ازیں اس شخص کو دوبارہ وضوء کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی دوسری غرض یہ تھی کہ اس شخص نے اپنے تہ بند کو ٹخنے سے نیچے رکھ کر اپنے باطن میں کبر وغرور کی جو گندگی پیدا کر لی تھی وہ اس دوبارہ وضوء سے زائل ہو جائے اور اس طرح اس طہارتِ ظاہری سے اس کو طہارت باطنی حاصل ہو جائے کہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑتا ہے۔

(یہ مضمون مرقات اور اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے۔)12

نماز میں ایسی چیز سے بچے جس سے دل بٹ جاتا ہو

12/1144- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک منقش حاشیہ دار چادر اوڑھ کر نماز پڑھ رہے تھے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر کے نقش ونگار کو (نماز کے اندر) ملاحظہ فرمایا اور نماز ختم کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ میری اس چادر کو ابوجہم رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور میرے لئے ابوجہم کی سادہ کملی لے آؤ، کیوں کہ اس چادر کے نقش ونگار نے میری توجہ نماز سے ہٹادی۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے)۔

13/1145- اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز میں اس چادر کے نقش ونگار کو دیکھ رہا تھا پس مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ مجھے فتنہ میں نہ ڈال دے (اور میرے حضور قلب میں فرق نہ پڑے۔)

ف: اس حدیث سے امت کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ نماز کے موقع پر ایسے لباس کے پہننے سے باز رہیں جس سے دل بٹ جاتا ہو۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

مرد کیلئے ریشم کی ممانعت

14/1146- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ریشم کا قبا تحفۃً دیا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنے اور اس میں نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہوتے ہی اس قبا کو جسم مبارک سے بہت جلد علیحدہ فرمادیا اور اس وقت چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر تھے، پھر فرمایا ریشم متقیوں کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ریشمی قبا پہن کر نا گواری کا اظہار فرمانا اس زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ مردوں کیلئے ریشم پہننے کی حرمت کا حکم ابھی نہیں آیا تھا لیکن جب حکم آ گیا تو مردوں کیلئے ریشم کا پہننا حرام ہو گیا خواہ متقی ہوں یا غیر متقی۔(مرقات،اشعۃ اللمعات)۔

تصویر رکھنے کی ممانعت

15/1147-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک باریک رنگین باتصویر پردہ تھا جس کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے اپنے حجرۂ مبارک کی دیوار کی زینت کیلئے باندھ رکھا تھا۔ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس پردہ کو ہمارے سامنے سے نکال دو اس لئے کہ اس کی تصویریں مجھے نماز میں دکھائی دینے سے میری مشغولیت ان کی طرف ہو جاتی ہے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں،ایک(1)یہ کہ نماز ادا کرتے وقت نمازی کے لباس پر یا نمازی کے سامنے تصویریں نہیں ہونی چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں کو نکال دینے کا حکم فرمایا ہے،(2)دوسرے یہ کہ نمازی کے سامنے یا لباس پر تصویریں ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، فاسد نہیں ہوتی، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت میں تصویریں تھیں تو آپ نے ان کو نکالنے کا حکم دیا مگر نماز کا اعادہ نہیں فرمایا، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا،اسی وجہ سے نماز کے فاسد ہو جانے کا حکم نہیں لگایا جائے گا بلکہ نماز کے مکروہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا،امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔(عمدۃ القاری)

مرد کے ستر کا بیان

16/1148- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نماز میں) مرد کیلئے جو ستر شرط ہے وہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہے۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے، یہ ایک طویل حدیث کا ایک حصہ ہےاوراس کی سند میں سوار بن داؤد ہیں جن کو عقیلی نے ضعیف قرار دیا ہے؛لیکن امام ابن معین ان کو ثقہ قرار دیتے ہیں)۔ (ابن معین فن رجال کے امام ہیں اس لئے ان کا قول معتبر ہے۔)

مرد کے ستر کے بیان پر دوسری حدیث

17/1149- عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مردوں کے لئے نماز میں ہوں یا غیر نماز میں ہوں ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے سمیت چھپانا ضروری ہے۔(اس کی روایت حاکم نے مستدرک میں کی ہے)۔

18/1150- اور دارقطنی کی دوسری روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ (مرد کے لئے) ستر عورت کی ابتداء ناف کے نیچے سے ہوتی ہے یعنی ناف ستر میں داخل نہیں ہے۔

مرد کے ستر کے بیان پر تیسری حدیث

19/1151- عقبہ بن علقمہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گھٹنا (مرد کیلئے) ستر میں داخل ہے۔(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

باندیوں کا ستر

20/1152- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کردے تو وہ ہرگز اپنی باندی کے ستر (یعنی باندی کے جسم کے اس حصہ کو) نہ دیکھے (جس کا اجنبیوں سے چھپانا فرض ہے اس لئے کہ غیر سے نکاح ہونے کے بعد مالک بھی مثل اجنبی کے ہوجاتا ہے)۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے)۔

21/1153- اور دار قطنی کی ایک روایت میں عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام یا اپنے نوکر سے کردے تو اس باندی کے ناف کے نیچے اور گھٹنے کو نہ دیکھے اس لئے کہ باندی کے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے سمیت جسم کا حصہ (بشمول چھاتیوں کے) پورا ستر ہے۔

22/1154- اور عبدالرزاق نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی ایک باندی کو مارے جس کو انہوں نے منہ چھپائے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ تو اپنے سر کو کھلا رکھ اور وہ عورتیں جو باندی نہیں ہیں ان سے مشابہت مت اختیار کر۔

حُرّہ یعنی آزاد عورت کا ستر

23/1155- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باریک کپڑے پہنی ہوئیں داخل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا، اور فرمایا کہ اے اسماء! (جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ پہونچوں تک دونوں ہاتھ اور چہرے کے سوا تمام بدن کو چھپائے۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ باریک تنزیب یا جالی وغیرہ کا بہت باریک دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں، یہ اس وقت ہے جب کہ اس کپڑے میں سے بدن دکھائی دیتا ہے اور اگر جتنے بدن کا ڈھانکنا ضروری ہے اس کو دوسرے کپڑے سے ڈھک لیا گیا اور اس کے اوپر سے باریک دوپٹہ بھی اوڑھ لیا جائے تو نماز ہو جائے گی۔ (منیۃ اور درمختار۔)

حُرّہ یعنی آزاد عورت کے ستر پر دوسری حدیث

24/1156- قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لڑکی حائضہ یعنی بالغ ہو جائے تو اس کے چہرے اور پہنچوں تک ہاتھوں کے سوا بدن کے کسی

حصہ کا دکھائی دینا جائز نہیں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے مراسیل میں کی ہے۔)

حُرّہ یعنی آزاد عورت کے ستر پر تیسری حدیث

25/1157- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بالغہ عورت (جو باندی نہ ہو) اس کی نماز اوڑھنی کے بغیر (یعنی کھلے سر) صحیح نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت جو باندی نہ ہو، اگر وہ نماز پڑھتے وقت سر نہ ڈھانکے تو اس کی نماز ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ عورت کا سر اور اس کے بال ستر میں داخل ہیں، اسی بناء پر سر اور بالوں کا چھپانا فرض ہے، عورت کی نماز ایسے باریک کپڑوں میں بھی صحیح نہیں جن میں اس کے بالوں کا رنگ یا بدن دکھائی دیتا ہوئے یہ بھی بے ستری میں داخل ہے۔ (اللمعات۔)

عورت کی نماز بغیر تہ بند کے ایسے لانبے کرتے میں جائز ہے جس سے قدم چھپ جاتے ہوں

26/1158- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمائیں کہ کیا عورت بغیر تہ بند کے کرتے اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں (عورت بغیر تہ بند کے بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔) جبکہ اس کا کرتہ اس قدر دراز ہو کہ اس کے پشتِ قدم کرتے میں چھپ جاتے ہوں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کیلئے پشتِ قدم کو چھپانا فرض ہے (پشتِ قدم تلوے) اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عورت کے قدم بھی ستر میں داخل ہیں، اور اس حدیث کی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (یہ شرح النقایہ میں مذکور ہے۔)

عورت کا قدم ستر میں داخل ہونے کی وجہ سے خانیہ میں کہا ہے کہ نماز کے وقت عورت کے قدم کا چوتھائی حصہ دکھائی دینے سے نماز نہیں ہوگی جیسا کہ جسم کے دیگر اعضاء کا چوتھائی حصہ نظر آنے سے نماز جائز نہیں ہوتی ہے۔ البتہ نماز میں قدم یا کسی اور عضو کا چوتھائی حصہ سے کم حصہ دکھائی دے تو نماز ادا ہوجائے گی۔ (مرقات، عمدۃ الرعایۃ)۔

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق

27/1159- شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم (جوتے اور موزے پہنے ہوئے نماز پڑھ کر) یہود کی مخالفت کرو، اس لئے کہ یہود (جوتے اور موزے پہنے ہوئے نماز نہیں پڑھتے۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتے اور موزے پہن کر نماز پڑھنا دو شرطوں کے ساتھ مباح ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ جوتے اور موزے پاک ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ جوتا یا موزہ یا چپل اس قسم کے ہوں کہ سجدہ کی حالت میں پیروں کی تمام انگلیاں زمین پر ٹک جاتی ہوں۔

واضح ہو کہ ان شرطوں کے باوجود بھی جوتا یا چپل اتار کر نماز پڑھنا مستحب ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل جوتے اُتار کر نماز پڑھنا تھا۔

اب رہا یہود کی مخالفت تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں یہود اپنی نماز جوتا اور چپل نکال کر پڑھتے اور جوتے اور چپل پہن کر نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوا کہ یہود کی مخالفت میں جوتا اور چپل پہن کر نماز پڑھو، لیکن اِس زمانہ میں یہود ونصاریٰ اپنی اپنی نماز جوتے اور موزے پہنے ہوئے پڑھتے ہیں، اس لئے اِس زمانے میں ان کی مخالفت یہ ہے کہ نماز جوتا اور چپل کے بغیر پڑھی جائے۔ (مرقات، عمدۃ القاری۔)

جوتے پہنے ہوئے نماز پڑھنے پر دوسری حدیث

28/1160- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ یکا یک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نعلین اُتار کر بائیں جانب رکھ دیئے اور صحابہ نے جب یہ دیکھا تو وہ بھی اپنے اپنے نعلین اُتار دیئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نماز ختم کی تو فرمایا کہ تم نے اپنی نعلین کیوں اُتاری، صحابہ نے عرض کیا کہ جب ہم نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعلین مبارک اتار دیئے ہیں تو اس لئے ہم بھی اپنی اپنی نعلین اُتار دیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور خبر دی کہ نعلین میں نجاست ہے (اس لئے میں ان کو اُتار دیا) جب تم میں سے کوئی مسجد کو آئے تو دیکھ لے اگر اپنی نعلین میں نجاست پائے تو اس کو پونچھ ڈالے پھر انہیں میں نماز پڑھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: نماز شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں واجب ہیں، ان میں سے خفین اور نعلین کا بھی نجاستوں سے پاک ہونا شرط ہے، اس لئے ان میں سے کسی پر کوئی نجاست لگی ہو تو اس کو پاک کر دیا جائے اگر نجاست پاک نہ کی گئی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

اس لحاظ سے اس حدیث شریف میں جو واقعہ مذکور ہے اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں تھے اور جبرئیل علیہ السلام کے اطلاع دینے پر آپ نے نعلین اُتار دیئے جن کو قذر یعنی نجاست لگی ہوئی تھی اور نماز کا اعادہ نہیں فرمایا حالانکہ مذکورہ بالا شرط کے لحاظ سے نماز کا اعادہ ضروری تھا۔

اس شبہ کے دو جواب ہیں: پہلا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں قذر کا لفظ واقع ہوا ہے جس کے معنی نجاست کے نہیں بلکہ ایسی چیز کے ہیں جس سے طبیعت کو ناگواری ہوتی ہے جیسے رینٹھ وغیرہ، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کو ایسی ہی چیز لگی تھی اسی لئے آپ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر نعلین مبارک کو نجس چیز ہی لگی ہوئی تھی تو وہ مقدار درہم سے کم تھی جس سے نماز ادا ہو جاتی ہے اور اعادہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور جبرئیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اطلاع دینا آپ کی لطافت طبع کی وجہ سے تھا تا کہ آپ نعلین مبارک اُتار دیں اور نماز اکمل طریقہ سے ادا ہو جائے۔ (مرقات: اشعۃ اللمعات۔)

نماز پڑھتے وقت جوتے کہاں رکھے جائیں؟

29/1161-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے نعلین کو اپنی سیدھی جانب نہ رکھے اور اسی طرح اپنے بائیں جانب بھی نہ رکھے اس لئے کہ اپنے بائیں جانب رکھنے سے نعلین دوسرے کے سیدھے جانب رکھنا لازم آتا ہے (جو دوسرے کی ناگواری کا سبب بنتا ہے) البتہ نعلین کو اپنے دونوں پیروں کے درمیان رکھ لے۔

30/1162-اور دوسری روایت میں اس طرح ہے یا اپنے نعلین پہن کر نماز پڑھ لے (جبکہ دونوں پاک ہوں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے اس حدیث کی معناً روایت کی ہے۔)

جوتے پہنے بغیر نماز پڑھنے کا ثبوت

31/1163- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، ان کے دادا نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ننگے پیر اور کبھی نعلین پہنے ہوئے دونوں حالتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

(9/28) بَابُ السُّتْرَةِ

(یہ باب سترہ کے بیان میں ہے)

سترہ کی تعریف اوراس کے احکام

ف: سترہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کو نمازی بوقت نماز اپنے آگے کھڑا کر لیتا ہے تاکہ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو نمازی کے سجدہ کی جگہ کا امتیاز ہو جائے اور گذرنے والا گنہگار نہ ہو، سترہ طول میں ایک ہاتھ اور موٹائی میں انگلی کے برابر ہو تو کافی ہے، سترہ کے لئے لکڑی، دیوار اور ستون یا ان کے علاوہ رومال یا ہاتھ کی لکڑی کو نمازی اپنے سامنے اس طرح ڈال دے کہ ایک سرا قبلہ کی جانب ہو تو دوسرا نمازی کے سجدہ کی جگہ ہو، نیز نمازی کے سامنے کوئی آدمی قبلہ رخ اس طرح بیٹھے کہ اس کی پیٹ نمازی کی طرف ہو تو یہ بھی سترہ کے حکم میں داخل ہوگا، نمازی کو چاہئے کہ وہ سترہ سے قریب کھڑا رہے اور اس کے اور سترے کے درمیان تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو، سترہ کے لئے کوئی چیز نہ مل سکے تو نمازی اپنے سامنے پتھر یا مٹی کا ڈھیر بنالے، یا طول میں ایک لکیر سجدے کی جگہ کے پاس سے شروع کر کے قبلہ کی جانب کھینچ لے، سترہ جو کچھ بھی ہو نمازی کے بالکل سامنے نہ ہو بلکہ نمازی کی سیدھی یا بائیں آنکھ کے مقابل رہے۔(مرقات۔)

سترہ کھڑا کرنے کا بیان

1/1164-ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت (نماز عید کے لئے) عیدگاہ تشریف لے جاتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے آگے آگے برچھی لئے ہوئے چلتے اور برچھی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے عیدگاہ میں نصب کر دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جانب ہو کر نماز ادا فرماتے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

سترہ کھڑا کرنے کے بیان پر دوسری حدیث

2/1165-ابو جُحَیْفَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظّمہ کی وادی بطحٰی میں چمڑے کے سرخ ڈیرے میں دیکھا اور بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کا مستعملہ پانی لئے ہوئے ہیں اور لوگوں کو دیکھا کہ اس مستعملہ پانی کو تبرکاً لینے کے لئے گرے جارہے ہیں بس جس کسی کو اس میں سے کچھ پانی مل گیا تو اس کو وہ برکت کے لئے اپنے چہرہ پر مل رہا ہے اور جس کو نہیں ملا تو وہ اپنے ساتھ والے کے ہاتھ کی تری کو لے رہا ہے پھر میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے برچھی لی اور اس کو زمین میں سترہ بنانے کے لئے نصب کردیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامن اٹھائے ہوئے سرخ دھاریدار جوڑہ زیب تن فرمائے ہوئے ڈیرے سے نکلے اور برچھی کی جانب ہوکر ہم سب کو دو رکعت نماز (قصر) پڑھائی (اس لئے کہ آپ سفر کی حالت میں تھے) اور میں نے لوگوں کو اور جانوروں کو دیکھا کہ برچھی کے پرے سے گذر رہے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

لوگوں کی گذرگاہ نہ ہو تو بغیر سترہ کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے

3/1166- فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم (عرب کے دستور کے مطابق تفریح کی غرض سے) اپنے جنگل میں ٹھیرے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل میں ایسی حالت میں نماز ادا فرمائی کہ آپ کے سامنے سترہ نہ تھا اور ہمارے کتے اور گدھے آپ کے سامنے کودتے پھر رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔)

ف: یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ نمازی کے لئے بوقت نماز سترہ قائم کرنا واجب نہیں ہے اگر عوام کی گذرگاہ ہو تو سترہ کا قائم کرنا مستحب ہے اور عوام کی گذرگاہ نہ ہونے کی صورت میں بھی سترہ کا قائم کرنا اولیٰ ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ، اشعۃ اللمعات۔)

جس چیز کو چاہے اس کو سترہ بناسکتے ہیں

4/1167- نافع رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کے اونٹ کو اپنے اور اپنے قبیلہ کے درمیان عرضاً (آڑا) بٹھاتے تھے اور (اس کو سُترہ بنا کر) اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔) اور بخاری نے یہ عبارت زیادہ کی ہے، نافعؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر اونٹ (چرنے یا پانی پینے) چلے جاتے تو بتلایئے کہ حضور کیا کرتے تھے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کجاوے کو لیتے اور اس کو سامنے رکھ کر کجاوے کے آخری حصہ کی پچھلی لکڑی کو (سترہ بناتے) اور اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے۔

نمازی کے سامنے سترہ نہ ہونے کی صورت میں کتنے فاصلے سے گزر سکتے ہیں

5/1168- طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے کجاوے کے پچھلے حصے کی لکڑی کے برابر کسی چیز کو (سترہ بنا کر) کھڑا کر لے تو اس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھے اور جو بھی اس کے پرے سے گذرے تو اس کی کوئی پرواہ نہ کرے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

6/1169- اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے (اس کی سجدہ کی جگہ سے) تین ہاتھ پرے سے گذریں تو یہ سترہ کا قائم مقام ہوگا۔ (یہ حکم مسجد اور صحراء دونوں کو شامل ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ابوداؤد کی اس حدیث میں "قذف حجر" کے الفاظ ہیں اور علماء نے قذف حجر سے مراد "رمی جمار" لیا ہے۔

حج کے موقع پر منیٰ میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں اس کو "رمی جمار" کہا جاتا ہے، اور یہ کنکریاں تین ہاتھ کے فاصلہ سے ماری جاتی ہیں اس لئے حدیث کے الفاظ "قذف حجر" کا ترجمہ تین ہاتھ پرے سے گذرنا کیا گیا ہے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید

7/1170- ابوجُہیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والا جانتا کہ اس کو (سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے میں) کس قدر گناہ ہوتا ہے تو وہ (بجائے سامنے سے گذرنے کے چالیس دن یا ماہ یا سال تک (راوی کو تعین مدت میں شک ہے) رکا ہوا کھڑے رہنا پسند کرتا۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید پر دوسری حدیث

8/1171- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے سے جب کہ وہ نماز کی حالت میں ہو عرضاً (آڑا) گذرنے میں اس کو کتنا گناہ ہوتا ہے تو اس کو سو سال تک کھڑا رہنا (نمازی کے سامنے) چلنے سے بہتر معلوم ہوتا۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے سامنے سے گذرنے کی وعید پر تیسری حدیث

9/1172- کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہوتا کہ اس پر نمازی کے سامنے سے گزرنے کا کیا گناہ ہے تو گزرنے والے کو اپنا زمین میں دھنسا دیا جانا اس گزرنے سے بہتر معلوم ہوتا۔

10/1173- اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر (اس گزرنے سے زمین میں دھنس جانا آسان ہوتا۔(امام مالک۔)

ف: شرح منیۃ میں مذکور ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے گذرنے والا نمازی کے سجدہ کی جگہ یا نمازی اوراس کے سترہ کے درمیان سے گذرنا چاہےتو نماز پڑھنے والا اس کو اشارہ کرکے یا" سُبْحَانَ اللّٰه" کہہ کرروکےلیکن بیک وقت ان دونوں سے نہ روکے کیوں کہ یہ بھی عمل کثیر ہےاور قاضی عیاض نےنقل کیا ہے کہ ائمہ کا اس پراتفاق ہے کہ گذرنے والے کوروکنے کے لئے نمازی عمل کثیر کا مرتکب نہ ہو۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

نمازی اپنے سامنے سے گزرنے والے کوبغیرعمل کثیر کے روکے

11/1174- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ(نماز کے سامنے سے گزرنے والی) کوئی چیز نماز کو فاسد نہیں کرتی جہاں تک تم سے ہوسکے گزرنے والے کوروکو کیونکہ وہ شیطان ہے(کہ تمہارے سامنے سے گزرکرتمہارے خشوع میں خلل ڈالتا ہے۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہےاورطبرانی نےبھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: شرح منیہ میں مذکور ہے کہ جب نمازی کے سامنے سے گزرنے والا نمازی کے سجدہ کی جگہ یا نماز اوراس کے سترہ کے درمیان سے گزرنا چاہےتو نماز پڑھنے والا اس کو اشارہ کرکے یا سبحان اللہ کہہ کرروکےلیکن بیک وقت ان دونوں سے نہ روکے کیونکہ یہ بھی عمل کثیر ہے،اور قاضی عیاض نےنقل کیا ہے کہ ائمہ کا اس پراتفاق ہے کہ گزرنے والے کوروکنے کے لئے نمازی عمل کثیر کا مرتکب نہ ہو۔ (یہ مرقات میں مذکور ہے۔)

نمازی کے سامنے سے کوئی گذرے تو اس سے نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا

12/1175- سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ (نمازی کے سامنے گذرنے والی کوئی چیز مسلمان کی نماز کو فاسد نہیں کرتی اور جہاں تک تم سے ہوسکے (گذرنے والے کو) روکو۔(اس کی روایت طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔)

ف: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطاء میں کہا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے لئے مکروہ تحریمی ہے، اگر کوئی نمازی کے سامنے سے گذرنا چاہے تو نمازی جہاں تک ہوسکے اس کو روکے لیکن اس آدمی سے نہ لڑے۔

اگر نمازی گذرنے والے سے لڑ پڑے تو نمازی کا لڑنا گناہ میں گذرنے والے کے گناہ سے زیادہ سخت ہوگا اس لئے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا گذرنے والے کے لئے مکروہ ہے فاسد نماز نہیں، اس کے برخلاف نمازی کا اس آدمی سے لڑنا عمل کثیر ہونے کی وجہ سے خود اس کی نماز کے لئے مفسد ہوگا، اب رہا یہ کہ حدیث شریف میں نمازی کے سامنے سے گذرنے والے نمازی کو" فَلْيُقَاتِلْهُ "فرما کر (لڑنے کا جو حکم ہوا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ روکنے میں مبالغہ کیا جائے نہ کہ ایسی حقیقی لڑائی اختیار کی جائے کہ جس سے اس کی نماز فاسد ہوجائے۔ عامۃ العلماء کا یہی قول ہے۔ (التعليق الممجد.)

نمازی کے سامنے سے گدھا، کتا یا عورت گذرے تو اس سے نمازی کی نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا

13/1176- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ مسلمان کی نماز کو (اس کے سامنے سے گذرنے والی) کوئی چیز خواہ وہ کتا ہو یا گدھا ہو یا عورت ہو، فاسد نہیں کرتی اور ان کے سوا دوسرے جانور بھی نمازی کے سامنے سے گذر جائیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور جہاں تک تم سے ہوسکے (سامنے سے گذرنے والے کو عمل قلیل سے) روکو۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ یہ مذکورہ بالا حدیثیں اور آئندہ آنے والی حدیثیں اس حدیث کی ناسخ ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ نمازی کے سامنے سے عورت، کتا یا گدھا وغیرہ گذر جائیں تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ اس کو ابن الملک نے ذکر کیا ہے، اور حلیۃ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ ان ہی مذکورہ حدیثوں سے وہ تمام حدیثیں منسوخ ہیں جن میں عورت، کتا، گدھا وغیرہ گذرنے سے نماز فاسد ہونے کا ذکر ہے۔

اور امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث بھی منسوخ ہے جس میں "فَلْيُقَاتِلْهُ" فرما کر نمازی کو اس کے سامنے سے گذرنے والے سے لڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔ نیز امام موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ "فَلْيُقَاتِلْهُ" والی حدیث میں نمازی کے سامنے سے گذرنے والے سے لڑنے کا جو حکم مذکور ہے

وہ اسلام کے ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ حالت نماز میں عمل کثیر کی ممانعت نہ تھی۔12

نمازی کے سامنے عورت کے رہنے سے اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا

14/1177-ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان جنازہ کی طرح عرض میں سوتی تھی۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے عورت ہونے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(اشعۃ اللمعات۔)

نمازی کے سامنے عورت کے رہنے سے اس کی نماز میں خلل نہ آنے پر دوسری حدیث

15/1178-ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوئی ہوتی اور میرے دونوں پاؤں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قبلہ کے درمیان ہوتے (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنا چاہتے تو (میرے پیر کو اپنے ہاتھ سے دبا کر اشارہ فرماتے تو میں اپنے دونوں پاؤں کھینچ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو پھر میں پاؤں دراز کرلیتی، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس زمانہ میں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نمازی کے سامنے سے گدھا گذرے تو اس کی نماز میں خلل نہیں آتا

16/1179-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں بالغ ہونے کے قریب تھا اس زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک روز میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، اِس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر دیوار اور سترہ کے منٰی میں نماز پڑھا رہے تھے پس میں صف کے کچھ حصہ کے سامنے سے گذر کر سواری سے اتر گیا اور گدھی کو (گھانس) چرنے چھوڑ کر نماز میں شریک ہو گیا اور کسی شخص نے بھی

میرے اس فعل کو برا نہ سمجھا۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف:اس حدیث کے پیش نظر ابن الملک نے کہا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گدھا گذرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے، مقتدی کو علیحدہ سترہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے،اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے صف کے سامنے گذرنے پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔(مرقات۔)

نمازی کے سامنے سے لڑکی گذر جائے تو اس کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا

17/1180-ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے عبداللہ یا عمر بن ابی سلمہؓ گزرے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ فرما کر (گزرنے سے روکا)، تو وہ رک گئے پھر زینب بنت ام سلمہؓ گزریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اسی طرح اشارہ فرما کر (ان کو بھی روکا)، لیکن وہ نہ رکیں، اور آپ کے سامنے سے چلی گئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ عورتیں (مردوں پر) غالب ہوکر رہتی ہیں۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

سترہ اور سترہ کے قائم مقام چیزوں کا بیان

18/1181-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنا چاہے تو وہ (دیوار، درخت یا کھم جیسی کسی چیز کے آڑ میں) نماز پڑھے اور اگر کوئی ایسی چیز (آڑ کے لئے) نہ ملے تو اپنے ہاتھ کی لکڑی نصب کرے اور اگر لکڑی بھی اس کے پاس نہ ہو تو پھر ایک لکیر ہی کھینچ لے (یہ سب سترہ کا کام دیتے ہیں) اس کے بعد اس کے سامنے سے گذرنے والا (اس کی نماز میں) خلل نہ ڈالے گا اور گذرنے والے کو بھی گناہ نہ ہوگا۔(اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف:ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمختار میں کہا ہے کہ سترہ کے لئے لکڑی یا سترہ کے قائم

مقام کسی چیز کے نہ ہونے کی صورت میں نمازی اپنے سامنے سترہ کے مقدار کی کوئی چیز زمین پر رکھ لے اور یہ بھی نہ ہو تو زمین پر خط کھینچ لے تو یہ سترے کے قائم مقام ہیں اور اس سے سنت پر عمل ہو جاتا ہے، چنانچہ قدوری نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ زمین پر کسی چیز کو سترے کے لئے رکھنا سنت ہے واضح ہو کہ جس چیز کو بطور سترہ زمین پر رکھا جائے اس کو طول میں رکھے عرض میں آڑا نہ رکھے تاکہ اس کا طول میں رکھنا نصب کرنے کے اس طرح قائم مقام ہو جائے جس طرح کھڑے ہوئے سترہ کا سایہ طول میں گرتا ہے اگر سترہ کھڑا کرنے کے لئے لکڑی یا کوئی اور چیز نہ ہو کہ جس کو سترہ کی بجائے رکھا جاسکے تو ابوداؤد کی مذکور الصدر حدیث کی وجہ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری روایت یہ آئی ہے کہ نمازی کا اپنے سامنے طول میں خط کھینچ لینا بھی مسنون ہے۔ (مرقات، عمدۃ الرعایۃ۔)

نمازی کو سترہ کے قریب رہنے کی تاکید

19/1182- سہل بن ابی حثمۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (کسی چیز کو سترہ بنا کر) نماز پڑھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ سترہ سے اتنا قریب ہو کہ (سترہ کے نزدیک سجدہ کر سکے) تاکہ شیطان (سترہ سے دور رہنے کی صورت میں کسی کے گذرنے کے وسوسہ کی وجہ سے خشوع میں خلل ڈال کر) اس کی نماز خراب نہ کر سکے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سترہ کہاں رکھنا چاہئے

20/1183- مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ جب کبھی کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے تو اس کو اپنے دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل رکھ کر پڑھتے اور اس کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیانی جگہ کے مقابل نہیں رکھتے تھے (تاکہ بت پرستی سے مشابہت نہ ہو)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

(10/29) بَابُ صِفَةِ الصَّلٰوةِ
(یہ باب نماز کی صفت یعنی کیفیت کے بیان میں ہے)

(یعنی نماز کیوں کر پڑھے اور اس کے ارکان اور اجزاء فرائض اور واجبات، سنن اور مستحبات کیا کیا ہیں)

(1)وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ :"وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ بینہ، پ:30، ع:1، آیت نمبر:5، میں) اور ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے یکسو ہوکر اس کی عبادت کریں۔

ف:اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت بالکلیہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنے کو کہتے ہیں اور خلوص کا دارومدار نیت پر ہے چونکہ نماز بھی عبادت ہے اِس وجہ سے اس کو خلوص نیت سے ادا کرنا چاہیئے۔یہی وجہ ہے نماز کے لئے نیت شرط ہے۔(تعلیق اعلاء السنن۔)

(2) وَقَوْلُهٗ :"وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ مدثر، پ:29، ع:1، آیت نمبر:3، میں) اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو۔

(3) وَقَوْلُهٗ : "وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى" اور ارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۂ اعلیٰ، پ:30، ع:1، آیت نمبر:15، میں) اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھتا رہا۔

ف:ان ہر دو آیتوں سے تکبیر تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(5) وَقَوْلُهٗ :"فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ". اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ مزمل، پ:29، ع:2، آیت نمبر:20، میں) جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو۔

ف:اس آیت سے مطلق قرأت کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(6) وَقَوْلُهُ : " بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ . وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ" اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے (سورۂ شعراء، پ:19، ع:11، آیت نمبر:195/196 میں) یہ قرآن صاف سلیس عربی زبان میں ہے جس کا ذکر پہلی (امتوں کی) آسمانی کتابوں میں بھی ہے۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت عربی زبان میں ہی ہونا چاہئے اگر اس کا ترجمہ پڑھا جائے تو اس کا قرآن پر اطلاق نہ ہوگا اور نماز ادا نہ ہوگی۔12

(7) وَقَوْلُهُ : "وَارْكَعُوْا" رکوع کرو۔(سورۂ حج، پ:17، ع:10، آیت نمبر:77۔سورۂ بقرہ، پ:1، ع:5، آیت نمبر:43)۔

ف: اس آیت سے رکوع کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

(8) وَقَوْلُهُ : " كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ" اورارشاد باری تعالیٰ ہے (سورۂ نساء، پ:5، ع:11، آیت نمبر:77، میں) اور اپنے ہاتھوں کو روکے رہو اور نماز کی پابندی رکھو۔

ف: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا منسوخ ہے۔

(9) وَقَوْلُهُ : "وَاسْجُدُوْا" اور سجدہ کرو۔(سورۂ حج، پ:17، ع:10، آیت نمبر:77)۔

ف: اس آیت سے سجدہ کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

نماز میں تعدیل ارکان کا حکم

1/1184-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں آ کر نماز پڑھی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے (وہ شخص نماز سے فارغ ہوکر) خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واپس جاؤ، نماز پڑھو کہ تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی (حسب الحکم) اس شخص نے واپس جا کر (پہلے کی طرح) نماز پڑھی اور خدمت گرامی میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (جواب میں) وعلیک فرما کر ارشاد فرمایا پھر واپس جاؤ اور نماز پڑھو (کیونکہ) تم نے ٹھیک نماز نہیں پڑھی اس شخص نے تیسری مرتبہ عرض کیا کہ حضور ہی مجھے بتلائیں! (میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کا ارادہ کرو تو (پورے ارکان اور مستحبات کی رعایت کے ساتھ) وضوء کرو، پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اللہ اکبر کہو اور جتنا قرآن تم کو یاد ہو اس میں سے بہ سہولت جو پڑھ سکتے ہو پڑھ لو، اس کے بعد رکوع کرو، جب رکوع نہایت اطمینان کے ساتھ کر چکو تو سر اٹھاؤ، جب اطمینان سے بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ تو سجدہ میں جاؤ، یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کو بھی ادا کر چکو تو سر اٹھاؤ اور اطمینان سے سیدھے بیٹھ جاؤ، بعد ازاں دوسرا سجدہ کرو اور اس سجدہ کو بھی اطمینان سے ادا کرو، پھر (دوسرے) سجدہ سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح پوری نماز میں کیا کرو ۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے) اور ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے یہ اضافہ کیا ہے کہ پس جب تم نے یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی اور اگر تم نے اس میں کسی چیز کی کمی کی تو اپنی نماز ناقص کر لی۔

ف(1): ترمذی کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تعدیل ارکان واجب ہے اور تعدیل ارکان یہ ہے کہ نماز کے جملہ ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کیا جائے اور ان کے ادا کرنے میں جلدی نہ کی جائے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ رکوع کو پورے اطمینان کے ساتھ ادا کریں، رکوع سے اٹھنے کے بعد قومہ میں بھی اطمینان سے کھڑے رہیں، اسی طرح سجدہ کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کریں اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی جلدی نہ کریں بلکہ اطمینان سے بیٹھیں الغرض اسی طرح پوری نماز کو ٹھیر ٹھیر کر اطمینان کے ساتھ ادا کریں اور اگر اس طرح تعدیلِ ارکان کے بغیر نماز ادا کی جائے تو نماز ناقص ہو جاتی ہے اور اس کا اعادہ لازم آجاتا ہے۔

اس حدیث میں جلدی جلدی نماز پڑھنے کی مذمت ہے جیسا کہ آج کل بعض نمازی کیا کرتے ہیں، گویا جلدی جلدی ٹھونگیں مار کر سر سے ایک بوجھ اُتارتے ہیں۔(شرح وقایہ، ترجمہ ترمذی۔)

ف(2): بخاری کی مذکور الصدر حدیث میں یہ الفاظ ہیں: "اِقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ" (جتنا قرآن تم کو یاد ہو اس میں سے جو بہ سہولت پڑھ سکتے ہو پڑھ لو) حدیث کے ان الفاظ سے نماز میں مطلق قرأت کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بخاری کی اسی مذکور الصدر حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: " ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا

،ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِىَ قَائِمًا "(دوسرا سجدہ کرو، یہاں تک کہ سجدہ کی حالت میں مطمئن ہوجاؤ پھر دوسرے سجدے سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہوجاؤ) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسرا سجدہ اور قیام کے درمیان جلسہ استراحت نہیں ہے، اگر یہاں جلسہ استراحت ہوتا تو اس کا ذکر فرمایا جاتا اور یہی مذہب حنفی ہے۔(مرقات، اشعۃ المعات)۔

نماز میں تعدیل ارکان کے حکم پر دوسری حدیث

2/1185- رفاعۃ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے مسجد میں آکر نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنی نماز کو دہرالو، کیوں کہ تم نے (ٹھیک) نماز نہیں پڑھی، اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سکھادیجئے کہ کس طرح نماز پڑھوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم (نماز کے لئے کھڑے رہو تو قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر اللہ اکبر کہو، پھر سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ کے لئے قرآن میں سے جو چاہو پڑھو اور جب تم رکوع کرو تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو اور اپنی پیٹھ کو ہموار رکھ کر اپنے رکوع کو اطمینان کے ساتھ اچھی طرح کرو (کہ سر اور سرین برابر رہیں) اور قومہ کے لئے جب تم رکوع سے سر اٹھاؤ تو اطمینان کے ساتھ اس طرح سیدھے کھڑے ہوجاؤ کہ تمام جسم کی ہڈیاں اپنی اپنی جوڑوں پر قائم ہوجائیں اور جب تم سجدہ کرو تو اطمینان کے ساتھ اچھی طرح سجدہ کیا کرو اور جب تم سجدہ سے سر اٹھاؤ تو اپنی بائیں ران پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح ہر رکعت کے رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرتے رہو۔(یہ مصابیح کے الفاظ ہیں اور ابوداؤد نے اس کی روایت کسی قدر تغیر کے ساتھ کی ہے اور ترمذی اور نسائی نے اس کی روایت بالمعنی کی ہے۔)

نماز میں تعدیل ارکان کے حکم پر تیسری حدیث

3/1186- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور آخری صف میں ایک شخص تھا جو (تعدیل ارکان کے ساتھ) نماز ادا نہیں کررہا تھا، جب وہ شخص سلام پھیرا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، اے فلاں شخص! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ہو؟ کیا تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ تم کیسی نماز پڑھ رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو تم جو کچھ کرتے وہ مجھ سے چھپا رہتا ہے، خدا کی قسم میں اپنے پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے دیکھا کرتا ہوں۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نماز کی صفت یعنی نماز کے ادا کرنے کی پوری کیفیت

4/1187- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ سے اور قرأت کی ابتداء "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" سے فرماتے تھے اور جب رکوع کرتے تو سر مبارک کو نہ اونچا کرتے نہ نیچا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت میں اس طرح رکھتے کہ گردن اور پیٹھ برابر رہتی اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پوری طرح اطمینان کے ساتھ سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں نہیں جاتے تھے اور اسی طرح جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اچھی طرح بیٹھے بغیر دوسرا سجدہ نہیں فرماتے اور ہر دو رکعت کے بعد (قعدہ فرماتے) اور اس میں التحیات پڑھتے اور قعدے میں بائیں پیر کے پنجہ کو زمین پر بچھاتے اور سیدھے پیر کے پنجے کو کھڑا رکھتے اور عقبۂ شیطان سے منع فرماتے تھے (عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ عقبۂ شیطان یہ ہے کہ پیروں کے پنجوں کو اس طرح کھڑا کیا جائے جیسے سجدہ میں کھڑا کرتے ہیں اور پھر دونوں سرین کو ایڑیوں پر ٹکا کر ان پر بیٹھ جائے، نماز میں اس طرح بیٹھنا مکروہ ہے۔ یہ علامہ طیبی اور کرخی کا قول ہے جس کو ابن الہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے اور اشعۃ اللمعات نے بھی اس کو ذکر کر کے لکھا ہے کہ لفظ عقبہ کو اسی معنے

سے زیادہ مناسبت ہے، اس وجہ سے کہ عقبہ ایڑی کو کہتے ہیں، اور نہایۃ میں بھی یہی مذکور ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ مرد سجدہ میں اپنی دونوں باہیں (پہنچے اور کہنی کی درمیانی ہڈی) درندوں کی طرح زمین پر بچھائے (یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتوں کو چاہئے کہ سجدہ میں اپنی باہیں بچھایا کریں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو سلام پھیر کر ختم فرماتے تھے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز کی صفت یعنی نماز کے ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

5/1188- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو ''اَللّٰـهُ اَكْبَرُ'' کہہ کر نماز شروع فرماتے، پھر رکوع کو جاتے تو ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' فرماتے، پھر جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ '' فرماتے اور جب بالکل سیدھے کھڑے ہوجاتے تو ''رَبَّـنَـا لَکَ الْحَمْدُ '' فرماتے پھر سجدے کے لئے جاتے ہوئے ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' فرماتے اور جب سر کو سجدہ سے اٹھاتے تو ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ'' فرماتے، پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت ''اَللّٰـهُ اَكْبَرُ''، فرماتے، پھر جب سجدے سے سر اٹھاتے تو ''اَللّٰـهُ اَكْبَرُ''، فرماتے، اسی طرح نماز میں کہا کرتے تھے اور جب دو رکعت پڑھ کر (تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوتے تو اس وقت بھی ''اَللّٰهُ اَكْبَرُ''، فرماتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت

6/1189- عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھ سے سالم براد رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی ہے، عطاء کہتے ہیں کہ سالم میرے پاس مجھ سے زیادہ ثقہ ہیں سالم نے کہا ہے کہ ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کی تعلیم کے لئے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم جس طرح نماز پڑھتے تھے وہ بتلائے دیتا ہوں، پھر آپ نے ہم کو چار رکعت نماز پڑھائی جس میں ہر رکن میں جانے کے لئے جھکتے وقت اور رکن سے اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے (بجز رکوع سے اٹھتے وقت کہ اس میں ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ'' کہتے تھے) اور فرمایا کہ اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح معانی الآثار'' میں ''باب الخفض فی الصلوٰة هل فيه تكبير'' کے تحت ابن عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کر کے لکھا ہے کہ ایک جماعت کا یہ عمل رہا ہے کہ وہ نماز میں خفض یعنی رکوع اور سجدہ میں جانے کے لئے جھکتے وقت اللہ اکبر نہیں کہتے ہیں، اور بنو اُمیہ کا بھی یہی عمل تھا لیکن متعدد متواتر احادیث جن کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں بیان فرمایا ہے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی رکن میں جانے کے لئے جھکتے وقت ایسے ہی اللہ اکبر کہتے جیسے اس رکن سے اٹھتے وقت اللہ اکبر فرمایا کرتے تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا عمل بھی یہی تھا اور ائمہ مذہب امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام طحاوی کی مذکورہ بالا حدیث اور ذیل کی بخاری کی دونوں حدیثیں اس کا بیّن ثبوت ہیں۔

نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

7/1190- سعید بن الحارث بن المعلی رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہماری تعلیم کے لئے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے ہمیں نماز پڑھائی تو انہوں نے پہلے سجدے سے سر اٹھاتے وقت اور (دوسرے) سجدہ میں جاتے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہا ہے اور پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے وقت بھی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا اور (نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح عمل فرماتے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں صرف پہلے سجدہ سے اٹھتے وقت اور دوسرے سجدہ میں جاتے وقت اور قعدۂ اولیٰ سے اٹھتے وقت تکبیروں کے بلند آواز سے کہنے کا ذکر ہے اور دیگر ارکان میں جاتے وقت تکبیر کہنے کا ذکر نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت یہی تین مذکورہ موقعوں میں تکبیر کہنے پر بحث ہورہی تھی، لہٰذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیگر تکبیرات نہ کہی گئی ہوں، چنانچہ اسماعیل کی روایت میں باقی اور تکبیرات کا ذکر موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات)۔

نماز میں تکبیرات ادا کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث

8/1191- عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے مکہ معظّمہ میں ایک بوڑھے آدمی (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے پوری نماز میں جہر کے ساتھ بائیس دفعہ اللہ اکبر کہا (اس میں تکبیر تحریمہ اور قعدہ اولیٰ سے اٹھتے وقت کی تکبیر بھی شامل ہے) میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ یہ صاحب احمق معلوم ہوتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عکرمہ تم سے تعجب ہے (تم کو معلوم نہیں کہ) یہ تو حضور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ثبوت

9/1192- عبدالجبار بن وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو یہاں تک اٹھاتے کہ ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو لکیوں کے مقابل ہوجاتے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤد کی روایت بھی انہیں سے اسی طرح ہے)۔

10/1193- اور حاکم نے مستدرک میں اور دار قطنی نے اور بیہقی نے سنن میں انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ اس حدیث کے اسناد بخاری اور مسلم کی شرط

کے موافق ہیں اس لئے صحیح ہیں اور حاکم نے یہ بھی کہا ہے کہ میں نے اس میں کوئی علت نہیں پائی۔

11/1194- اور ابوداؤد کی ایک روایت ہے نسائی، طبرانی، دارقطنی اور مسلم میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز شروع فرماتے وقت اپنے ہاتھوں کو دونوں کانوں کے مقابل اٹھاتے دیکھا ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے ثبوت پر دوسری حدیث

12/1195- بشیر بن نھیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں (تکبیر تحریمہ کے وقت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوتا تو آپ کے دونوں بغلوں کو دیکھ سکتا تھا، (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔) (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کا بیان

13/1196- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ اپنے دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے سامنے اس طرح اٹھائے کہ دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے مقابل کیا اور اس کے بعد آپ نے اللہ اکبر فرمایا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

14/1197- اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (تکبیر تحریمہ کہنے کے قبل) اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لولکیوں تک اٹھاتے تھے۔

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر تحریمہ کہنے کے قبل اپنے ہاتھوں کے انگوٹھوں کو کانوں کی لولکیوں کے مقابل رکھا جائے پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے اور حنفی مذہب یہی ہے۔ (اشعۃ اللمعات۔)

پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر پھر تکبیر تحریمہ کہنے کے بیان پر دوسری حدیث

15/1198- ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو رو بہ قبلہ ہو کر اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے پھر اللہ اکبر فرماتے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

عورتوں کا حکم

ف: تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم مردوں سے متعلق ہے اس کے برخلاف عورتیں نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہتے وقت اپنے دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھاویں، لیکن ہاتھ دوپٹے سے باہر نہ نکالیں۔ (طحاوی۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت

16/1199- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر بلند فرماتے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے مقابل ہو جاتے تھے۔

(اس کی روایت امام احمد اور اسحاق بن راہویہ نے کی ہے اور دارقطنی نے اپنی سنن میں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور دارقطنی کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں) پھر دوبارہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(اور طحاوی، بخاری اور مسلم نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

17/1200- عبدالعزیز بن حکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے

ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں پہلی تکبیر کے وقت (جس کو تکبیر تحریمہ کہتے ہیں) اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے مقابل اٹھایا کرتے اور تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں پھر ہاتھوں کو نہیں اٹھاتے تھے۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے: ''كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ''(سورۂ نساء، پ:5، ع: 11، آیت نمبر: 77) یعنی تم اپنے ہاتھوں کو روکو اور نماز کے پابند ہوجاؤ۔ صاحب ''الكنز المدفون والفلك المشحون'' نے کہا ہے کہ اس قول باری تعالیٰ میں اس بات کی دلیل ہے کہ شروع نماز کی تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں تکبیرات انتقالات کے وقت رفع یدین (یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کو) ترک کیا جائے۔ (تاکہ ''كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ'' کے حکم کی تکمیل ہو۔) 12

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

18/1201- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں (نماز پڑھ کر) تم لوگوں کو بتلائے دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا کیسا تھا یہ کہہ کر آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو صرف ایک ہی دفعہ (تکبیر تحریمہ کے لئے) اٹھایا پھر آپ نے (پوری نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں فرمایا۔

19/1202- اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے (تکبیر تحریمہ کے سوا) رفع یدین نہیں کیا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

اور علامہ ہاشم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''كشف الرين عن مسئلة رفع اليدين'' میں لکھا ہے کہ نسائی کی مذکورہ حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے اس لئے نسائی کی یہ حدیث بخاری اور مسلم کی حدیثوں کی طرح صحیح ہے۔

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

20/1203- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز کی جیسی نماز نہ پڑھا دوں؟ (علقمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ کہہ کر نماز پڑھائی تو ایک ہی دفعہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے۔ (پھر پوری نماز میں انہوں نے رفع یدین نہیں کیا۔) (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

21/1204- علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ لوگوں سے) فرمایا (آؤ) میں تم لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھوں (یعنی تمہیں عملی طور پر دکھا دوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کے بارے میں کیا کرتے تھے) پھر آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ (صرف تکبیر تحریمہ کے وقت) ہاتھ اٹھایا، اس کے بعد (پوری نماز میں پھر رفع یدین نہیں کیا۔) (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔) اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس باب میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور ترمذی نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن ہے، کئی صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین رفع یدین نہ کرنے کے قائل ہیں، نیز سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ (اور یہی حنفی مذہب ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

22/1205- علقمہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (شروع نماز میں) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے پھر باقی نماز میں رفع یدین کا اعادہ

نہیں فرماتے تھے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث

23/1206- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بار) ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ (درمیان نماز میں) رفع یدین کرکے اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی طرح (بار بار) ہلاتے رہتے ہو، (ایسا مت کرو) اور نماز میں سکون اور اطمینان سے رہا کرو۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف(1): جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جس کی روایت مسلم نے کی ہے اس کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ" (نماز میں سکون اور اطمینان سے رہا کرو)۔

اس ارشاد گرامی سے یہ مقصود ہے کہ درمیان نماز میں ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے نماز کے سکون و اطمینان میں خلل ہوتا ہو اس لئے ہر وہ عمل جس سے نماز کے سکون میں خلل ہوتا ہو ممنوع ہوگا اور ظاہر ہے کہ درمیان نماز میں بار بار رفع یدین سے نماز کے سکون اور اطمینان میں خلل واقع ہوتا ہے، اس وجہ سے اس حدیث میں درمیان نماز میں رفع یدین سے منع کیا گیا ہے۔

ف(2): اِسی مذکور الصدر حدیث میں ارشاد ہوا ہے: "مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ ، اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ" .

(کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ (درمیان نماز میں رفع یدین کرکے) اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح بار بار ہلاتے رہتے ہو، (ایسا مت کرو) اور نماز میں سکون و اطمینان سے رہا کرو)۔

حدیث کے ان الفاظ سے درمیان نماز میں رفع یدین کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ حضرات جن کے پاس درمیان نماز میں رفع یدین جائز ہے انہوں نے " مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ ......الخ" سے قعدہ میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلا کر اشارہ کرنا مراد لیا ہے جس پر

بعض لوگوں کا عمل تھا، حالانکہ جس حدیث میں سلام پھیرتے وقت ہاتھ ہلا کر اشارہ کرنے سے منع کیا گیا وہ دوسری حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

"مَا لِهٰؤُلَآءِ يُؤْمُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ ، اِنَّمَا يَكْفِيْ اَحَدَكُمْ اَنْ يَّضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يَسَلِّمُ عَلٰى أَخِيْهِ مَنْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَ مَنْ عَنْ شِمَالِهٖ".

(ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو شریر گھوڑوں کی دموں کی طرح ہلا ہلا کر اشارہ کرتے ہیں، ان کو چاہئے کہ ہاتھوں کو اپنے رانوں پر رکھیں پھر سیدھے اور بائیں جانب اپنے بھائی کو سلام کریں) یہی وہ حدیث ہے جس سے قعدہ میں بوقت سلام ہاتھوں کو ہلا کر اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اِن دونوں حدیثوں کے تقابل سے حسب ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

صدر کی پہلی حدیث کے یہ الفاظ ہیں "مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ ، اسْكُنُوا فِي الصَّلاَةِ ." سے یہ واضح ہوتا ہے کہ درمیان نماز میں رفع یدین نہ کیا جائے کیوں کہ درمیان نماز میں بار بار رفع یدین سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

اس حدیث کے ان ہر دو جملوں سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ رفع یدین کی ممانعت کا تعلق درمیان نماز سے ہے نہ کہ آخر نماز سے اگر "اسْكُنُوا فِي الصَّلاَةِ" کے حکم کو نماز کے آخری حصہ سلام کے وقت سے متعلق کیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے تو "اسْكُنُوا" کا حکم بے محل ہوجائے گا کیوں کہ سلام سے تو نماز ہی ختم ہوجاتی ہے اور نماز ختم ہوجانے کے بعد سکون واطمینان سے رہنے کا کیا موقع ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ صدر کی حدیث جس میں "اسْكُنُوا فِي الصَّلاَةِ" مذکور ہے اس حدیث کو درمیان نماز میں رفع یدین کی ممانعت ہی سے متعلق کیا جائے، اس کے برخلاف دوسری حدیث میں "رَافِعِي أَيْدِيكُمْ" کے بجائے "يُؤْمُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ" کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہاتھوں سے اشارہ کرنے کے ہیں اور اسی طرح اس دوسری حدیث کے آخر میں "اسْكُنُوا فِي الصَّلاَةِ" کی بجائے "اِنَّمَا يَكْفِيْ اَحَدَكُمْ اَنْ يَّضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ ......الخ" کے الفاظ ہیں جس کے معنی ہیں ہاتھوں کو اپنے رانوں پر رکھ کر سلام کیا جائے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں حدیثیں اپنے اپنے الفاظ اور معانی کے لحاظ سے بالکل جدا ہیں۔ صدر کی پہلی حدیث کا تعلق بالکلیہ درمیان نماز میں رفع یدین کی ممانعت سے ہے اور دوسری حدیث کا تعلق بوقت سلام قعدہ میں ہاتھوں کو ہلا کر اشارہ

کرنے کی ممانعت سے ہے۔

دونوں حدیثوں کے اس تقابل سے یہ واضح ہوگیا کہ ہر دو حدیثیں اپنے اپنے موقع کے لحاظ سے علیحدہ ہیں اور دونوں کا جدا جدا حکم ہے اور اس طرح ایک حدیث کے حکم کو دوسرے حدیث کے حکم سے متعلق کرنا قیاس مع الفاروق ہے جو کسی حیثیت سے درست نہیں۔(مرقات۔)12

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث

24/1207- سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظّمہ کی گیہوں کی منڈی میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے ؟امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے،امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے، حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی اور زہری، سالم سے روایت کرتے ہیں اور سالم اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہے ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں فرماتے تھے،امام اوزاعی نے کہا کہ میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور آپ کہتے ہیں کہ

حدیث بیان کی مجھ سے حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کم نہ تھے۔

اگر چہ کہ ابن عمر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے، اب رہے اسود تو ان کے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا۔

(اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مسند میں کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث

25/1208- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے، ابن عمر تکبیر اولیٰ یعنی تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کی روایت طحاوی نے کی ہے) اور طحاوی نے کہا ہے کہ یہی ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر خود انہوں نے رفع یدین کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ترک کر دیا۔ پس ابن عمر کا رفع یدین کو ترک کرنا اس وجہ سے ہے کہ جس رفع یدین کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا تھا اس کا منسوخ ہونا ان کے پاس ثابت ہے اور رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل ان کے پاس قائم ہو چکی ہے، (ورنہ وہ رفع یدین کو درمیان نماز میں کبھی ترک نہ کرتے۔)

اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ جس رفع یدین کے متعلق رفع یدین کے قائلین دلیل لاتے ہیں وہ اس بات پر محمول ہے کہ رفع یدین پر عمل ابتدائی اسلام میں ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا اور رفع یدین منسوخ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

26/1209- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع میں جاتے وقت

رفع یدین کررہا ہے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کررہا ہے تو اس سے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین مت کیا کر، یہ ایسی چیز ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کیا کرتے تھے اور پھر اس کو ترک فرما دیئے ہیں۔

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث

27/1210- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اسود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، اسودؒ نے کہا کہ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور پھر (پوری نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں کرتے تھے۔

(اس کی روایت طحاوی اور بیہقی نے کی ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت میں گیارہویں حدیث

28/1211- عاصم بن کلیب الجرّمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ سے ہیں، روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، صرف پہلی تکبیر میں جس سے نماز شروع کی جاتی ہے اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد باقی نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(اس کی روایت امام محمد اور طحاوی اور ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اور مسلم کی شرط کے موافق ہے)۔

اور علامہ عینی نے یہ بھی کہا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا باقی پوری نماز میں رفع یدین کا منسوخ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ثابت ہو چکا تھا جب ہی تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھنے کے باوجود پھر بھی تکبیر تحریمہ کے سوا باقی پوری نماز میں رفع یدین ترک فرمایا اگر رفع یدین کا منسوخ ہونا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ثابت نہ ہوتا تو آپ خود اپنی طرف سے

رفع یدین ہرگز ترک نہ کرتے۔

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر بارہویں حدیث

29/1212- علقمہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور پھر حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی نماز پڑھی ہے۔ یہ تینوں حضرات رفع یدین شروع نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کیا کرتے تھے اور باقی پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے)۔
(اس کی روایت دارقطنی اور ابن عدی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر تیرہویں حدیث

30/1213- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شروع نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ہاتھ اٹھاتے تھے پھر اس کے بعد نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر چودھویں حدیث

31/1214- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین مت کیا کرو۔(اس کی روایت امام محمد نے موطا اور الآثار میں کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر پندرہویں حدیث

32/1215- حصین بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ (ایک دفعہ) ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، عمرو نے بیان کیا کہ مجھ سے علقمہ بن وائل حضرمی رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کے واسطہ سے حدیث بیان کی ہے کہ ان کے والد وائل حضرمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھا کہ آپ نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین فرمایا اور اسی طرح رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین فرمایا (یہ سن کر) ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ (وائل حضرمی جو کہہ رہے ہیں) میں اس کو نہیں جانتا، معلوم ہوتا ہے کہ وائل حضرمی نے صرف اسی ایک دن کی نمازوں میں (جبکہ وہ خدمت اقدس میں وفد بن کر حضرموت سے حاضر ہوئے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (درمیان نماز میں) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور اسی کو انہوں نے یاد رکھ لیا لیکن ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم (جو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر رہ کر) شریک نماز ہوتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رفع یدین کرنا ہمیشہ کا واقعہ نہ ہونے کی وجہ سے اس (ایک دن کی نمازوں کے رفع یدین) کو یاد رکھا (ابراہیم نخعی کہتے ہیں) اسی لئے میں نے ان حضرات میں سے کسی ایک سے بھی یہ نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (درمیان نماز میں) رفع یدین کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ ان سب حضرات کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ شروع نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے (اس کے سوا باقی نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے)۔ (اس کی روایت امام محمد نے مؤطاء میں کی ہے۔)

تکبیر تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفع یدین نہ کرنے کے ثبوت پر سولھویں حدیث

33/1216- عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں حضرموت کی مسجد میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہما اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حدیث بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قبل رفع یدین کیا کرتے تھے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کیا کرتے تھے میں نے اس واقعہ کا تذکرہ ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا تو انہوں نے غصہ میں آ کر فرمایا کیا وائل رضی اللہ عنہ نے ہی رفع یدین کرتے دیکھا ہے اور اس کو ابن مسعود اور ان کے ساتھی دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں دیکھا (کیا یہ قرین قیاس ہے؟)۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

تکبیرِ تحریمہ کے سوا پوری نماز میں رفعِ یدین نہ کرنے کے ثبوت پر سترہویں حدیث

34/1217- مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ وائل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرماتے ہوئے دیکھا ہے (یہ سن کر) ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ اگر وائل رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ (قبل رکوع اور بعد رکوع) رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پچاسوں مرتبہ دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (قبل رکوع اور بعد رکوع) رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ یہاں رفع یدین سے متعلق دو طرح کی حدیثیں آتی ہیں، ایک وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع اور بعد رکوع رفع یدین فرماتے تھے اور دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع بعد رکوع رفع یدین نہیں فرماتے تھے اور دوسری حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبل رکوع بعد رکوع رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ اس طرح رفع یدین سے متعلق احادیث میں تعارض پایا جاتا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رفع یدین کے بارے میں اُن احادیث کو ترجیح حاصل ہے جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن میں قبل رکوع اور بعد رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین ثابت نہیں ہے۔

وائل حضرمی رضی اللہ عنہ وفد بن کر حضرموت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور آپ کو صرف چند دن صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا موقع ملا، اس کے برخلاف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیشہ صحبت بابرکت میں اس طرح حاضر رہتے تھے کہ اجنبی حضرات آپ کی اس حاضر باشی کی وجہ

آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شمار کرنے لگے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے وائل حضرمی رضی اللہ عنہ سے زیادہ قدیم ہیں، اس لئے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے احادیث کو وائل رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر ترجیح حاصل ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اس لئے بھی قابل ترجیح ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے ان جلیل القدر مہاجرین صحابہ میں ہے جو سفر وحضر میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت فیض درجت میں حاضر رہتے تھے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس تقرب کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، جس کو خود صاحب مشکوۃ نے اپنے رسالہ "**الا کمال فی اسماء الرجال**" میں ذکر کیا "**رضیت لامتی مارضی بها ابن ام عبد**" (میری امت کے لئے ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ جن باتوں کو پسند کریں مجھے بھی وہ باتیں پسند ہیں) یہی وہ امتیاز ہے جس کی بناء پر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وائل حضرمی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو زیادہ سمجھنے والے ہیں اسی وجہ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کو وائل حضرمی رضی اللہ عنہ کی حدیثوں پر ترجیح حاصل ہے۔ (شرح معانی الآثار)۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت

35/1218- علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

36/1219- قبیصہ بن ہُلب رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ہُلب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہلب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے تو اپنے بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ سے پکڑ لیتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر تیسری حدیث

37/1220- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم پیغمبروں کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم افطار جلد کریں اور سحر کرنے میں تاخیر کریں اور نماز میں اپنے سیدھے ہاتھوں کو اپنے بائیں ہاتھوں پر رکھیں۔

(اس کی روایت طبرانی نے سند صحیح سے کی ہے اور طیالسی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

38/1221- اور مسلم کی ایک روایت میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے تھے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر چوتھی حدیث

39/1222- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گذرے اور میں نماز میں بائیں ہاتھ کو سیدھے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سیدھے ہاتھ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

(اس کی روایت ابن ماجہ اور نسائی نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی کیفیت پر پانچویں حدیث

40/1223- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) لوگوں کو حکم تھا کہ وہ نماز میں اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

41/1224- اور نسائی کی ایک روایت میں وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے (دل میں) یہ بات ٹھان لی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دیکھوں گا کہ آپ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں؟ چنانچہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر فرمایا

پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھائے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیدھے ہاتھ (کی ہتھیلی کو) بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ کر سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلیا سے (حلقہ بنا کر) بائیں ہاتھ کے پہنچے کو (اس طرح) پکڑ لیا کہ (سیدھے ہاتھ کی باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کے)پہونچے کے بالائی حصہ یعنی کلائی پر تھیں۔

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تحقیق

ف(1): واضح ہو کہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے متعلق حنفی مذہب میں تین قول ہیں،(1) ایک یہ ہے کہ پہلے اللہ اکبر کہے پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے جیسا کہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مذکورالصدر حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس کی روایت نسائی نے کی ہے،(2) دوسرا قول یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ اور رفع یدین ساتھ ساتھ کئے جائیں،جیسا کہ وائل رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے کی ہے،اس قول کو خانیہ،خلاصہ،تحفہ، بدائع ،محیط ،قدوری اور قاضی خاں نے اختیار کیا ہے اور بقالی نے اس دوسرے قول کو جمیع احناف کی طرف منسوب کیا ہے اور حلیہ نے اسی کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے،(3) تیسرا قول یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے پھر اللہ اکبر کہے اور یہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہے جس کی روایت امام بخاری نے کی ہے، نیز ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی سے بھی اس حدیث کی روایت ہے، مجمع نے اس قول کو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے منسوب کیا ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اس تیسرے قول کو اکثر فقہائے احناف نے اختیار کیا ہے اور غایۃ البیان نے بھی اس قول کو جمہور علماء احناف کی طرف منسوب کیا ہے اور صاحب ہدایہ کے پاس یہی تیسرا قول مفتیٰ بہ ہے۔(ردالمحتار، عمدۃ الرعایہ۔)

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کی تحقیق

ف(2): نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ تین طرح کی ہیں، ایک حدیث میں ہاتھ کو ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے اور تیسری حدیث میں ہاتھ کو پہونچے کے بالائی حصہ یعنی کلائی پر رکھنے کا ذکر ہے۔

واضح رہے کہ جب کبھی کسی مسئلہ میں مختلف حدیثیں آتی ہیں جس سے ان میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تو اُصُولیّین کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے ایسی کوشش کی جائے کہ ان جملہ مختلف احادیث پر عمل ہوسکے اوران میں سے کوئی حدیث چھوٹنے نہ پائے۔

اسی قاعدے کے پیش نظر ہمارے فقہاء نے تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھنے کے بارے میں جو مختلف احادیث آئی ہیں ان سب پر اس طرح عمل کیا ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی چھوٹنے نہیں پاتی، اسی لئے انہوں نے فرمایا ہے کہ اس بارے میں سنت یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے ہتھیلی کی پشت پر رکھے اورسیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی سے حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کے پہونچے کو اس طرح پکڑلے کہ باقی تین انگلیاں بائیں پہونچے کے بالائی حصہ یعنی کلائی پر رہیں۔

اس سے یہ صادق آتا ہے کہ نمازی نے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا ہے اوراپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں کلائی پر بھی رکھا ہے اوراپنے بائیں ہاتھ کوسیدھے ہاتھ سے پکڑ لیا ہے، اس طرح نمازی نے ہاتھ باندھنے سے متعلقہ جملہ مختلف حدیثوں پر عمل کیا ہے۔(حلبی، ردالمختار)۔

عورتوں کا حکم

ف(3): نماز میں ہاتھ باندھنے کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے لیکن عورتیں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھیں۔(طحاوی۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں

42/1225- علقمہ بن وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وائل رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے،) اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اوراس کے تمام راوی ثقہ ہیں، حافظ قاسم بن قطلو بغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابوالطیب المدنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں، اس پر دوسری حدیث

43/1226- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد، امام احمد اور ابن ابی شیبہ، دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کہاں رکھے جائیں، اس پر تیسری حدیث

44/1227- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے۔(اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔)

عورتوں کا حکم

ف: نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کا حکم مردوں سے متعلق ہے، اس کے برخلاف عورتیں تکبیر تحریمہ کے بعد اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ لیں۔(سعایۃ)۔

نماز میں طویل قیام کی فضیلت

45/1228- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نماز میں قیام دراز ہو وہ نماز زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قیام کو طویل کرنا زیادہ رکعتوں کے پڑھنے سے افضل ہے، جیسے ایک شخص رکعتیں کم پڑھتا ہے مگر زیادہ قرآن پڑھ کر قیام کو طویل کر رہا ہے تو ایسے شخص کی نماز اس شخص کی نماز سے افضل ہے جو قیام میں قرآن کم پڑھتا ہے لیکن زیادہ رکعتیں ادا کرتا ہو، اس لئے قیام میں قرآن پڑھا جاتا ہے لیکن زیادہ رکعتوں کے رکوع اور سجود میں زیادہ تسبیحات پڑھی جاتی ہیں اور ظاہر ہے کہ قرآن کو تسبیحات پر فضیلت حاصل ہے۔

طویل قیام کو رکعتوں کی کثرت پر اس لئے بھی فضیلت حاصل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں آٹھ رکعات ادا فرماتے لیکن ان رکعتوں میں قرآن کی طویل ترین سورتیں تلاوت فرما کر قیام کو طویل فرمایا کرتے تھے حنفی مذہب میں طویل قیام کی فضیلت ہی پر فتویٰ ہے۔

واضح رہے کہ زیادہ رکعتوں کے پڑھنے پر طویل قیام کو جو فضیلت حاصل ہے، اس کا تعلق نوافل سے ہے اس کے برخلاف فرض نمازوں کے قیام، رکوع اور سجود کو سنت کے موافق ادا کرنا ہی افضل ہے۔ (ملتقی، کنز، مرقات۔)

نماز میں رکوع کرنے کا مسنون طریقہ

46/1229- عباس بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ یہ چار صحابہ یعنی) ابوحمید، ابواسید، سہل بن سعد اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہوئے اور رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا آپس میں تذکرہ کیا، ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ میں تم میں سب سے بہتر جانتا ہوں (یہ کہہ کر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع کرنے کو اس طرح بیان کیا کہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں اپنے دونوں گھٹنوں پر اس طرح رکھ دیئے گویا ان سے گھٹنوں کو پکڑے ہوئے ہیں اور ہاتھوں کو کھینچی ہوئی کمان کی تانت کی طرح بنا کر ان کو پہلوؤں سے جدا رکھا۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر دوسری حدیث

47/1230- ابوعبدالرحمٰن سُلَمِیْ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (نماز میں رکوع کے وقت) سنت یہ ہے کہ گھٹنوں کو ہاتھوں سے پکڑ لیا جائے۔(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

48/1231- اور طبرانی کی ایک روایت میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بیٹے! جب تم رکوع کرو تو دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ کر ہاتھوں کی انگلیوں کو پھیلا دو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھو۔

عورتوں کا حکم

ف: رکوع کرنے کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے اس کے برخلاف عورتیں رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دیں اور دونوں بازو پہلو سے خوب ملائے رکھیں اور دونوں پیر کے ٹخنے بالکل ملا دیں۔ (ردالمختار، طحطاوی۔)

نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر تیسری حدیث

49/1232۔ وابصتہ بن معبدؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو اپنی پشت مبارک کو اس قدر سیدھی رکھتے کہ اگر اس پر پانی ڈالی دیا جاتا تو ٹھہر جاتا۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

نماز میں رکوع کرنے کے مسنون طریقہ پر چوتھی حدیث

50/1233- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع فرماتے تو سر مبارک کو نہ اوپر اٹھاتے اور نہ نیچے جھکاتے بلکہ درمیانی حالت میں (پیٹ کے برابر رکھتے۔)

(اس کی روایت ابن ماجہ، ترمذی، مسلم اور ابن حبان نے کی ہے۔)

نماز میں قومہ، سجدہ اور جلسہ کا مسنون طریقہ

51/1234- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھایا کرتے تو فوراً سجدہ نہیں کرتے جب تک کہ اطمینان کے ساتھ

سیدھے کھڑے نہیں ہوجاتے تھے اور جب سجدہ کرتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے تو فوراً دوسرا سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ (دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے) نہیں بیٹھ جاتے۔
(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

52/1235- اور ابوداؤد میں ابوحمید رضی اللہ عنہ سے جو طویل حدیث مروی ہے (اس حدیث میں قومہ کے بعد سجدہ کرنے کا اس طرح ذکر ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قومہ کے بعد) فوراً زمین پر سجدہ میں گر جاتے اور (سجدہ کی حالت میں) اپنے دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے علیحدہ رکھتے اور اپنے دونوں پیر کی انگلیوں کو اس طرح موڑتے کہ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رہتا پھر سجدہ سے سر اٹھاتے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے پھر آپ اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہر ہڈی اچھی طرح اپنی اپنی جگہ قرار پاجاتی پھر دوسرا سجدہ فرماتے۔

53/1236- اور ابوداؤد کی ایک دوسری روایت (جو ابوحمید رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، اس میں سجدہ کی کیفیت میں یہ بھی اضافہ ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (سجدہ میں) سجدے سے فارغ ہونے تک اپنی رانوں کو کشادہ رکھتے اور شکم مبارک کے کسی حصہ کو رانوں سے لگنے نہ دیتے۔

عورتوں کا حکم

ف: سجدہ کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے لیکن عورتیں جب سجدے میں جائیں تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھیں پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھیں اور انگلیاں خوب ملالیویں، پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پیشانی رکھیں اور سجدے کے وقت پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھ دیں اور ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھیں مگر پاؤں کھڑے نہ کریں بلکہ داہنی طرف کو پاؤں نکال دیں اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کریں کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور باہیں دونوں پہلوؤں سے ملادیویں اور دونوں باہیں زمین پر رکھ دیں۔ (درمختار)۔

سجدہ میں چہرہ رکھنے کا مسنون طریقہ

54/1237- ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے براء بن

عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں چہرۂ مبارک کہاں رکھتے تھے؟ تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (چہرہ کو سجدہ کی حالت میں) اپنے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ترمذی اور طحاوی نے کی ہے اور مسلم، ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

سجدہ میں ہاتھ رکھنے کا مسنون طریقہ

55/1238- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل رہتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی، عبدالرزاق اور اسحاق بن راھویہ نے کی ہے۔)

56/1239- اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ (قومہ کے بعد) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر فرما کر سجدہ کیا تو سجدہ میں آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے ایسے ہی مقابل تھے جیسا کہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے مقابل رہتے تھے۔

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کا ثبوت

57/1240- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے اٹھتے تو زمین پر یا گھٹنوں (جیسا کہ شرح سفر السعادہ میں مذکور ہے 12) پر ہاتھ ٹیکے بغیر اور جلسہ استراحت کئے بغیر) اپنے پیر کے پنجوں کے بل اٹھتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔)

(جلسہ استراحت یہ ہے کہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے یا تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہونے کے بعد جب قیام کے لئے اٹھیں تو کچھ دیر بیٹھ کر اٹھیں اور یہ جلسہ استراحت حنفی مذہب

میں ثابت نہیں ہے۔(عمدۃ الرعایۃ۔)

ف:اس حدیث میں پیر کے پنجوں کے بل اٹھنے کا جو ذکر ہے وہ دوسرے سجدے کے بعد دوسری یا چوتھی رکعت کے قیام کے لئے اٹھنے سے متعلق ہے اور اس میں اٹھتے وقت ہاتھوں کو زمین یا زانو پر ٹیکنے کی اور جلسہ استراحت کرنے کی ممانعت ہے اور یہی مذہب حنفی ہے۔لیکن ضعیف العمری یا کسی اور عذر کی وجہ ہاتھوں کو زمین یا زانو پر ٹیکنے کے بغیر اٹھنا ممکن نہ ہوتو جلسہ استراحت کئے بغیر ہاتھوں کو زمین یا زانو پر ٹیک کر اٹھ سکتے ہیں۔(ردالمحتار،شرح سفرالسعادت،عینی،فتح القدیر۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

58/1241- عیاش بن سہل ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک ایسی مجلس میں تھے جس میں ان کے والد جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں موجود تھے اور اس مجلس میں ابو ہریرہ،ابواسید اور ابوحمید الساعدی اور دیگر انصار رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور یہ سب آپس میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نماز کا تذکرہ کررہے تھے تو ابوحمید رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ تم سب سے زیادہ جانتا ہوں،کیوں کہ میں نے بہت جستجو کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو بغور دیکھا ہے،یہ سن کر صحابہ نے کہا اچھا ہمیں بتلائیے تو!ابوحمید اٹھ کر نماز پڑھنے لگے اور سب دیکھنے لگے(ابوحمید نے)اس طرح نماز شروع کی کہ پہلے" اللہ اکبر " کہا اور فقط اسی تکبیر اول کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر عیاش نے یہی طویل حدیث بیان کرتے ہوئے (دوسرے سجدے سے قیام کے لئے کھڑے ہونے کا ذکر اس طرح کیا کہ)ابوحمید رضی اللہ عنہ پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے جب سر اٹھائے تو جلسہ استراحت کئے بغیر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

59/1242- روایت کی گئی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں (دوسرے سجدے

کے بعد جب قیام کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے کی ہے۔)

60/1243- اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی کی دوسری روایت میں ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔(کہ وہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے جلسہ استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

61/1244- شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر، حضرت علی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نماز میں (دوسرے سجدے کے بعد قیام کے لئے اٹھتے) تو اپنے پنجوں کے بل اٹھتے تھے (اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔)

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

سجدہ کے بعد قیام کے لئے استراحت کئے بغیر اٹھنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

62/1245- نعمان بن ابی عیاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر صحابہ (کا زمانہ) پایا ہے اور (دیکھا ہے کہ) ان میں سے ہر ایک جب پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے سجدۂ ثانیہ سے اپنے سر کو اٹھایا کرتے تو جلسہ استراحت کئے بغیر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

63/1246- اور عبدالرزاق نے ابن مسعود، ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے بھی اس طرح روایت کی ہے،(کہ یہ سب حضرات بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔)

سجدہ اور قعدۂ اولیٰ سے قیام کے لئے اٹھنے کا مسنون طریقہ

64/1247- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے نمازی کو(دوسرے سجدہ سے دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے یا قعدہ اولیٰ سے تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت)اپنے ہاتھوں سے(زمین یا زانو پر)ٹیکا دینے کی ممانعت فرمائی ہے۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ

65/1248- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھتے تھے اور سیدھے پیر کو کھڑا کرتے۔
(اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے، اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، سفیان ثوری اور امام ابن المبارک اور کوفہ والوں کا بھی یہی قول ہے، ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

عورتوں کا حکم

ف: قعدہ میں بیٹھنے کا یہ طریقہ مردوں سے متعلق ہے لیکن عورتیں قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بائیں چوتڑ پر بیٹھیں اور اپنے دونوں پاؤں اور دھنی طرف نکال دیویں اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیں اور انگلیاں خوب ملا کر رکھیں۔(ردالمحتار۔)

قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کے مسنون طریقہ پر دوسری حدیث

66/1249- عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فرزند ہیں وہ اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نماز کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ ہے کہ (جب نماز میں بیٹھے) تو سیدھا قدم کھڑا کیا جائے اور اس کی انگلیاں قبلہ رخ رہیں، اور بائیں پیر پر بیٹھے۔
(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

قعدہ میں یا دونوں سجدوں کے درمیانی جلسہ میں بیٹھنے کے مسنون طریقہ پر

تیسری حدیث

67/1250- رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا کہ جب تم (نماز میں) بیٹھو تو (بایاں پیر بچھا کر) اس پر بیٹھا کرو۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے اور ابوداؤد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: ذیل میں جو حدیثیں آ رہی ہیں ان کے مطالعہ سے پہلے ضروری ہے کہ چند امور کی وضاحت پیش نظر رہے تا کہ ان احادیث کا مفہوم سمجھ میں آ سکے۔

(1) قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کی بحث

نماز کے قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد درود پڑھنے کے متعلق مذہب حنفی یہ ہے کہ مطلقاً درود کا پڑھنا سنت موکدہ ہے، چنانچہ سعایہ میں لکھا ہے کہ **"ان السنة المؤكدة هو مطلق الصلوٰة بعد التشهد لاخصوص بعض الفاظها واليه يشير كلام عامة فقهائنا"** .

(التحیات کے بعد نماز میں درود شریف پڑھنے کے بارے میں جو مختلف الفاظ آئے ہیں ان میں سے بلا قید الفاظ مطلقاً کسی ایک درود کا پڑھنا سنت موکدہ ہے اور عامۂ فقہاء کا قول یہی ہے۔)

شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں درود کے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا شمار فرائض نماز سے نہیں ہے، درود کے فرض نہ ہونے پر فقہاء حنفیہ نے کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام بھیجنا ہم نے سیکھ لیا اب ارشاد فرمایئے کہ نماز میں ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو!

" اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ". (اے اللہ درود نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم پر۔) اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو درود اس وقت سکھایا جبکہ آپ سے درود کے متعلق پوچھا گیا، اگر نماز میں درود کا پڑھنا فرض ہوتا تو آپ پوچھنے

سے پہلے ہی سکھا دیتے، نماز میں درود کے فرض نہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک اعرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض نماز سکھائے تو اس میں درود کا ذکر نہیں فرمایا۔ (یہاں مبسوط کی عبارت ختم ہوئی۔)

(2) نماز کے ختم پر اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ کہنے کی بحث

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ نماز میں تشہد اور درود کے بعد ''اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ'' کہہ کر نماز کو ختم کرنے کے بارے میں دو (2) روایتیں آئی ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ لفظ سلام سے نماز ختم کرنا واجب ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سنت ہے، علامہ عینی نے عطاء بن ابی رباح، سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، قتادہ، امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد، ابن جریر طبری ان سب حضرات رحمۃ اللہ ورضوان کا یہ متفقہ قول نقل کیا ہے کہ آخر نماز میں ''اَلسَّلاَمُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ'' کہنا فرض نہیں ہے اسی وجہ سے اگر نمازی نماز کے آخر میں سلام کو ترک کر دے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ردالمحتار میں فتح کے حوالہ سے سلام کے سنت ہونے پر دوسرا قول بھی نقل کیا ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا سنت ہے اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نیز سعید بن المسیب، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، امام اوزاعی رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں کہ لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا سنت ہے، اس وجہ سے سلام کہے بغیر نماز کو ختم کر دیا جائے تو بھی نماز درست ہو جائے گی، امام ابن قاسم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب امام آخر نماز میں سلام سے پہلے قصداً وضوء توڑ دے تو بھی اس کی نماز درست ہوگئی۔

لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنے کے سنت ہونے پر دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تشہد سکھائی تو ارشاد فرمایا کہ جب تم (قعدۂ اخیر میں) تشہد پڑھ چکو تو تمہاری نماز پوری ہوگئی، اِس کے بعد اگر تم چاہو تو اٹھ جاؤ یا چاہو تو بیٹھے رہو۔

سلام سے پہلے اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بیٹھے رہنے یا اٹھ جانے میں اختیار دے دینے سے یہ بات بصراحت معلوم ہوتی ہے کہ لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا نہ تو فرض ہے نہ واجب، البتہ فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے بالعموم آخر میں لفظ سلام کہنے کو جو واجب قرار دیا ہے وہ احتیاط کی بناء پر ہے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لفظ سلام سے

نماز ختم فرمایا کرتے تھے ورنہ حقیقت میں لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنا سنت ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے لفظ سلام سے نماز کو ختم کرنے کے سنت ہونے پر حدیث اعرابی سے استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز سکھائی تو لفظ سلام کا ذکر نہیں فرمایا اگر لفظ ''سلام'' واجب یا فرض ہوتا کہ اس کے بغیر نماز کا ختم کرنا درست نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لفظ سلام کا ذکر فرماتے۔

السعایۃ میں مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نمازی قعدہ اخیر میں تشہد اور درود کے بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کرے اور یہ سنت ہے۔(یہ مضمون عینی شرح ہدایۃ، العنایۃ، فتح القدیر اور منیۃ المصلی سے ماخوذ ہے۔)

(3) عمداً اپنے کسی فعل سے نماز ختم کرنے کی بحث

(یعنی اپنے فعل سے نماز سے باہر آنا) فرائض نماز میں ایک فرض یہ بھی ہے کہ نمازی عمداً کسی ایسے فعل سے جو منافی نماز ہو، اپنی نماز کو ختم کرے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ردالمحتار'' میں ''بحر'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نمازی کے لئے یہ فرض ہے کہ جب نماز پوری ہوجائے تو وہ نماز سے باہر ہونے کے لئے اپنے اختیار سے ایسی حرکت کرے جو نماز کے منافی ہو، تاتارخانیہ نے اس کی صراحت اس طرح کی ہے کہ نماز پوری ہونے پر قہقہہ مار کر ہنس دے یا قصداً وضوء توڑ دے، یا بات کرے، یا اٹھ کر چلا جائے یا سلام کرے، نمازی عمداً اپنے کسی فعل سے نماز کے منافی حرکت کرتے تو اس سے نماز تو پوری ہوجاتی ہے لیکن اگر سلام کے ذریعہ نماز ختم کرلے تو بیک وقت فرض اور سنت دونوں ادا ہوجاتے ہیں۔

نماز میں تشہد واجب ہونے کا ثبوت

68/1251- قاسم بن مخیمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ علقمہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کا (یعنی علقمہ رضی اللہ عنہ کا) ہاتھ پکڑ کر وہ التحیات سکھائی جو نماز میں پڑھی جاتی ہے (راوی نے کہا کہ) ابن مسعود رضی اللہ

عنہ نے اعمش کی روایت کی ہوئی حدیث میں جوالتحیات ہے اس کو بیان کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم یہ التحیات پڑھ چکو یا (راوی کو شک ہے) یہ فرمایا کہ یہ التحیات ختم کر چکو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی اس لئے کہ (فرائض اور واجبات) سب ادا ہو چکے ہیں، اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو اٹھ جاؤ (کیوں کہ درود وسلام جو باقی رہ گئے وہ سنت ہیں) اور چاہو تو بیٹھے رہو (اور درود پڑھنے کے بعد سلام کہہ کر نماز ختم کرلو)۔(اس کی روایت ابوداؤد اور طحاوی نے کی ہے اور امام احمد اور دارقطنی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

قعدۂ اخیر میں اپنے فعل سے نماز سے نکلنا فرض ہونے کا ثبوت

69/1252- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب نمازی اخیر نماز میں (سجدہ سے سر اٹھالے اور قعدہ اخیر میں) التحیات پڑھنے کے بعد (عمداً) حدث کردے تو اس کی نماز پوری ہوگئی (کیوں کہ اس نے عمداً حدث کر کے اپنے فعل سے نماز ختم کرنے کے فرض کو ادا کر دیا ہے اس لئے اب وہ) اپنی نماز کا اعادہ نہ کرے (اس وجہ سے کہ اس کے ذمہ اب کوئی فرض یا واجب باقی نہیں رہا۔(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

70/1253-اور ابوداؤد، ترمذی، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی۔

71/1254-اور اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بطور مرفوع اور موقوف روایت کی ہے) اور ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کر کے سکوت اختیار کیا ہے، اور ابوداؤد کی عادت یہ ہے کہ جب وہ کسی حدیث کے متعلق سکوت اختیار کرتے ہیں تو ان کے پاس وہ حدیث حسن یا صحیح ہوتی ہے، اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ جتنی حدیثیں میں نے جامع صحیح یعنی ترمذی میں بیان کی ہیں صرف چار حدیثوں کے سوا باقی سب حدیثیں حجت اور دلیل ہیں اور یہ حدیث ان چار حدیثوں میں سے نہیں ہے۔(یہ سعایہ میں مذکور ہے۔)

ف: ابوداوٗد، ترمذی، طحاوی وغیرہم کی اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ نمازی قعدۂ اخیر میں تشہد پڑھنے کے بعد سلام سے پہلے عمداً حدث کرکے نماز کوختم کردے تو نماز پوری ہوجاتی ہے جس کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے اس مسئلہ کی وجہ سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اہانت آمیز اعتراض کیا ہے کہ ان کے مذہب میں نماز عمداً حدث کرنے سے بھی پوری ہوجاتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ کوبھی ان مستند صحیح احادیث سے اخذ کیا ہے جن کی روایتیں متعدد اسناد اور مختلف طریق سے حدیث کی مستند کتابوں ابوداوٗد، ترمذی، بیہقی، دارقطنی اور طحاوی وغیرہ میں مروی ہیں اس صورت میں امام اعظم رحمہ اللہ پر ایسا اعتراض کرنا درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا ہے۔(یہ مضمون ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ سے ماخوذ ہے جسکو عمدۃ الرعایۃ نے نقل کیا ہے۔)

نماز میں تشہد واجب ہونے کا ثبوت

72/1255- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ تشہد پر نماز ختم ہوتی ہے (اس لئے کہ اب فرائض اور واجبات باقی نہیں رہے۔ اب رہا اپنے فعل سے باہر آنا تو یہ ایسا فرض ہے جو نماز کا جزء (یہ ملتقی کے بین السطور میں مذکور ہے۔12) نہیں ہے) اور سلام پھیرنا (ایسی سنت ہے جس سے) نماز کے ختم ہونے کی اطلاع ہوتی ہے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز کے ختم پر سلام پھیرنے کا بیان

73/1256- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھی جانب السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلام اس طرح پھیرتے کہ حضور علیہ السلام کے سیدھے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی تھی اور بائیں جانب بھی السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرما کر اس طرح سلام پھیرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور ابوداؤداور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

نماز کم سے کم دورکعت ہونے کا ثبوت اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان

74/1257- فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: نماز (کم سے کم) دورکعت ہے (اس سے کم ایک رکعت ہوتو وہ نماز بتیراء کہلاتی ہے جو ناجائز ہے) ہر دورکعت کے اخیر میں تشہد پڑھنا چاہئے (اور تمام نماز میں اپنے ظاہر سے) نہایت عاجزی کا اظہار کرے اور نہایت ذلت وندامت سے آنکھیں نیچی کئے رہے اور عاجزانہ صورت بنائے (اور باطن میں بھی) نہایت سکون واطمینان سے رہے اور اپنی ذات کا اظہار کرتے رہے پھر (نماز کے بعد) دونوں ہاتھوں کو اپنے پروردگار کے سامنے (اس طرح) اٹھائے کہ ہتھیلیاں اپنے منہ کی طرف ہوں اور نہایت عاجزی کے ساتھ یارب یارب کہتے ہوئے اپنی حاجت عرض کرے اگر نماز میں کوئی ایسانہ کرے جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

75/1258- ترمذی کی ایک اور روایت میں ہے: اس کی نماز تو ہوجاتی ہے مگر ناقص رہ جاتی ہے۔

(11/30) بَابُ مَایُقْرَأُ بَعْدَ التَّکْبِیْرِ

(یہ باب اس شئے کے بیان میں ہے جو تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی ہے)

وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ :"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ". اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ طور، پ:27، ع:2، آیت نمبر:48، میں) جب قیام کرو تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کا ثبوت

1/1259-ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو یہ ثناء پڑھتے تھے (اور تعلیم کے لئے) ہم کو سناتے:

"سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ"۔ (اے اللہ! ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں، آپ کا نام بڑا برکت والا ہے آپ بہت عالیشان ہیں آپ کے سوائے کوئی معبود لائق عبادت نہیں)۔

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

2/1260-اور مسلم نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

3/1261-ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بصرہ کے چند لوگ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حضرات آپ کی خدمت میں صرف اسی لئے حاضر ہوئے تھے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد شروع نماز میں ثناء کے متعلق دریافت کریں (کہ کن الفاظ میں

پڑھی جائے) ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (یہ سن کر) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور نماز شروع فرمائی اور یہ سب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرکے آپ کے پیچھے کھڑے ہوگئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تعلیم کے لئے) جہر سے "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ" پڑھ کر (بتلایا کہ ثناء میں یہ الفاظ سنت ہیں)۔

(اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے اور دارقطنی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور امام محمد نے کہا ہے کہ ہم نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء کے انہی مذکورہ الفاظ کے پڑھنے کو (اختیار کئے ہیں) لیکن امام اور مقتدی دونوں کو چاہئے کہ وہ ثناء کے ان الفاظ کو جہر سے نہ پڑھیں، اب رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس وقت ثناء کے ان الفاظ کو جہر سے پڑھنا محض سوال کرنے والوں کی تعلیم کی غرض سے تھا، امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ ثابت ہوگیا کہ یہ سب حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد نماز کو ثناء کے انہی الفاظ سے شروع کرتے تھے اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام کا لوگوں کی تعلیم کے لئے "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" تا آخر کو جہر کے ساتھ پڑھنا کہ لوگ اس ثناء کو اختیار کریں اور اس سے مانوس ہوں، اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ثناء کے انہی مذکورہ الفاظ کو پڑھنا تھا۔

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

4/1262-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر فرماتے، پھر دونوں ہاتھوں کو اس قدر بلند کرتے کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے مقابل ہوجاتے تھے۔ اس کے بعد (ہاتھ باندھ کر) یہ ثناء پڑھتے "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ."

(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

5/1263- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو یہ ثناء پڑھتے ''سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰهَ غَیْرُکَ.''

(اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے) اور ابوداؤد کی سند حسن ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

6/1264- اور ابن ماجہ نے بھی ابوسعید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اس ثناء کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ علماء حدیث میں سفیان ثوری احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔

احادیث میں ثناء کی بجائے جو اور الفاظ آئے ہیں ان پر عمل ابتداء اسلام میں تھا بعد میں نہ رہا

7/1265- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جماعت میں اس حالت میں شریک ہوا کہ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اس نے ایسی حالت میں اللہ اکبر کہہ کر۔ (ہاتھ باندھا اور یہ ثنا پڑھی۔)

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکً فِیْهِ'' سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے جوریا اور دکھاوے سے پاک ہو اور جس تعریف میں برکت ہو۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کردی تو ارشاد فرمایا کہ ان الفاظ کا کہنے والا کون تھا؟ سب لوگ خاموش رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ یہ الفاظ کس نے کہے تھے؟ (اس پر بھی) سب لوگ خاموش رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس نے کوئی بُری بات نہیں کہی ہے (اس پر) ایک شخص نے (جو شریک جماعت ہوا تھا) کہا میں اس حالت میں شریک ہوا کہ میری سانس پھولی ہوئی تھی اور میں یہ کلمات کہہ گذرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ بارہ فرشتے ان کلمات کو اوپر لیجانے کیلئے ایک دوسرے پر سبقت

کررہے تھے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)بحرالرائق میں لکھا ہے کہ ثناء میں" سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ" تا آخر کی بجائے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکً فِیْه" یہ اوراس قسم کے دوسرے الفاظ کا فرائض میں پڑھنا ابتداء اسلام میں تھا اوراس کی دلیل جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ہے کہ جب آپ نے نماز پڑھی تو ثناء میں تعلیماً"سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ" تا آخر کو جہر سے پڑھا تا کہ لوگ ثناء کے بارے میں آپ کی اتباع کریں اوراس کو سیکھ لیں،پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ فرائض میں ثناء کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی تھا،اس لئے نماز میں یہ ثناء" سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ" تا آخر پڑھی جائے۔

احادیث میں ثناء کے بجائے جواورالفاظ آئے ہیں ان پر عمل ابتداء اسلام میں تھا بعد میں نہ رہا اس پر دوسری حدیث

8/1266-ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے،وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع فرمانے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہا کرتے تھے،میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں،حضور تکبیر اورقرأت کے درمیان خاموش رہنے کے وقت کیا پڑھتے ہیں،فرمایا یہ دعاء پڑھتا ہوں:

" اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اَللّٰهُمَّ نَقِّنِیْ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ. اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَآءِ والثَّلْجِ وَالْبَرَدِ"۔

الٰہی! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری کردے جتنی مشرق اور مغرب کے درمیان تونے دوری کردی ہے،الٰہی! مجھے گناہوں سے ایسا پاک وصاف کردے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے پاک وصاف کردیا جاتا ہے۔الٰہی! میرے گناہوں کو پانی، برف اوراولے سے دھو ڈال۔(اس کی روایت بخاری اورمسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ ثناء میں "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" تا آخر کی بجائے یہ اور اس قسم کی جو دعائیں منقول ہیں وہ ابتدائے اسلام میں تکبیر تحریمہ کے بعد پڑھی جاتی تھیں اس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں شرح منیۃ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعائیں

9/1267- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد (قیام میں) یہ دعاء پڑھتے:

"اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ".

ترجمہ:۔ میں نے ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اُسی ذات پاک کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

"اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذَالِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ.

ترجمہ: میری نماز اور میری تمام عبادات، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہاں کا پروردگار ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَلِکُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُکَ، ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا؛ اِنَّهٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ. وَاھْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَایَھْدِیْ لِاَحْسَنِھَا اِلَّا اَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَھَا، لَایَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَھَا اِلَّا اَنْتَ. لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ، وَالْخَیْرُ کُلُّهٗ فِیْ یَدَیْکَ، وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ، اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ، تَبَارَکْتَ وَتَعَالَیْتَ، اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ".

(وَالشَّــرُّ لَيْــسَ اِلَيْكَ کے بعد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اور الفاظ بھی مروی ہیں جو آگے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔)

اے اللہ! آپ ہی شہنشاہ ہیں، بجز آپ کے کوئی معبود برحق نہیں ہے، آپ ہی میرے رب ہیں اور میں آپ کا بندہ ہوں میں نے (گناہ کرکے) اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، میرے تمام گناہوں کو معاف کردیجئے، یقیناً آپ کے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے اور مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت کیجئے آپ کے سوا اچھے اخلاق کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور برے اخلاق سے مجھے بچائے رکھئے آپ کے سوا برے اخلاق سے مجھے کوئی بچانے والا نہیں ہے، خدایا! آپ کی خدمت میں آپ کا حکم بجالانے کے لئے حاضر ہوں! ساری بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور برائیوں کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاسکتی میرا وُجود آپ ہی سے ہے اور آپ ہی کی طرف مجھے واپس ہونا ہے آپ بڑی برکت والے ہیں اور آپ عالیشان ہیں میں آپ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور آپ کے سامنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔)

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ ، وَ بِكَ اٰمَنْتُ ، وَ لَكَ اَسْلَمْتُ، خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَ بَصَرِي وَ مُخِّيْ وَ عَظْمِيْ وَ عَصَبِيْ .

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے راضی ہونے کے لئے رکوع کیا ہوں اور آپ ہی پر ایمان لایا ہوں میں آپ ہی کا فرمانبردار ہوں اور اپنے سب کام آپ ہی کو سونپتا ہوں میری سماعت، میری بصارت، میری ہڈی کا گُد، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے یہ سب آپ کے سامنے عاجزی سی جھکے ہوئے ہیں۔

"اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا ، وَ مِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ".

ترجمہ: (اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! آپ ہی کے لئے حمد ہے اس قدر حمد جو سارے آسمان بھر کر ہو اور زمین بھر کر ہو اور زمین وآسمان کے درمیان جو کچھ ہے وہ بھر کر ہو، اوران کے سوا آپ جو کچھ پیدا کرنا چاہیں وہ سب بھر کر ہو)۔

اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو یہ دعاء پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ لَکَ سَجَدْتُّ ، وَبِکَ اٰمَنْتُ ، وَلَکَ اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِیُ لِلَّذِیُ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ ، وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ، تَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ".

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ ہی کے لئے آپ ہی کے آگے اپنی ذلت اور عاجزی کے ظاہر کرنے کے لئے سجدہ کیا ہوں اور آپ ہی پر میں ایمان لایا ہوں، میں آپ ہی کا فرماں بردار ہوں اور اپنے سب کام آپ ہی کو سونپ رہا ہوں میں اپنا سر زمین پر اس ذات مبارک کے سامنے رکھ رہا ہوں جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کو اچھی صورت دی اور اس کے لئے کان سننے والے دیئے اور آنکھ دیکھنے والے دیئے، اے اللہ! آپ بڑی برکت والے ہیں جو سب ظاہری بنانے والوں سے بہتر حقیقی طور پر بنانے والے ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے اخیر میں التحیات اور سلام کے درمیان یہ دعاء پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ ، وَمَااَسْرَرْتُ وَمَااَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ، وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّی، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ".

اے اللہ! معاف کر دیجئے میرے اگلے پچھلے گناہوں کو اور اُن گناہوں کو جن کو میں نے چھپ کر کئے اور ان گناہوں کو بھی جن کو میں نے علانیہ کئے اور ان گناہوں کو بھی جن کو میں نے حد اعتدال سے گذر کر کیا ہے اور میرے ان گناہوں کو بھی معاف کیجئے جن کو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ بعضوں کو عزت دے کر آگے بڑھاتے ہیں اور بعضوں کو ذلت دے کر پیچھے ڈالتے ہیں آپ کے سوا

کوئی معبود برحق نہیں ہے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

اس حدیث میں قیام کی حالت میں جن دعاؤں کے پڑھنے کا ذکر ہے ان میں وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ کے بعد جو الفاظ ہیں ان کے بجائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں:

10/1268- ''وَالشَّرُّ لَیْسَ اِلَیْکَ ، وَالْمَهْدِیُّ مَنْ هَدَیْتَ ، اَنَا بِکَ وَاِلَیْکَ ، لَامَنْجَا مِنْکَ وَلَامَلْجَأَ اِلَّا اِلَیْکَ ، تَبَارَکْتَ''.

(یہ وہی دعاء ہے جس کا اشارہ مندرجہ بالا سیدنا علیؓ کی حدیث میں دیا گیا ہے۔) اور برائیوں کی نسبت آپ کی طرف نہیں کی جاسکتی اور وہی ہدایت پایا ہوا ہے جس کو آپ نے ہدایت کی ہو، میرا وجود آپ ہی سے ہے اور آپ ہی کی طرف مجھے واپس ہونا ہے، آپ کے عذاب سے آپ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں، اور آپ کے سوا کوئی پناہ دینے والا بھی نہیں، آپ بڑی برکت والے ہیں۔

ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعائیں

11/1269- جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ نے (تکبیر تحریمہ) کے بعد فرمایا:

'' اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا '' اللہ بہت بڑا ہے ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں

'' اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا '' اللہ بہت بڑا ہے ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں

'' اَللّٰهُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا '' اللہ بہت بڑا ہے ساری بڑائیاں اسی کے لئے ہیں

''وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا '' سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے

''وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا'' سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے

''وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا '' سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہے، ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے

'' وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَّاَصِیْلًا'' میں صبح و شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہوں

"وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا "،میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پا کی بیان کرتا ہوں

" وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا "،میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی پا کی بیان کرتا ہوں

" اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ وَهَمْزِهٖ".

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کے نفخ سے (یعنی غروراور خود پسندی سے جن کو شیطان انسانوں کے دلوں میں ڈالتا ہے)اور نَـفَـثُ (یعنی سحر سے جس کو شیطان انسان سے کرواتا ہے)اور هَمَز سے (یعنی وسوسوں سے جن کو شیطان انسان کے دلوں میں پیدا کرتا رہتا ہے۔)

(اس کی روایت ابوداؤداورابن ماجہ نے کی ہے)اورابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ نفخ سے مراد کبر ہے جس کو شیطان انسان کے دل میں پیدا کرتا ہے اورنفث سے مراد فحش اور برے اشعار ہیں جن کو شیطان انسان سے کہلواتا ہے اور ہمز سے مراد ایک قسم کا جنون ہے جو شیطان کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے جس سے انسان مرگی میں مبتلا ہوکر بے ہوش ہوجاتا ہے۔

ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر دوسری حدیث

12/1270- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر فرماتے پھر یہ دعاء پڑھتے:

"اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَبِذَالِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَعْمَالِ وَاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ ، لَايَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ، وَقِنِي سَيِّیءَ الاَعْمَالِ وَسَيِّءَ الْاَخْلَاقِ ، لَايَقِيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ".

(میری نماز، اور میری تمام عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور میں اس کے

فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔

اے اللہ! آپ مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت کیجئے کیونکہ اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی ہدایت کرنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے (اے اللہ) آپ مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے بچائے رکھئے، برے اعمال اور برے اخلاق سے بچانے والا آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔)

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں "وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کے جو الفاظ مذکور ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص ہیں اس لئے اگر امتی یہ دعاء پڑھنا چاہے تو وہ "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کی بجائے "اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" پڑھے، البتہ قرآن کی تلاوت کررہا ہو تو "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" وہی پڑھنا چاہئے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

ثناء کے بعد نفل نمازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں پر تیسری حدیث

13/1271- محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نفل نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر یہ دعاء پڑھتے، "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَامِنَ الْمُشْرِكِیْنَ".

میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رخ اسی ذات پاک کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد دعاء کے وہی الفاظ نقل کئے جو جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں بیان کئے گئے ہیں لیکن جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جہاں "اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ" کے الفاظ ہیں ان کی بجائے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے "وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" کے الفاظ بیان کئے ہیں (پھر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے دعائیہ الفاظ کے بعد) یہ دعاء پڑھی:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، سُبْحَانَكَ وَ بِحَمْدِكَ".

اے اللہ! آپ ہی شہنشاہ ہیں، بجز آپ کے کوئی معبود برحق نہیں، ہم آپ کی تعریف کرتے ہوئے تمام عیبوں سے آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اَعُوْذ اور بِسْمِ اللّٰہ کے بعد) قرأت فرماتے تھے۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ مذکورہ بالا حدیثوں سے نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد جن دعاؤں کے پڑھنے کا ذکر ہے یہ دعائیں ابتداء اسلام میں " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ " تا آخر کی بجائے پڑھی جاتی تھیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء میں صرف " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ " تا آخر کا پڑھنا ہی تھا اس طرح ثابت ہوا کہ فرض نمازوں میں ثناء صرف "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" تا آخر ہی پڑھی جائے اور ثناء کے ساتھ کوئی اور دعاء شامل نہ کی جائے۔

اب رہا نوافل اور تہجد میں ان مذکورہ دعاؤں کا پڑھنا، اس بارے میں حنفی مذہب یہ ہے کہ " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ " تا آخر کے بعد ان دعاؤں کو بھی پڑھا جاسکتا ہے، اس لئے کہ نفل نمازوں میں اس قسم کے اضافہ کی گنجائش ہے جیسا کہ ابوداؤد کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ كَبَّرَ ثُمَّ يَقُولُ " سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلاَ إِلَهَ غَيْرُكَ " ، ثُمَّ يَقُولُ : " لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ "– ثَلاثًا – ثُمَّ يَقُولُ : " اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا "–ثَلاثًا – أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ مِنْ هَمْزِهِ وَنَفْخِهِ وَنَفْثِهِ . ثُمَّ يَقْرَأُ.

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تہجد اور نوافل میں تکبیر تحریمہ کے بعد " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَااِلٰهَ غَیْرُکَ " پڑھتے، پھر اس حدیث کے دعائیہ الفاظ پڑھنے کے بعد قرأت شروع فرماتے۔

اور بیہقی کی ایک حدیث میں بھی یہی مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ " تا آخر کے بعد " وَجَّھْتُ وَجْھِی ؛الخ " پڑھا کرتے تھے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ فرض نمازوں میں تو صرف " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ " تا آخر کی ثناء پر اکتفا

کیا جائے اور نوافل وتہجد میں "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" تا آخر کے ساتھ مذکورہ احادیث کی دعاؤں اور اسی قسم کی دوسری دعائیں جو اور حدیثوں میں مذکور ہیں اِن کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔(ردالمختار،مرقات۔)

ثناء آہستہ پڑھنے کا ثبوت

14/1272- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے (تو تکبیر تحریمہ کے بعد) کسی قدر سکوت اختیار فرماتے ("یہ اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے،" یہاں سکوت سے مراد عدم جہر ہے، مطلق سکوت نہیں، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سکوت میں آہستہ ثنا پڑھتے تھے۔)(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ثناء تکبیر تحریمہ کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے اور باقی رکعتوں کے شروع میں ثناء پڑھنا ثابت نہیں

15/1273- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت کے ختم پر (قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہوتے تو سکوت نہیں فرماتے تھے (اس لئے کہ تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہیں پڑھی جاتی) اور "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" سے قرأت شروع فرماتے تھے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ جس طرح تیسری رکعت کے شروع میں ثناء نہیں پڑھی جاتی ہے اسی طرح دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی ثناء نہیں پڑھی جاتی۔(اشعۃ اللمعات۔)

(12/31) بَابُ الْقِرَاءَ ةِ فِيُ الصَّلاةِ

(یہ باب نماز میں قرأت قرآن کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ : ''فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ''. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ نحل، پ:14، ع:13، آیت نمبر:98، میں) جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود (کے وسوسوں) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔

وَقَوْلُهٗ: '' وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ''.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورۂ اعراف، پ:9، ع:24، آیت نمبر:204، میں) جب قرآن (نماز میں آواز سے پڑھا جائے (اور تم مقتدی ہو) تو اس کو کان لگا کر سنو اور (جب آہستہ پڑھا جائے تو) خاموش رہو تا کہ تم پر رحمت نازل ہو۔

''فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا '' کا نزول مقتدی سے متعلق ہے

پہلی حدیث

1/1274- عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ان سے سوال کیا گیا کہ ہر وہ شخص جس کو قرآن پڑھنے کی آواز سنائی دے کیا اس پر قرآن کان لگا کر سننا اور چپ رہنا واجب ہے؟ تو اس کے جواب میں عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ''فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' تو امام کی قرأت کے بارے میں نازل ہوئی ہے (کہ امام جب نماز میں آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کو کان لگا کر سنے اور اگر امام آہستہ قرأت کرے تو مقتدی چپ رہے۔

(اس کی روایت ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے کی ہے، اور بیہقی نے بھی اس کی

روایت کتاب القرأۃ میں کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ...... الخ" کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب امام نماز میں قرأت جہر سے کرے تو مقتدی اس کو کان لگا کر سنے اور جب امام قرآن آہستہ پڑھے تو وہ چپ رہے، چنانچہ مدارک نے اس آیت کی تفسیر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس طرح کی ہے: "وجمهور الصحابة رضی الله عنهم على انه في استماع المؤتم"۔

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ مقتدی سے متعلق ہے کہ وہ نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔

"فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر دوسری حدیث

2/1275- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو اس وقت جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کر رہے تھے انہوں نے بھی قرآن پڑھا اور ان کی قرأت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں خلط ملط ہونے لگا، اِس پر یہ آیت "فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" نازل ہوئی۔ (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوگئی۔
(اس کی روایت ابن مردویہ اور بیہقی نے کی ہے۔)

"فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر تیسری حدیث

3/1276- محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھا کرتے تو جو لوگ آپ کی اقتداء کرتے وہ بھی اس کو دہراتے جاتے تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھتے تو مقتدی بھی "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھتے اور جب آپ سورۂ فاتحہ کی ایک ایک آیت پڑھتے تو مقتدی بھی اسی کو دہراتے جاتے اور آپ ضم سورہ میں جو آیت پڑھتے تھے مقتدی بھی اسی آیت کو دہراتے رہتے، اِس پر یہ آیت"

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا " نازل ہوئی (جس سے مقتدی کو قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی اس لئے اس کو چاہئے کہ جہری نماز میں قرأت سنے اور سرّی نماز میں خاموش رہے۔) (اس کی روایت سعید بن منصور، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کی ہے۔)

" فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا " کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر چوتھی حدیث

4/1277- مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ انصار میں سے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت پڑھی تو یہ آیت "فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا " نازل ہوئی (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی۔)

(اس کی روایت عبد بن حمید، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے کی ہے۔)

"فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر پانچویں حدیث

5/1278- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو نماز پڑھائے تو لوگوں سے سنے کہ وہ مقتدی ہونے کے باوجود قرآن پڑھ رہے ہیں (نماز کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تمہارے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا (کہ امام جب قرآن پڑھے تو تم خاموشی سے سن کر اس کے معنے کو) سوچیں؟ کیا تمہارے لئے ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا (کہ جب امام قرآن پڑھے تو خاموشی سے سن کر اس کے معنی کو) سمجھیں اس لئے تم آیت "وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ" پر پورا پورا عمل کرو (یعنی جب امام قرآن پڑھے تو اس کو خاموشی سے کان لگا کر سنو)۔

(اِس کی روایت عبد ابن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بیہقی نے کی ہے۔)

" فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا " کا نزول مقتدی سے متعلق ہونے پر چھٹی حدیث

6/1279- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (مقتدی ہونے کے باوجود جہر سے قرأت کرتے تو) چوطرف سے آوازیں بلند ہوجاتی تھیں (اس کی ممانعت میں) ''فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا '' کی آیت نازل ہوئی (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی)۔

(اس کی روایت ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عسا کرنے کی ہے)

"فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کانزول مقتدی سے متعلق ہونے پر ساتویں حدیث

7/1280- زُہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نوجوان مقتدی ہونے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ قرآن (سورۂ فاتحہ ہو یا ضم سورہ) کی قرأت فرماتے تو وہ بھی اس کو دہراتے جاتے اِس پر (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' کی) آیت نازل ہوئی۔ (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی)۔ (اس کی روایت ابن جریر اور بیہقی نے کی ہے۔)

"فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کانزول مقتدی سے متعلق ہونے پر آٹھویں حدیث

8/1281- ابوالعالیۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو نماز پڑھاتے اور نماز میں قرأتِ قرآن فرماتے تو صحابہ بھی اس کو دہراتے تھے اس پر (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی) آیت نازل ہوئی (جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی۔)

(اس کی روایت عبد بن حمید، ابوالشیخ اور بیہقی نے کی ہے۔)

"فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" کانزول مقتدی سے متعلق ہونے پر نویں حدیث

9/1282- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) قرأت قرآن فرماتے تو ایک اور صاحب بھی (مقتدی ہونے کے باوجود) اس کو دہراتے اس پر (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا کی) آیت نازل ہوئی جس سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کی گئی۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

10/1283-اور بیہقی کی ایک روایت میں امام احمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سب کا اِس بات پر اجماع ہے کہ آیت (فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا) نماز میں قرأت خلف الامام کی ممانعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ف: واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیثیں قرأت خلف الامام کی ممانعت پر ہی دلالت کرتی ہیں امام ابن الہمام اور دیگر فقہاء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم دیئے گئے ہیں (1) ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور (2) دوسرے انصات یعنی چپ رہنا، پہلا حکم استماع یعنی امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا جہری نمازوں سے متعلق ہے، اور دوسرا حکم یعنی انصات یعنی چپ رہنا سِرّی نمازوں سے متعلق ہے۔

اب آیت کے معنے سنئے: ”(وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوا لَهٗ) اِنْ جُهِرَ بِهٖ“ (اگر قرآن پڑھا جائے تو اس کو کان لگا کر سنو جبکہ جہر سے پڑھا جارہا ہو)” (وَاَنْصِتُوْا) وَاسْكُتُوا اِنْ اُسِرَّ بِهٖ“ اور چپ رہو اور خاموشی اختیار کرو اگر قرآن آہستہ پڑھا جارہا ہو۔ (امام ابن ہمام کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ”استذکار“ اور ”تمہید“ میں کہا ہے کہ آیت ”فَاسْتَمِعُوا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا“ پر عمل کرتے ہوئے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے شاگردوں نے قرأت خلف الامام کے بارے میں جو مذہب اختیار کیا ہے وہ یہی ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں قرأت کو کان لگا کر سنے اور سری نمازوں میں چپ رہے اور خود کچھ نہ پڑھے چنانچہ جابر بن عبداللہ، زید بن ثابت اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم، کا بھی یہی قول ہے، اور حضرت عمر بن خطاب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے جو، ارجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے نیز سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور ابن ابی لیلی اور حسن بن صالح بن حي اور ابراہیم نخعی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا جن میں مشہور صحابہ اور تابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں کہ مقتدی جہری نمازوں میں صرف قرأت سنے اور سری نمازوں میں چپ رہے۔ (یہاں ابن عبدالبر کا مضمون ختم ہوا۔)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسّی (80) جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہم ہیں اوران (80) صحابہ کے اسماءمحدثین کے پاس محفوظ ہیں اورمنقول ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق اس زمانہ میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد (80) سے زائد تھی اوران سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی السبندمونی نے ''کتاب کشف الاسرار'' میں عبداللہ بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد زید سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام کی سخت ممانعت فرماتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں: (1) حضرت ابوبکر صدیق، (2) حضرت عمر ابن خطاب، (3) حضرت عثمان بن عفان، (4) حضرت علی ابن ابی طالب، (5) عبدالرحمٰن بن عوف، (6) سعد بن ابی وقاص، (7) عبداللہ بن مسعود، (8) زید ابن ثابت اور (9) عبداللہ بن عمر، (10) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ (یہاں علامہ عینی کی عبارت ختم ہوئی۔)

توضیحات مذکورہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کے لئے قرأت خلف الامام کی ممانعت ہے جیسا کہ آیت ''وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' سے واضح ہوتا ہے کہ امام جب آواز سے قرأت کرے تو مقتدی اس کو سنے اورامام جب آہستہ قرأت کرے تو مقتدی خاموش رہے۔

یہاں ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کے حکم کو صرف جہری نمازوں سے متعلق کیا جاسکتا ہے نہ کہ سری نمازوں میں مقتدی کو امام کی قرأت سننے کا موقع ہی نہیں ہے اس لئے کہ آیت میں ''اَنْصِتُوْا'' کا کلمہ ''اِسْتَمِعُوْا لَهٗ'' کی تاکید کے لئے ہے کہ دونوں کلموں سے ایک ہی حکم نکل رہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مقتدی امام کی قرأت کو خاموش رہ کر سنے۔

ہمارے فقہاء رحمہم اللہ نے اس شبہ کا یہ جواب دیا ہے کہ آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا) کو صرف جہری نمازوں کے ساتھ ہی مخصوص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ آیت'' فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ'' اور'' اَنْصِتُوْا ''دو مستقل کلمے ہیں۔

دوسرا کلمہ پہلے کلمہ کی تاکید کے لئے نہیں ہے جیسا کہ شبہ میں کہا گیا ہے بلکہ دوسرا کلمہ یعنی ''اَنْصِتُوْا'' تنصیص (اصل قرآن) کے لئے ہے کہ پہلے کلمہ سے علیحدہ حکم نکلتا ہے اوردوسرے کلمہ سے علیحدہ حکم اور اصولیین کے قاعدے کے مطابق تنصیص تاکید سے افضل ہے، اس لحاظ سے آیت'' فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا'' سے مقتدی کو دو مستقل حکم دیئے گئے ہیں ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور

دوسرا انصات یعنی چپ رہنا، پہلا حکم استماع یعنی امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا جہری نمازوں سے متعلق ہوگا اور دوسرا حکم انصات یعنی چپ رہنا سرّی نمازوں سے متعلق رہے گا اور یہی حنفی مذہب ہے۔

مذہب حنفی کی تائید پر ذیل کی یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں:۔

(1) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کی قرأت تمہارے لئے کافی ہے، خواہ امام (سرّی نماز میں) آہستہ قرأت کرے یا (جہری نماز میں) آواز سے قرأت کرے۔

(2) علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے خواہ امام جہر سے قرأت کر رہا ہو، یا آہستہ، نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے تھے اور نہ آخری دو رکعتوں میں۔

(3) ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، خواہ نماز جہری ہو یا سرّی۔

بنایہ میں مذکور ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے خواہ امام جہر سے قرأت کرے یا آہستہ، چنانچہ ابن المسیب، عروۃ بن زبیر، سعید بن جبیر، زہری، شعبی، ثوری، نخعی، اسود، ابن ابی لیلی رضی اللہ عنہم اسی کے قائل ہیں، نیز ابن وہب اشہب، ابن عبدالحکم ابن حبیب رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ مقتدی سرّی نمازوں اور جہری نمازوں دونوں میں قرأت نہ کرے۔

(یہ مضمون سعایہ سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں مطلق قرأتِ قرآن فرض ہونے کا ثبوت

11/1284- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرأت قرآن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے، سورہ فاتحہ کی قرأت فرض نہیں ہے بلکہ قرآن میں سے جو کچھ (سورہ یا آیت) ہو سکے پڑھ لینے سے قرأت کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے اور یہی مذہب حنفی ہے اس کی تائید قرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔

" فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ "(سورۂ مزمل،پ:29،ع:2،آیت نمبر:20)(تم لوگ نماز میں) قرآن سے جو کچھ ہوسکے پڑھ لیا کرو۔(عمدۃ الرعایۃ فتح القدیر۔)12

نماز میں مطلق قرأتِ قرآن فرض ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

12/1285-ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں جا کر یہ اعلان کردو کہ "لا صلوٰۃ الّا بقراٰن ولو بفاتحۃ الکتاب فما زاد" یعنی بغیر قرآن پاک کی قرأت کے نماز صحیح نہیں ہوتی اگرچہ سورہ فاتحہ کی قرأت ہی کیوں نہ ہو، اور چاہے پھر سورہ فاتحہ پر قرآن کی کسی آیت یا سورہ کو زیادہ کیا جائے۔(بہرحال نماز میں قرآن کی قرأت ضروری ہے، اس لئے کہ مطلق قرآن کی قرأت نماز میں فرض ہے)۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور سکوت اختیار کیا ہے اور ابوداؤد کا سکوت حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں، جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں ان کا ثقہ ہونا بیان کیا ہے اور ابن حبان اور ابن شاہین نے اپنی اپنی ثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔)

ف: یہ حدیث صراحت کے ساتھ اس بات پر دلیل ہے کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "وَلَو" (اگرچہ) جو مذکور ہے اس سے نماز میں خصوصیت کے ساتھ سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہی معلوم نہیں ہوتا کہ جس سے نماز میں قرأت فاتحہ کی فرضیت ثابت کی جاسکے بلکہ لفظ "وَلَو" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی قرأت فرض ہے مگر قرآن کے کسی خاص حصہ کی قرأت فرض نہیں ہے اس لئے قرآن میں سے جس چیز کو پڑھ لیا جائے اس سے قرأت کی فرضیت ادا ہوجاتی ہے خواہ وہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت فرض نہیں ہے بلکہ واجب ہے البتہ سورہ فاتحہ کی قرأت نماز میں دیگر ائمہ کے پاس فرض ہے اور یہ حضرات سورہ فاتحہ کی فرضیت پر جن حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں، ان میں ایک حدیث یہ ہے:

"عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: لَا صَلٰوۃَ اِلّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ''.

اس حدیث سے یہ حضرات ثابت کرتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوسکتی حالانکہ مراد اس سے فضیلت کی نفی ہے یعنی سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے، یہ مراد نہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز درست ہی نہیں، اگر نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ناقص اور غیر افضل ہوگی، کیونکہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اس کی نظیر '' لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ'' والی حدیث ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر صحیح نہیں ہوتی، حالانکہ سب ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں ادا ہو جاتی ہے البتہ ناقص اور غیر افضل ہوتی ہے تو پھر ''لَا صَلٰوۃَ اِلّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ '' سے کس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو نماز صحیح نہیں ہوتی جبکہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی نظیر ہیں، اسی طرح ''لَا صَلٰوۃَ اِلّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ '' سے نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض قرار دینا درست نہیں ہے۔

دوسری حدیث جس سے دیگر ائمہ نے نماز میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض قرار دیا ہے زیاد بن ایوب رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے ''لَا تُجْزِئُ صَلٰوۃٌ لَا یَقْرَءُ الرَّجُلُ فِیْھَا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ''.

اس حدیث سے ان حضرات نے استدلال کیا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی، حالانکہ زیاد بن ایوب کی یہ حدیث شاذ ہے۔

صاحب نقایہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں '' لاتجزئ '' کے جو الفاظ زائد ہیں وہ زیاد بن ایوب رضی اللہ عنہ کا انفراد ہے کہ یہ الفاظ صرف انہی سے مروی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ زیاد بن ایوب کی سند عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اور زیاد کے سوا ایک جماعت نے بھی عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے الفاظ متفقہ طور پر صرف یہ ہیں ''لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَء'' یعنی بغیر قرأت قرآن کے نماز صحیح نہیں، گویا اس حدیث سے نماز میں مطلق قرأتِ قرآن کے فرض ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف زیاد بن ایوب کی حدیث بالمعنی ہے کہ عبادہ ابن صامت کے واسطہ سے ان کو جو حدیث ملی ہے اس کو انہوں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے جس کی وجہ سے ان کی حدیث کے الفاظ

ان الفاظ سے جدا ہیں جن کی روایت ایک جماعت نے متفقہ طور پر کی ہے۔اسی لئے زیاد بن ایوب کی حدیث ایک جماعت کی حدیث کے مقابلہ میں ان کی منفرد اور تنہا ہونے کی وجہ سے ''قابل استناد'' نہیں اوراسی بناء پر زیاد بن ایوب کی روایت شاذہ سے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا درست نہیں ہے۔

(یہ مضمون شرح نقایہ اورالتعلیق المغنی شرح سنن اوردارقطنی سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں سورہ فاتحہ کے واجب ہونے کا ثبوت

13/1286-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جوشخص کسی نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے وہ نماز ناقص ہے وہ نماز ناقص ہے۔

(اس کی روایت صحاح ستہ نے کی ہے اورامام مالک، امام احمد، دارقطنی اور بیہقی نے بھی اس کی روایت کی ہے۔)

نماز میں سورہ فاتحہ کے واجب ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

14/1287-ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے ناقص ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ اورابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

ف(1) واضح ہو کہ نماز میں بعض چیزیں فرض ہیں اور بعض واجب ہیں، فرض اور واجب کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو چیزیں فرض ہیں اگر وہ عمداً ترک ہوجائیں یا سہواً دونوں صورتوں میں نماز باطل ہوجاتی ہے اورکسی طرح درست نہیں ہوسکتی، تاوقتیکہ اس کا اعادہ نہ کیا جائے اس لئے کہ فرائض ادا کئے بغیر نماز جائز ہی نہیں ہوتی۔

اس کے برخلاف نماز میں واجبات ترک ہوجائیں تو نماز باطل نہیں ہوتی ہے بلکہ ناقص ہوتی ہے، واجب اگر سہواً ترک ہوا ہے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز ادا ہوجاتی ہے اوراگر واجب عمداً ترک ہوا ہو تو نماز کا لوٹانا ضروری ہے۔

فرض اور واجب کے اس فرق کو پیش نظر رکھ کر مذکورہ بالا دو حدیثوں پر غور کیجئے۔

مذکورہ بالا دو حدیثیں اور اسی طرح دوسری حدیثیں جو آگے آرہی ہیں اس بات کی دلیل ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں خداج کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ناقص کے ہیں اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو ''فَهِيَ بَاطِلَةٌ'' (وہ نماز باطل ہے) فرماتے: ''فَهِيَ خِدَاجٌ'' (وہ نماز ناقص ہے) نہ فرماتے، چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ''فَهِيَ خِدَاجٌ'' فرمایا ہے اس لئے نماز ناقص ہوگی باطل نہیں ہوگی۔ اس طرح حدیث شریف کے لفظ ''خِدَاجٌ'' سے ثابت ہوگیا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے فرض نہیں ہے۔

(یہ مضمون سعایہ ردالمحتار اور المتقی کے بین السطور سے ماخوذ ہے۔)

ف(2): مذکورہ حدیثوں کے پیش نظر احناف کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں بلکہ واجب ہے اس سے بعض حضرات کو یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ احناف کے پاس سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر بھی نماز جائز ہوجاتی ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ احناف نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر بھی نماز جائز ہوجاتی ہے۔

حنفیوں کی فراست کا کیا کہنا کہ انہوں نے تو وہی کہا ہے جو حدیث شریف کا منشاء ہے، حدیث شریف میں ''خداج'' کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنے ناقص کے ہیں اس لئے جس نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے اور نماز کے اس نقص کو دور کرنے کے لئے سہواً سورہ فاتحہ ترک ہوجائے تو سجدہ سہو کیا جائے گا اور عمداً سورۂ فاتحہ ترک کی گئی ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہوگا اور یہی حنفی مذہب ہے۔

البتہ جو حضرات حدیث کے لفظ ''خداج'' سے نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں نماز کے باطل ہونے کا حکم لگاتے ہیں وہ حدیث کے منشاء کے خلاف کررہے ہیں اس لئے کہ ناقص چیز کو معدوم نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ ناقص اور معدوم میں بڑا فرق ہے معدوم تو باطل کو کہتے ہیں جس کا وجود ہی نہ ہو اور ناقص ایسی چیز کو کہتے ہیں کہ جو نقص کے ساتھ موجود ہے اور حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ نمازی کے سورۂ فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز ناقص ہوجاتی ہے یعنی نماز ادا تو ہوجاتی ہے مگر ناقص رہتی ہے اور اس نقص کا سجدۂ سہو سے یا اعادہ سے دور کیا جانا ضروری ہے، اس کے باوجود بھی حنفیوں پر یہ اعتراض کہ یہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کے درست ہونے کے قائل ہیں کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ (یہ مضمون اوجز المسالک سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ واجب ہونے کا ثبوت

15/1288-ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہمیں نماز میں سورۂ فاتحہ اور قرآن سے جو ہو سکے (خواہ آیت ہو یا سورہ) پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔)

16/1289-اور ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورۃ نہ پڑھی تو اس کی نماز کامل نہیں ہوئی بلکہ ناقص ہوئی۔

17/1290-اور ابن عدی کی ایک روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ اور کوئی تین آیتیں یا تین آیتوں سے زیادہ کا پڑھنا نماز میں جو قرأت فرض ہے اس کے لئے کافی ہے، (اس لئے کہ نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے، سورۂ فاتحہ اور کسی سورہ کا پڑھنا واجب ہے چونکہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کی قرأت ہو چکی ہے، اس لئے ان دونوں کی قرأت کے ضمن میں فرض قرأت بھی ادا ہو گئی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ نماز میں مطلق قرأت قرآن، سورہ فاتحہ اور ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین آیتیں یا تین آیتوں سے زیادہ کا پڑھنا ان میں مطلق قرأت قرآن کی فرضیت کے متعلق نص قرآنی اور دوسری چیزوں کے وجوب کے متعلق جو حدیثیں وارد ہوئی ہیں احناف نے ان سب میں حسب ذیل طریقہ پر اس طرح تطبیق دی ہے کہ جس سے نص قرآنی اور ساری حدیثوں پر عمل ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور سورہ فاتحہ کے ساتھ ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین آیتوں کا پڑھنا بھی واجب ہے۔

احناف کے پاس نماز میں مطلق قرأتِ قرآن فرض ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" (تم لوگ نماز میں قرآن سے جو کچھ ہو سکے پڑھ لیا کرو۔) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم نماز میں قرآن سے جو ہو سکے پڑھ لیا کریں اور یہ حکم مطلق ہے جو قرآن کے کسی خاص حصہ سے مخصوص اور مقید نہیں ہے کہ جس کو نماز میں پڑھنا لازم کیا جائے، اس کی

تائید مسلم کی اس حدیث سے ہوتی ہے:

”عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَأَةٍ“.

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرأت قرآن کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔)

اس حدیث سے بھی نماز میں مطلق قرأت کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جو حضرات نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دیتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں دو حکم وارد ہوں جن میں (1) ایک مطلق ہو اور (2) دوسرا مقید، تو اصولیین کے قاعدے کے مطابق مطلق حکم سے مقید حکم مراد لیا جاتا ہے اور مطلق نہیں رکھا جاتا جیسے نماز میں قرأت کا مسئلہ ہے، اس میں دو حکم وارد ہیں، ایک مطلق ہے جو آیت ” فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ “ سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے اور دوسرا حکم حدیث ” لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب“ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ کی قرأت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی اس لئے وہ حضرات جن کے پاس نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے وہ اس اصولی قاعدے کے تحت اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ آیت ” فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ “ میں جو مطلق قرأت کا حکم ہے اس سے مراد حدیث شریف کا مقید حکم ہی ہے جو ” لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب“ سے معلوم ہو رہا ہے، اس طرح یہاں دو حکم علیحدہ علیحدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ہی حکم ہے جو کہیں مطلق بیان کیا گیا اور کہیں مقید اور اسی بناء پر ان حضرات کے پاس نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا آیت اور حدیث دونوں سے فرض قرار پاتا ہے۔

حنفی حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مطلق حکم اور مقید حکم سے ایک ہی چیز اسی وقت مراد ہو سکتی ہے جبکہ دونوں حکم کے ماخذ قوت میں برابر ہوں، یہاں ایسا نہیں ہے کیوں کہ مطلق قرأت تو قرآن سے ثابت ہو رہی ہے اور سورہ فاتحہ کی قرأت خبر واحد سے اگر آیت اور حدیث دونوں سے ایک ہی حکم مراد لیا جائے تو قرآن کے مطلق حکم پر خبر واحد کے ذریعہ زیادتی لازم آجائے گی حالانکہ کتاب اللہ پر خبر واحد کے ذریعہ زیادتی جائز نہیں ہے، اس لئے یہاں مطلق اور مقید دونوں سے ایک ہی حکم مراد نہیں لے سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم نے مطلق کو مطلق رکھ کر بحکم کتاب اللہ نماز میں مطلق قرأت کو فرض قرار

دیا اور مقید حکم یعنی سورہ فاتحہ کی قرأت کو خبر واحد سے ثابت ہونے کی وجہ سے واجب قرار دیا، اس طرح ہم نے قرآن اور حدیث دونوں پر عمل کیا۔

اس کے قطع نظر مطلق اور مقید دونوں سے ایک ہی حکم مراد لے کر نماز میں سورہ فاتحہ کو فرض قرار دیں تو وہ حضرات جن کے پاس سورہ فاتحہ کی قرأت فرض ہے ان پر لازم آجائے گا کہ ضم سورہ کی قرأت کو بھی فرض قرار دیں، اس لئے کہ جن حدیثوں میں سورہ فاتحہ کا ذکر ہے ان میں ضم سورہ کا بھی ذکر موجود ہے، حالانکہ یہ حضرات ضم سورہ کی قرأت کو سنت قرار دیتے ہیں، اس کے برخلاف ہم مطلق اور مقید کو علیحدہ علیحدہ دو حکم قرار دے کر آیت سے مطلق قرأت کی فرضیت ثابت کرتے ہیں اور حدیث سے جس طرح سورہ فاتحہ کی قرأت کو واجب کہتے ہیں، ایسا ہی ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین یا تین سے زاید آیتوں کو بھی واجب قرار دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا توضیحات سے ثابت ہوگیا کہ حدیث "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" چونکہ خبر واحد ہے اس لئے یہ حدیث قوت میں آیت: "فَاقْرَءُ وْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" کے برابر نہیں ہوسکتی جس کی وجہ سے آیت کے مطلق حکم کو مقید نہیں کیا جاسکتا۔

اگر کوئی کہے کہ حدیث "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" خبر واحد نہیں ہے بلکہ خبر مشہور ہے اس لئے اس حدیث سے آیت "فَاقْرَءُ وْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" کے مطلق حکم کو مقید کیا جاسکتا ہے تو اس کے دو جواب ہیں:

(1) ایک جواب تو یہ ہے کہ "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" کو اس لئے خبر مشہور نہیں کہا جاسکتا ہے کہ تابعین کے درمیان اس حدیث کے مشہور ہونے میں اختلاف ہے اور سب تابعین نے اس حدیث کو قبول نہیں کیا ہے اور خبر مشہور اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو سب تابعین قبول کرلیں اگر "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" کا خبر مشہور ہونا صحیح ہوتا تو اس حدیث سے آیت "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" کے حکم مطلق کو مقید کر کے نماز میں سورہ فاتحہ کی فرضیت کی جاسکتی تھی لیکن جب "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" کا خبر مشہور ہونا ثابت نہیں ہوا تو یہ خبر واحد ہوئی اور ظاہر ہے کہ خبر واحد سے کتاب اللہ کے حکم مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا، اس لئے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کا فرض ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

(2) دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض اگر حدیث "لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَاب" کو خبر مشہور

تسلیم کرلیا جائے تو اس کے باوجود بھی آیت " فَاقْرَءُ وْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" کے حکم مطلق کو اس حدیث سے مقید نہیں کیا جاسکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ خبر مشہور سے کسی آیت کے حکم مطلق کو اسی وقت مقید کر سکتے ہیں جبکہ وہ خبر مشہور محکم ہو یعنی اس سے ایک ہی معنی مراد لئے جاتے ہوں، اور اس میں دوسرے معنے کا احتمال نہ ہو، یہاں ایسا نہیں ہے کیوں کہ حدیث " لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب" میں دو معنوں کا احتمال موجود ہے ایک معنی تو یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں بلکہ ناقص ہوتی ہے اور اس دوسرے معنی کی نظیر حدیث "لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِي الْمَسْجِدِ" ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر صحیح نہیں ہوتی حالانکہ اس حدیث سے یہ معنی کسی نے بھی مراد نہیں لئے ہیں بلکہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز گھر میں ادا تو ہوجاتی ہے مگر ناقص اور غیر افضل رہتی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حدیث " لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب" میں مذکورہ دونوں معنوں کا احتمال ہے اور ایسی مشہور حدیث جس میں دو معنوں کا احتمال پایا جاتا ہو وہ کسی آیت کے مطلق حکم کو مقید نہیں کرسکتی۔

اس طرح ثابت ہوا کہ حدیث " لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَاب" کے ذریعہ آیت "فَاقْرَءُ وْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ" کے مطلق حکم کو مقید کر کے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرأت کو فرض قرار دینا درست نہیں بلکہ آیت مذکورہ کے لحاظ سے نماز میں مطلق قرأت قرآن فرض ہے اور حدیثوں کے لحاظ سے نماز میں سورہ فاتحہ ضم سورہ یا ضم سورہ میں تین یا تین سے زیادہ آیتوں کا پڑھنا واجب ہے اور یہی مذہبِ حنفی ہے۔ (عمدۃ القاری، مرقات۔)

نماز میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ واجب ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

18/1291- عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے (نماز میں) سورہ فاتحہ اور اس پر قرآن کا کچھ حصہ زیادہ کر کے نہ پڑھا تو اس کی نماز کامل نہیں ہوئی ناقص ہوئی۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کا پڑھنا واجب ہے۔

فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کرنے کا بیان

19/1292- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (چار رکعت والی فرض نماز کی) پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ ضم کرلیا کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں یہ بات مشہور تھی کہ نماز میں سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ضم سورہ کئے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

نمازوں میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورۂ کرنے کی تحقیق

ف(1): اس حدیث میں جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں یہ بات مشہور تھی کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی اس سے ثابت ہے کہ سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے خواہ وہ نماز وتر ہو یا سنت یا نفل ان تمام نمازوں کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کا پڑھنا ضروری ہوگا، البتہ جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرض کی چار رکعت والی نماز یا تین رکعت والی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کا پڑھنا ضروری ہوگا اور آخری دو یا ایک رکعت میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ پڑھنے کے لئے فرض کی پہلی دو رکعتوں کو ہی معین کرلینا واجب ہے اگر کسی نے سورہ فاتحہ اور ضم سورہ یا ان میں سے کسی ایک کو فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں پڑھنا بھول گیا اور ان کی آخری دو رکعتوں میں پڑھ لیا تو چونکہ اس نے پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ پڑھنا جو واجب تھا سہواً ترک کردیا ہے اس وجہ سے اس کو سجدہ سہو کرنا ضروری ہوگا۔(عمدۃ القاری، ردالمختار۔)

مذکور الصدر حدیث جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو عبیداللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ نے اس طرح روایت کیا ہے کہ

20/1293- جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور اس

کے ساتھ کسی سورہ کو ضم کرنا اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے (یعنی فرض نہیں ہے۔)

ف(2): عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا رکن یعنی فرض نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث میں سورہ فاتحہ کے پڑھنے کو ضم سورہ کی طرح سنت قرار دیا ہے۔ فرض نہیں کہا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صحابی کا کسی چیز کو سنت قرار دینا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ وہ چیز فرض نہیں ہوسکتی، یہاں یہ بات واضح رہے کہ سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کو جو سنت قرار دیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا پڑھنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں عام طور پر دو اصطلاحیں تھیں، ایک فرض دوسرے سنت، اور سنت میں فرض کے سوا ہر چیز داخل تھی، خواہ وہ واجب ہو یا سنت موکدۃ یا غیر موکدۃ ہو یا نفل، غرض ان تمام چیزوں پر سنت کا اطلاق ہوتا تھا چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ کا اس حدیث میں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کو سنت کہنا انہی معنوں میں تھا کہ یہ فرض نہیں ہیں، یعنی واجب ہیں۔

علاوہ ازیں سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کے واجب ہونے کے متعلق حدیثیں ابھی اوپر گذر چکی ہیں۔

عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دوسری چیز یہ ثابت ہوتی ہے کہ جس طرح نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اِسی طرح ضم سورہ کا پڑھنا بھی واجب ہے اس لئے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ اور ضم سورہ دونوں کا ذکر ایک ہی حیثیت سے کیا ہے۔

(یہ مضمون تعلیق اعلاء السنن سے ماخوذ ہے۔)

عبادہ بن صامت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیثوں سے واضح ہوگیا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ اور ضم سورہ کا پڑھنا ضروری ہے اور ان دونوں کے بغیر نماز جائز نہیں اس کی توضیح میں حضرت سفیان ابن عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ان مذکورہ حدیثوں کا حکم اس شخص کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھ رہا ہو۔ (مقتدی کے لئے یہ حکم نہیں ہے اس لئے کہ مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے)۔

حضرت سفیان کے اس قول کی روایت ابوداؤد نے اپنی سنن میں کی ہے۔

واضح ہو کہ مذکورہ بالا حدیثوں کی توضیح میں جس طرح ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت سفیان بن عیینہ کا قول نقل کیا ہے اسی طرح ترمذی نے بھی اپنی سنن میں حدیث لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءُ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ'' کے متعلق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث تنہا نماز

پڑھنے والے سے متعلق ہے مقتدی سے متعلق نہیں ہے اس لئے کہ مقتدی کو خاموش رہنا ضروری ہے۔)

نیز ترمذی نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اس خصوص میں جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث یہ ہے: "مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَءْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ".

(جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوئی، مگر یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو (تنہا ہو) اور امام کے پیچھے (مقتدی کی حالت میں) نہ ہو۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والے سے متعلق ہے۔

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا اور جب جابر رضی اللہ عنہ جیسے صحابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد کی تفسیر یہ کی ہے کہ یہ حدیث تنہا نماز پڑھنے والے سے متعلق ہے تو یہ حکم مقتدی سے متعلق نہ ہوگا۔ (یہ مضمون ترمذی سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کا ثبوت

21/1294- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوئی، مگر یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو (تنہا ہو) اور امام کے پیچھے مقتدی کی حالت میں نہ ہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، نیز امام محمد، امام مالک اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

22/1295- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز پڑھی اور اس میں اس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو (تنہا ہو اور امام کے پیچھے (مقتدی کی حالت میں نہ ہو۔) (اس لئے کہ مقتدی کو خاموش رہنا ضروری ہے۔)۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

ف: قرأت خلف الامام کے بارے میں جتنی حدیثیں آئی ہیں وہ امام اور منفرد کی قرأت سے متعلق ہیں، اس لئے ان احادیث سے مقتدی کے لئے بھی قرأت کا وجوب ثابت کرنا درست نہیں، ابتدائے اسلام میں مقتدی کے لئے بھی سورہ فاتحہ اور ضم سورہ کی قرأت جائز تھی پھر ضم سورہ کی قرأت منسوخ ہوگئی اور مقتدی کے لئے جو سورہ فاتحہ کی قرأت باقی تھی وہ بھی بعد ازاں منسوخ ہوگئی۔ اب مقتدی کو نہ تو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے اور نہ ضم سورہ۔

(یہ اوجز المسالک میں مذکور ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

23/1296- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بغیر سورہ فاتحہ کے نماز پڑھے تو اس کی نماز ناقص ہے لیکن یہ حکم اس مقتدی کے لئے نہیں ہے جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ (اس کو تو خاموش رہنا ضروری ہے۔ (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

24/1297- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بغیر سورۂ فاتحہ کے نماز پڑھے تو یہ نماز (ترک واجب کی وجہ سے) اس کو کافی نہ ہوگی مگر یہ حکم اس مقتدی کے لئے نہیں ہے جو امام کے پیچھے ہو (اس لئے کہ مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔) (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

25/1298- ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھتا ہو (نہ سورہ فاتحہ نہ کوئی اورسورہ) کیا اس کے لئے یہ کافی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں کافی ہے۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے ثبوت پر چھٹی حدیث

26/1299- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز (ترک واجب کی وجہ سے) کامل نہیں ہوتی، مگر یہ حکم مقتدی کے لئے نہیں ہے جو امام کے پیچھے ہو۔ (اس لئے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔) (اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ساتویں حدیث

27/1300- کثیر بن مرۃ حضرمی رضی اللہ عنہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ضروری ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (اس پر) انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ اب قرأت ہر نماز میں فرض ہوگئی (یہ سن کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یادرکھو! امام جب لوگوں کی امامت کرے تو اس کی قرأت مقتدیوں کی قرأت کے لئے بالکل کافی ہے۔ (مقتدیوں کو پھر قرأت کرنے کی ضرورت نہیں۔) (اس کی روایت نسائی، طحاوی اور بیہقی نے کی ہے۔) اور نسائی نے کہا ہے کہ اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کی قرأت مقتدی

کے لئے کافی ہے۔(اس کو خود قرأت کرنے کی ضرورت نہیں۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر آٹھویں حدیث

28/1301-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی نماز سے جس میں قرأت جہر سے کی جاتی ہے فارغ ہو کر فرمائے کیا تم میں سے ابھی کوئی میرے ساتھ قرآن پڑھ رہا تھا؟ اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پڑھ رہا تھا (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی لئے تو میں بھی (دل میں) کہہ رہا تھا کہ نماز میں میرے ساتھ قرآن کی کشاکشی کیوں ہو رہی ہے (یعنی قرأت کے ذریعہ میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں اور لوگ قرآن پڑھ کر مجھے اپنی طرف کھینچتے ہیں) جب اس حکم کو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو حضور کے پیچھے مقتدی ہو کر جہری نماز میں قرآن (خواہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ) کا پڑھنا ترک کر دیا۔(اس کی روایت نسائی، ترمذی، ابوداؤد، امام احمد، امام مالک اور امام محمد نے کی ہے اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ جس نماز میں قرأت بالجہر کی جائے اس میں مقتدی (امام کے پیچھے) قرأت نہ کرے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر نویں حدیث

29/1302-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔) اور یہ حدیث صحیح ہے اور طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

30/1303-اور مسلم کی ایک روایت میں ابو ہریرہ اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ امام

جب قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

31/1304- اور مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام جب ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے تو تم آمین کہو۔

ف: ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مقتدی کے لئے سکوت اختیار کرنے اور امام کی قرأت کو خاموشی سے سننے کی طرف اشارہ ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مقتدی سورہ فاتحہ نہ پڑھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ امام جب سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے'' وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' پر پہنچے تو مقتدی آمین کہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کے بجائے یوں کہا جاتا کہ تم میں کا ہر ایک (مقتدی ہو یا امام)'' وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' تک پہنچے تو آمین کہے ایسا نہ کہہ کر جب یہ کہا گیا کہ امام ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ''

کہے تو تم آمین کہو اس سے ثابت ہوا کہ مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ خاموشی سے امام کی قرأت سنتے رہیں۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر دسویں حدیث

32/1305- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو کیا تم بھی اس وقت قرأت کیا کرتے ہو؟ سب نے سکوت اختیار کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اسی طرح تین دفعہ دریافت فرمایا سب نے عرض کیا جی ہاں! ہم بھی امام کے ساتھ قرأت کیا کرتے ہیں (اس پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ (جب تم مقتدی ہوں) تو امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر گیارہویں حدیث

33/1306- ابن عمرو بیاضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ نمازی اپنے پروردگار سے (نماز میں) راز و نیاز کرتا رہتا ہے، پس وہ غور کرلے کہ اپنے پروردگار سے کیا راز و نیاز کرتا رہتا ہے، پس وہ غور کرلے کہ اپنے پروردگار سے کیا راز و نیاز کررہا ہے؟ اس لئے تم (سب مقتدی) ایک دوسرے پر بآواز بلند قرأت قرآن کرکے (نماز کے راز و نیاز میں خلل مت ڈالو بلکہ) سب خاموش رہا کرو۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مقتدی جہری اور سری ہر دو نمازوں میں امام کے پیچھے نہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ کوئی اور سورت، یہ نقلی دلیلیں تھیں جن کو آپ سن چکے اب اس پر عقلی دلیل امام طحاوی رضی اللہ عنہ سے سنئے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جس نے امام کو رکوع میں پایا اور قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ کے لئے "اللہ اکبر" کہہ کر بغیر قرأت کئے رکوع میں امام سے جاملا تو جمہور ائمہ کا بلا اختلاف اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کو بلا شبہ وہ رکعت مل گئی، اگرچہ کہ اس نے اس رکعت کے قیام میں کچھ قرأت نہیں کی ہے۔ (یہ عمدۃ القاری، جلد:2، صفحہ:559، میں مذکور ہے۔)

جمہور ائمہ کے اس قول کی توجیہ دو طرح سے کی گئی ہے، ایک یہ کہ مقتدی پر امام کے پیچھے قرأت فرض نہیں تھی اس لئے اس کو وہ رکعت قرأت ترک ہونے کے باوجود مل گئی اور یہی مذہبِ حنفی ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس شخص پر قرأت فرض تو تھی مگر رکعت فوت ہونے کے اندیشہ سے ضرورۃً ساقط ہوگئی اور یہ دیگر ائمہ کا مسلک ہے، اس دوسری توجیہ کے سلسلہ میں فرض کی ماہیت پر غور کرنا ضروری ہے کہ کیا کسی فرض کو ضرورۃً ترک کردیا جاسکتا ہے؟

فرض کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کیجئے:

ایک ایسا شخص جس نے امام کو رکوع میں پایا اور رکعت فوت ہونے کے اندیشہ سے ضرورۃً قیام کے لئے بغیر تکبیر تحریمہ کئے ہوئے امام سے رکوع میں جاملا تو جمہور ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایسے شخص کو وہ رکعت نہیں ملی، حالانکہ اس نے ضرورۃً قیام ترک کیا ہے، اس مثال سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ قیام فرض ہے اور فرض ایسا عمل ہے جس کو ضرورۃً بھی ساقط نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کی ادائی

ضرورت اور غیر ضرورت ہر دو موقعوں پر لازمی ہے۔

فرض کی ماہیت کو اس مثال سے سمجھنے کے بعد قرأت خلف الامام کی نوعیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام پر فرض کی ماہیت صادق نہیں آتی، اس لئے کہ مقتدی کے لئے قرأت خلف الامام جس طرح دیگر ائمہ کے پاس ضرورۃً ساقط ہوجاتی ہے اسی طرح ہمارے پاس متعدد احادیث سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ساقط ہے اس کے برخلاف اگر قرأت خلف الامام فرض ہوتی تو وہ نہ ضرورۃً ساقط ہوتی ہے اور نہ بلاضرورت اس لئے کہ فرائض کسی وجہ سے ساقط نہیں ہوسکتے۔

اس طرح ثابت ہوگیا کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام فرض نہیں ہے جیسا کہ متعدد احادیث اس کے مقتدی پر فرض نہ ہونے پر وارد ہیں۔(یہ پورا مضمون طحاوی شریف سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر بارہویں حدیث

34/1307- عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پڑھائی تو حضور علیہ السلام کے پیچھے (نماز میں) ایک شخص نے (سورۂ) ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' پڑھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ نماز میں کون ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' پڑھ رہا تھا؟ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور میں پڑھ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب ہی تو) میں محسوس کررہا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص (قرآن پڑھ کر) مجھے الجھن میں ڈال رہا ہے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔) اور نسائی نے کہا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے سرّی نمازوں میں بھی قرأت نہ کرے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر تیرہویں حدیث

35/1308- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے

آہستہ قرأت کی، نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے (نماز میں) میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو تین دفعہ فرمایا تو وہ شخص جس نے قرأت کی تھی عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی'' کی قرأت کی ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں میرے ساتھ قرأت قرآن کر کے کیوں مجھے الجھن میں ڈالا جاتا ہے؟ کیا آپ لوگوں میں سے ہر (مقتدی) کو اس کے امام کی قرأت کافی نہیں ہے؟ امام تو اسی لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے اس لئے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر چودھویں حدیث

36/1309- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔(اس لئے مقتدی کو قرأت کی ضرورت نہیں ہے)۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

37/1310- اور اسی حدیث کی روایت ابن حبان نے انس رضی اللہ عنہ سے

38/1311- اور دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔)

ف(1): یہ اور اسی قسم کے دیگر احادیث میں مقتدی کے لئے امام کے پیچھے مطلقاً قرأت نہ کرنے کا حکم وارد ہوا ہے اس لئے مقتدی امام کے پیچھے نہ سورہ فاتحہ پڑھے نہ کوئی اور سورہ۔

اس کے برخلاف جن حضرات نے ان احادیث سے جن میں مقتدی کو قرأت نہ کرنے کا عام حکم موجود ہے اس عام حکم میں سورہ فاتحہ کو شامل نہ کر کے صرف ضم سورہ نہ پڑھنے سے خاص کیا ہے، یہ تخصیص بلا مخصص ہے، حدیث کے عام حکم کو بغیر کسی سبب کے خاص کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی،

جبکہ اور احادیث میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا حکم صراحت کے ساتھ موجود ہے جو ابھی اوپر نسائی، ترمذی بیہقی اور طحاوی وغیرہم کے حوالہ سے گذر چکی ہیں۔

(یہ مضمون فتح الملہم سے ماخوذ ہے۔)

ف(2): امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَائَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ" (جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے) فقہ حنبلی کی کتاب الروض الربع میں اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "وَلَاقِرَاءَةَ عَلٰى مَاْمُوْمٍ" (مقتدی پر کسی قسم کی قرأت نہیں ہے۔)(اس لئے نہ سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ ضم سورہ کرے۔)اس کا مفہوم یہ ہے کہ امام سورہ فاتحہ کو اپنے اور مقتدی کی طرف سے ادا کر لیتا ہے اس لئے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(یہ مضمون اوجز المسالک سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر پندرہویں حدیث

39/1312- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو یقیناً امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔اس حدیث کی روایت امام محمد دار قطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہیں، اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابوحنیفہ تو ابوحنیفہ ہی ہیں ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ کوفی نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں، اور عبداللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اس طرح اس سند کی مذکور الصدر تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(علامہ عینی کی تحقیق یہاں ختم ہوئی۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر سولہویں حدیث

40/1313- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔ (اب مقتدی کو نہ سورہ فاتحہ کی قرأت کی ضرورت ہے نہ کسی اور سورت کی۔) (اس کی روایت ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے الاوسط میں کی ہے۔)

41/1314- اور دار قطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

42/1315- اور طحاوی اور امام احمد نے بھی جابر رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کی ہے۔

43/1316- اور احمد بن منیع نے اپنی مسند میں جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور امام ابن الہمام نے کہا ہے کہ امام احمد بن منیع کی اس حدیث کی سند مسلم کی شرط کے موافق ہے اس لئے یہ حدیث مسلم کی حدیثوں کی طرح صحیح ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر سترہویں حدیث

44/1317- عبداللہ بن شداد بن اُلہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ (ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر پڑھائی عبداللہ بن شداد کہتے ہیں ایک شخص نے (باوجود مقتدی ہونے کے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی تو اس شخص کے بازو والے نے اس کو انگلی سے ٹوچا دیا، جب نماز پڑھ لی تو اس شخص نے کہا کہ آپ نے مجھے نماز میں کیوں ٹوچا دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے امام تھے تو میں نے بُرا سمجھا کہ آپ (مقتدی ہوکر) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز میں قرأت کریں، اس گفتگو کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور فرمایا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔

(اس کی روایت امام محمد اور دار قطنی نے کی ہے اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں اس حدیث شریف کے بیان میں کہا ہے کہ اس کی

روایت صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کی ہے جن کے نام یہ ہیں، جابر بن عبداللہ ابن عمر، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، ابن عباس اورانس بن مالک رضی اللہ عنہم ۔

علاوہ ازیں امام حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کتاب کشف الاسرار میں یہ روایت لکھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں دس جلیل القدر صحابہ مقتدی کے لئے بڑی شدت سے قرأت خلف الامام کی ممانعت فرماتے تھے ان کے نام یہ ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، سعید بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ۔

اس بارے میں علامہ عابد سندی مدنی رحمہ اللہ نے شرح مسند امام اعظم رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت مذکورہ دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوچکی ہے جن کا رد کسی صحابی نے نہیں کیا، حالانکہ اس وقت صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد موجود تھی اور اس کثرت کے باوجود کسی صحابی کا ان دس صحابہ پر رد نہ کرنا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیگر صحابہ کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر سکوت حقیقت میں تمام صحابہ کرام کا اجماعِ سکوتی ہے جو شرعاً لائق حجت ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر اٹھارہویں حدیث

45/1318- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اسی کی قرأت ہے۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

ف(1): حدیث مذکور سے یہ ثابت ہوگیا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے، اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ مقتدی قرأت نہیں کررہا ہے بلکہ مقتدی بھی قرأت کررہا ہے اس لئے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا اس طرح جب مقتدی کا قرأت کرنا شرعاً ثابت ہوگیا تو پھر مقتدی امام کی قرأت کے علاوہ خود بھی قرأت کرے تو اس سے ایک نماز میں دو قرأتیں

ثابت ہوجائیں گی جوشرعاً ناجائز ہے۔اس کوامام ابن الہمام رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔

ف(2): مذکورہ حدیث میں جوذکر ہے کہ"امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے اس کے متعلق ہمارے علماء نے کہا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت کا بدل اور قائم مقام ہے، اگر مقتدی امام کے پیچھے خودبھی قرأت کرے تو مقتدی کی قرأت جواصل ہے وہ اورامام کی قرأت جومقتدی کی قرأت کے قائم مقام ہے دونوں کا جمع کرنا لازم آئے گا جو جائز نہیں ہے، جیسا کہ وضوء اور تیمّم دونوں کا ایک ساتھ جمع کرنا ناجائز ہے اس لئے کہ وضوء اصل ہے اور تیمّم اس کا قائم مقام۔(ابن الہمام۔)

مقتدی کےقرأت خلف الامام نہ کرنے کےثبوت پر انیسویں حدیث

46/1319- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ امام تو قرأت کرتا ہی ہے (پھر مقتدی کو قرأت کی کیا ضرورت ہے)۔(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کےقرأت خلف الامام نہ کرنے کےثبوت پر بیسویں حدیث

47/1320- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے ممانعت فرمائی ہے۔(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔

48/1321- اورعبدالرزاق نے بھی اس کی روایت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

49/1322- اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت اس طرح آئی ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے (نماز میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کی تو ان کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت خلف الامام سے منع فرمایا۔

50/1323- اورعبدالرزاق کی روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما (مقتدی کو) قرأت خلف الامام سے منع فرمایا کرتے تھے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر اکیسویں حدیث

51/1324- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں (نماز میں) امام کے پیچھے قرأت کیا کروں یا خاموش رہا کروں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں (قرأت مت کیا کرو) بلکہ خاموش رہا کرو، یہی تم کو کافی ہے۔(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۲ویں حدیث

52/1325- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام کی قرأت تمہارے لئے کافی ہے (جبکہ تم اس کی اقتداء کررہے ہو) خواہ امام آہستہ قرأت کررہا ہو یا جہر سے۔(اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۳ویں حدیث

53/1326- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ مقتدی امام کے ساتھ قرأت کرے یا نہ کرے؟ تو زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مقتدی کو کسی نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) امام کے ساتھ قرأت نہ کرنی چاہئے۔(خواہ سورہ فاتحہ ہو یا ضم سورہ۔)(اس کی روایت مسلم نے باب سجود التلاوۃ میں کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۴ویں حدیث

54/1327- عبید اللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے قرأت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا تو ان تینوں صحابہ نے فرمایا کہ کسی نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) قرأت خلف الامام مت کیا کرو۔(اس کی

روایت طحاوی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۵ ویں حدیث

55/1328- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ (مقتدی) امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرے۔(نہ جہری نماز میں نہ سرّی نماز میں۔)

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۶ ویں حدیث

56/1329- عبداللہ بن مقسم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ (مقتدی جہری نمازوں میں تو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا ہے تو کیا وہ) ظہر اور عصر کی (سرّی نمازوں میں بھی قرأت نہ کرے تو جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں مقتدی اِن سرّی نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔)

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۷ ویں حدیث

57/1330- مختار بن عبداللہ بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے تو اس نے اقتداء کا حق ادا نہ کیا۔(اس کی روایت طحاوی،ابن ابی شیبہ،عبدالرزاق اور دارقطنی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۸ ویں حدیث

58/1331- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جو مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے تو اس نے اقتداء کے اصل مقصد کو کھودیا۔

(اس کی روایت عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۲۹ویں حدیث

59/1332- ابوحمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ جب میں نماز میں امام کے پیچھے رہوں تو کیا میں بھی (امام کے ساتھ) قرأت کیا کروں؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نہیں۔ (جب تم نماز میں امام کے پیچھے ہوتو قرأت مت کیا کرو۔) (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

60/1333- اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ہم سے (نماز میں) امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا عہد لیا ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۰ویں حدیث

61/1334- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب کبھی ان سے دریافت کیا جاتا کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت کیا کرے تو آپ جواب دیا کرتے کہ تم میں سے جو کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھا کرے تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (اس کو قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے،) اور خود ابن عمر کا بھی یہی عملدرآمد تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے متعلق کسی قسم کا اعتراض نہیں ہے اور امام طحاوی نے بھی اس حدیث کی اسی طرح روایت کی ہے اور امام مالک نے بھی اس کی روایت کی ہے، اور امام مالک نے اس حدیث کی جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ ہے ”وَاِذَا صَلَّى وَحْدَهُ فَلْيَقْرَءْ“ یعنی مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے ہاں اگر وہ مسبوق ہوتو مابقی نماز میں قرأت کیا کرے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قرأت خلف الامام نہیں کرتے تھے اور آپ

کی شان یہ ہے کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا کرتے تھے اور اپنے زمانہ میں اسی وجہ سے اتباعِ سنت میں سب سے زیادہ مشہور تھے اس لئے آپ کا قرأت خلف الامام نہ کرنا عینِ سنت ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۱ ویں حدیث

62/1335- نافع رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے۔ (اس کو خود قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے)۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس حدیث کی سند ایسی جید ہے کہ جس میں کسی کو کلام اور اعتراض نہیں۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۲ ویں حدیث

63/1336- انس بن سیرین رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو امام کی قرأت کافی ہے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔

64/1337- اور دار قطنی نے بھی امام احمد بن حنبل سے اسی طرح روایت کی ہے اور اس کی سند کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۳ ویں حدیث

65/1338- ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت خلف الامام کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا چپ رہو (کیا فضول سوال کررہے ہو) نماز میں (اللہ تعالٰی کے راز و نیاز کی وجہ سے مقتدی کو ایک خاص) مشغولیت رہتی ہے (تم

اس کو باقی رکھو، رہی قرأت تو) امام کی قرأت تمہاری لئے کافی ہے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس کی سند جید ہے جس کے متعلق کوئی کلام نہیں ہے اور امام طحاوی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۴ ویں حدیث

66/1339- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ پہلا شخص جس نے (خلاف رواج) قرأت خلف الامام کی ابتداء کی تھی وہ (نئی ایجاد کرنے سے) متہم ہوا تھا (اس لئے کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے دور میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کا رواج ہو چکا تھا۔) (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۵ ویں حدیث

67/1340- علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے منہ میں انگارا (یعنی آگ کا ڈلہ) رکھ لینا قرأت خلف الامام کرنے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

ف: امام جصاص رازی رحمہ اللہ کی احکام القرآن میں قرأت خلف الامام کرنے والے کے متعلق تحدیداً منقول ہے ''اچھا ہے کہ اس کے دانت توڑ دیئے جائیں'' اور امام بلخی رحمہ اللہ نے بھی قرأت خلف الامام کرنے والے کے متعلق تحدیداً کہا یہ کہ ''مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے منہ کو مٹی سے بھر دیا جائے''۔

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۶ ویں حدیث

68/1341- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ بات پسند آئی ہے کہ جو قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ میں انگارا ہو۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے، اس حدیث کی سند میں کوئی کلام نہیں ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۷ ویں حدیث

69/1342- محمد بن عجلان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ہوتا کہ قرأت خلف الامام کرنے والے کے منہ میں پتھر پڑ جاتے۔

(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے اور اس حدیث کی سند جید ہے جس کے متعلق کوئی کلام نہیں اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۸ ویں حدیث

70/1343- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ قرأت خلف الامام کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جاتا۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۳۹ ویں حدیث

71/1344- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص قرأت خلف الامام کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے۔)

مقتدی کے قرأت خلف الامام نہ کرنے کے ثبوت پر ۴۰ ویں حدیث

72/1345- عمرو بن محمد بن زید رضی اللہ عنہ، موسیٰ ابن سعد بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ بن سعد نے اپنے دادا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے قرأت خلف الامام کی ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (اس کی روایت امام محمد نے کی ہے)۔

73/1346- اور عبدالرزاق نے بھی اسی کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی ہے۔

ف: واضح رہے کہ مذکورہ بالا حدیثوں میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرأت خلف الامام

کرنے والے کے بارے میں مختلف تحدیدیں مذکور ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ قرأت خلف الامام کرنے والے کے منہ میں پتھر ہو، دوسری حدیث میں یوں مذکور ہے کہ ایسے شخص کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے، ایک اور حدیث یہ ہے کہ منہ میں انگارا رکھ لینا قرأت خلف الامام کرنے سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان احادیث میں قرأت خلف الامام کرنے والے پر جو تحدیدیں مذکور ہیں، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت خلف الامام نہ کرنے کے بارے میں صحابہ کرام کا اجماع ہو چکا تھا صحابہ کرام کے اس اجماع پر صدر کی وہ تمام حدیثیں مؤید ہیں جن میں قرأت خلف الامام نہ کرنے کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

علاوہ ازیں اس بارے میں نقلی دلیلوں کے سوا امام طحاوی رحمہ اللہ کی عقلی دلیل بھی گذر چکی ہے جس میں قیاس کے ذریعہ قرأت خلف الامام نہ کرنے کو ثابت کیا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے سورۂ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کا ثبوت

پہلی حدیث

74/1347-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما الحمد للہ رب العالمین سے نماز شروع فرمایا کرتے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے سورۂ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کا ثبوت پر

دوسری حدیث

75/1348-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب پہلی رکعت کے اخیر سجدہ سے) دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو الحمد للہ رب العالمین سے دوسری رکعت شروع فرماتے اور سکوت نہیں فرماتے تھے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے سورۂ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر

تیسری حدیث

76/1349-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان سورہ فاتحہ کے دو حصہ کردیئے ہیں اور جو کچھ میرا بندہ سوال کرے وہ اس کو دیا جائے گا، پس جب بندہ (1) اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ o (ہرطرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندہ (2) ''اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم'' (جو نہایت رحم والا مہربان ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی اور جب بندہ (3) مَالِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ o (جو روز جزاء کا حاکم ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی اور جب بندہ (4) ''اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡن'' (اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے (کہ وہ میری عبادت کرتے ہوئے مجھ سے مدد مانگ رہا ہے) اور جو کچھ میرا بند سوال کرے وہ اس کو دیا جائے گا، اور جب بندہ (5) ''اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ، صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ (6) غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ (7) وَلَا الضَّآلِّيۡن ۔ (ہم کو دین کا سیدھا راستہ دکھا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا، نہ ان کا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کا) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے کی دعاء ہے جس کو وہ اپنے لئے کررہا ہے اور میں اپنے بندہ کو جو وہ مانگے دوں گا۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: علامہ حلبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کے دو

حصے کئے ہیں پہلا حصہ جو' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ o کی تین آیتوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مختص کر رکھا ہے اور دوسرا حصہ جو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ o غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ o کے تین آیتوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ سے مخصوص فرمایا اور "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کو ان دونوں حصوں کی درمیانی آیت قرار دیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندہ کے درمیان مشترک رکھا۔

اس طرح سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہوئیں۔

علامہ حلبی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے ثابت کیا کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ "سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا پہلا حصہ جو تین آیتوں پر مشتمل ہے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرمایا " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سے شروع نہیں فرمایا۔اس سے ثابت ہوا کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"ورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اگر " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سورۂ فاتحہ کا جزء ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ فاتحہ کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع فرمانے کی بجائے " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سے شروع فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایسا نہیں کیا تو صراحت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے۔

تفصیل مذکورہ سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے تو لازمی طور پر یہ بھی ثابت ہوگیا کہ' بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ' دوسری سورتوں کا بھی جزء نہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"سورۂ فاتحہ اور دوسری سورتوں کا جزء نہ ہونے کے بارے میں صرف دو ہی مذہب ہیں۔ایک مذہب یہ ہے کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سورۂ فاتحہ اور دیگر تمام سورتوں کا جزء ہے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ' سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے اور اسی طرح دوسری سورتوں کا بھی جزء نہیں۔

ان دو مذہبوں کے سوا تیسرا مذہب کسی نے اس طرح اختیار نہیں کیا کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"سورۂ فاتحہ کا تو جزء نہ ہو اور دوسری سورتوں کا جزء ہو۔

صدر کی حدیث اور دلائل مذکورہ سے جن کو علامہ حلبی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "سورہ فاتحہ کا جزء نہیں تو لازماً یہ بھی ثابت ہوگیا کہ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " کسی اور سورت کا بھی جزء نہیں اور یہی مذہب حنفی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صدر کی حدیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں اور یہ حدیث " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے پر ایسی واضح دلیل ہے کہ جس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہوسکتی، علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے پر اس حدیث سے زیادہ بہتر اور واضح دلیل مجھے نہیں ملی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

77/1350-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر فاروق وحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے بھی نمازیں ادا کی ہیں۔ لیکن میں نے نہیں سنا کہ ان حضرات میں سے کسی نے (نماز میں) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (جہر سے) پڑھی ہو۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

78/1351-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی تو حضور علیہ السلام کو (سورہ فاتحہ کے پہلے نماز میں جہر سے) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے نہیں سنا اور ہم کو حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی نماز پڑھائی ہم نے ان دونوں حضرات سے بھی (نماز میں جہر سے) "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ سورۂ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھا جاتا تھا

79/1352- عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرے والد عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے مجھے نماز میں ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ '' و بلند آواز سے پڑھتے ہوئے سنا تو کہا بیٹا یہ تو بدعت ہے، اور بدعت سے بچو، پھر کہا کہ میں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو بدعت سے عداوت ونفرت کرتے ہوئے نہیں دیکھا انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی مگر کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم (بلند آواز سے) کہتے ہوئے نہیں سنا اس لئے تم کو بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم آواز سے نہ کہنی چاہئے جب تم نماز پڑھو تو ''اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ'' کہو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس کی روایت کی ہے اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حدیث حسن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر صحابہ اور ان کے بعد اکثر تابعین کا بھی یہی عمل رہا ہے اور امام سفیان ثوری، امام ابن مبارک، امام احمد اور امام اسحٰق رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، ان سب کا بھی یہی قول ہے کہ ''بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ '' جہر سے نہ پڑھی جائے بلکہ آہستہ پڑھنی چاہئے۔

(ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر دوسری حدیث

80/1353-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر تیسری حدیث

81/1354-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے میں نے نہیں سنا کہ ان حضرات میں سے کسی نے بھی (نماز میں) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ آواز سے پڑھی ہو۔

(اس کی روایت امام احمد اور نسائی نے ایسی سند سے کی ہے جو صحیح کی شرط کے موافق ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر چوتھی حدیث

82/1355-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی ہے، یہ سب حضرات (نماز میں سورہ فاتحہ کے پہلے) "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" آہستہ پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورۂ فاتحہ کا جزء نہ ہونے کی وجہ سے نماز میں بسم اللہ کے آہستہ پڑھے جانے پر پانچویں حدیث

83/1356-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ آہستہ پڑھا کرتے تھے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ (نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے) آہستہ ہی پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔)

ف: ان احادیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ آہستہ پڑھتے تھے اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنا چاہئے اور دوسرے یہ کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے، اگر بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورۂ فاتحہ کا جزء ہوتا تو اس کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ کی طرح جہر سے پڑھتے، سورۂ فاتحہ کو جہر سے پڑھنا اور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کو آہستہ پڑھنا یہ خود اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے۔

نماز میں قرأت سے پہلے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡم پڑھنے کا ثبوت

84/1357-جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) قرأت شروع کرنے سے پہلے اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡم (آہستہ) کہا کرتے تھے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

نماز میں اَعُوۡذُ، بِسۡمِ اللّٰه اور آمین آہستہ کہنے کا ثبوت

85/1358-ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ جہر سے نہیں پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بھی جہر سے نہیں پڑھتے اور نہ تو آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔ (اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز میں اَعُوْذُ، بِسْمِ اللّٰہ اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ آہستہ کہنے کا ثبوت

86/1359-ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (نماز میں) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ آہستہ پڑھتے تھے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور ربنا لک الحمد بھی آہستہ پڑھتے تھے۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

نماز میں ثناء، اعوذ باللہ، بسم اللہ اور آمین کے آہستہ کہنے کا ثبوت

87/1360-ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ (نماز میں) چار چیزیں امام کو آہستہ کہنی چاہئے ایک " سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَااِلٰہَ غَیْرُکَ "

دوسرے " اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم "

تیسرے " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم "

اور چوتھے " آمین "۔اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔

88/1361-اور عبدالرزاق اور ابو معمر نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم " آہستہ پڑھا کرتے تھے جہر سے نہیں پڑھتے تھے، اس سے ثابت ہوا کہ " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم " نہ تو سورہ فاتحہ کا اور نہ قرآن کے کسی سورہ کا ابتدائی جزء ہے اگر " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم " سورہ فاتحہ یا قرآن کے کسی سورت کا ابتدائی جزء ہوتا تو اس کو بھی قرآن کی اور آیتوں کی طرح ضرور جہر سے پڑھا کرتے۔

سورۂ نمل میں جو" بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" مذکور ہے اس کو اس وجہ سے جہر سے پڑھا جاتا ہے کہ وہ دیگر آیتوں کی طرح اس سورہ میں قرآن کا جزء ہے، علاوہ ازیں نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے ثناء اور تعوذ کو اسی وجہ سے آہستہ پڑھا جاتا ہے کہ یہ دونوں قرآن کے جزء نہیں ہیں، اس طرح جب "بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" کا آہستہ پڑھا جانا حدیثوں سے ثابت ہوا تو معلوم ہو گیا کہ" بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ" بھی ثناء اور تعوذ کی طرح قرآن کا جزء نہیں ہے۔

نماز میں آمین کہنے کی فضیلت

89/1362- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم بھی آمین کہو (امام کے آمین کہنے کا ارادہ "ولا الضّآلّین " کہنے سے ظاہر ہوتا ہے) کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ ساتھ ہوگی تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کئے جائیں گے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

90/1363- ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب امام "غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡھِمۡ وَلَاالضَّآلِّیۡنَ" کہے اور (آمین کہنے کا ارادہ کرے) تو تم بھی آمین کہو، کیوں کہ جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ساتھ ہو تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کئے جائیں گے۔

یہ امام بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت کے الفاظ بھی قریب قریب اسی کے ہیں۔

91/1364- اور بخاری کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ جب قاری (وَلَاالضَّآلِّیۡنَ کہہ کر) آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم بھی آمین کہو، کیوں کہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، اس لئے جس شخص کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کہنے کے ساتھ ساتھ ہو تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ف: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ امام کے " وَلَاالضَّآلِّيْنَ " کہنے کے بعد مقتدی آمین کہے چونکہ امام کے آمین کہنے کا وقت بھی یہی ہے، اس لئے امام اور مقتدی کی آمین ساتھ ساتھ ہوگی۔

اس حدیث میں امام کے " وَلَاالضَّآلِّيْنَ " کہنے کے بعد مقتدی کو آمین کہنے کا جو حکم ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام بھی آہستہ آمین کہہ رہا ہے اگر امام کا جہر سے آمین کہنا مشروع ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کے آمین کہنے کو امام کے " وَلَاالضَّآلِّيْنَ " کہنے سے متعلق نہ کر کے امام کے آمین کہنے سے متعلق فرماتے۔

اس حدیث کی پہلی روایت کے الفاظ "اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا" سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کے آمین کہنے پر آمین کہے۔ مگر حقیقت میں اس کے یہ معنے نہیں ہیں اگر، "اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا" کے یہ معنے لئے جائیں تو اس حدیث کی پہلی روایت اور اسی کی دوسری روایت جس کے الفاظ یہ ہیں: "اِذَا قَالَ الْاِمَامُ " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْن" فَقُوْلُوْا :" آمِيْن". (جب امام "وَلَاالضَّالِّيْن" کہے تو تم آمین کہو) میں تضاد واقع ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلی روایت میں یہ ہے کہ مقتدی اس وقت آمین کہے جب امام آمین کہے اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ مقتدی اس وقت آمین کہے جب امام " وَلَاالضَّآلِّيْنَ " کہہ لے۔

ان دونوں روایتوں کے تضاد کو دور کرنے کے لئے جمہور نے یوں تطبیق دی ہے کہ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْن" والی حدیث کے معنے کو حقیقت پر محمول کیا ہے اور" اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ " والی حدیث کے معنی کو مجاز پر، اس طرح کہ پہلی روایت "اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا" کے معنی مجازی اس طور پر یہ لئے گئے ہیں کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم آمین کہو، اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے آیت "اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ" کے مجازی معنے (جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو) لئے گئے ہیں۔

اور دوسری حدیث: "اِذَا قَالَ الْاِمَامُ " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّالِّيْن" فَقُوْلُوْا: " آمِيْن" کے معنی حقیقی یہ لئے گئے ہیں کہ امام جب " وَلَاالضَّآلِّيْنَ " کہہ کر آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم "آمین" کہو اب تضاد باقی نہ رہا اور دونوں روایتوں کے ایک ہی معنی ہوئے اسی بناء پر ہم نے صدر میں "اَذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا" والی حدیث کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم

آمین کہوتا کہ دوسری روایت سے اس کا تطابق ہو جائے۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں ''اِذَا اَمَّنَ'' والی حدیث کے یہی معنے مجازی لئے ہیں۔

(یہ پورا مضمون ''تعلیق اعلاء السنن'' سے ماخوذ ہے۔)

مقتدی کا ہر عمل امام کے ہر عمل کے بعد ہونے کا ثبوت

92/1365- ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تمہارا ارادہ نماز کا ہو تو تم اول اپنی صفیں سیدھی کرلو، پھر تم میں سے کوئی امام بن جائے، جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو، اور جب امام ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِیْنَ'' کہے (اور آمین کہنے کا ارادہ کرے) تو تم بھی آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری دعاء کو قبول فرمائے گا جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جاؤ مگر امام تم سے پہلے رکوع میں جائے اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے اس طرح تمہارے اور امام کے رکوع کی مقدار برابر ہو جائے گی اور یہ بھی فرمایا کہ امام جب ''سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه'' کہے تو تم ''اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد'' کہو اللہ تعالیٰ تمہاری حمد سنے گا۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کا ثبوت

93/1366- شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِیْنَ'' کے بعد آمین آہستہ فرمایا۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے اور اس کے بعد کی حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ کہی جائے یہ نقلی دلائل ہیں، عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ آمین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہیئے۔

آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جزء نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جزء ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے ہیں اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جزء نہیں ہیں اور جو قرآن کا جزء نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہیئے۔

(یہ مضمون مرقات، بنایہ اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

94/1367- علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِيْن'' پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آمین کہی۔

(اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور یہ کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق صحیح ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر تیسری حدیث

95/1368- علقمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد وائل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِيْن'' پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آمین کہی۔

(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد، طیالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے کی ہے۔)

نماز میں آمین آہستہ کہنے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

96/1369- ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور سورہ فاتحہ کے بعد) آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے۔ (اس کی روایت طبرانی نے تہذیب الآثار میں کی ہے۔)

آمین کہنے کی فضیلت

97/1370-ابوزہیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کو چل کر ایسے شخص کے پاس پہنچے جو نہایت عاجزی سے دعاء مانگ رہا تھا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس کی دعاء سنتے رہے) پھر آپ نے ارشاد فرمایا اگر اس نے اپنی دعاء پر مہر کر دی ہو تو اس نے اپنی دعاء قبول کروالی، لوگوں میں سے ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعاء پر کس طرح مہر کرنی چاہئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ آمین کہہ کر۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

فرائض میں دوسری رکعت پہلی کی بہ نسبت چھوٹی ہونے کا بیان

98/1371-ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ اور ایک ایک سورہ پڑھا کرتے، اور اخیر کی دو رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور کبھی ہم کو (تعلیم امت کے لئے) کوئی آیت بلند آواز سے پڑھ کر سنا دیا کرتے، اور پہلی رکعت میں طویل قرأت کرتے تھے اور دوسری رکعت مختصر اور اسی طرح عصر اور فجر کی فرض نمازوں میں پہلی رکعت میں طویل قرأت کے ساتھ اور دوسری رکعت مختصر قرأت کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے واجب نہیں ہے

99/1372- علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب

مقتدی ہوتے تو نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام کیا کرتے اور نہ تو سری نماز میں، نہ تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرتے اور نہ تو آخری دو رکعتوں میں اور جب تنہا فرض نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سے ہر ایک میں سورہ فاتحہ پڑھتے اور ضم سورہ کرتے اور آخری دو رکعتوں میں سے کسی رکعت میں کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے۔(اس کی روایت امام محمد نے کی ہے۔)

فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا افضل ہے واجب نہیں اس پر دوسری حدیث

100/1373- حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت کیا کرو، جب کہ (امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہے ہو) اور آخری دو رکعتوں میں سبحان اللہ کہا کرو۔

(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

ف: احادیث مذکورہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام اور تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے چار رکعت والی فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں اور تین رکعت والی فرض کی نماز میں تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بجائے سبحان اللہ پڑھے یا کچھ پڑھے بغیر خاموش رہے تو یہ کافی ہے مگر افضل یہ ہے کہ ان میں سورۂ فاتحہ پڑھے اور یہ کافی ہونا اور افضل ہونا مذہب حنفی ہے، امام ثوری، امام اوزاعی اور حضرت ابراہیم نخعی اور عراق کے علماءِ سلف کا بھی یہی قول ہے۔(یہ ''التعلیق الممجد'' اور ''عمدۃ الرعایۃ'' سے ماخوذ ہے۔)

نمازِ فجر میں طِوالِ مفصل پڑھنے کا بیان

101/1374- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ فجر کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی اور عبدالرزاق نے کی ہے اور بیہقی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی تمام سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں، ان میں سورۂ بروج شامل نہیں ہے۔(شرح وقایہ ملتقی)۔

نمازِ فجر میں طِوالِ مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث

102/1375- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی فرض نماز میں سورہ" قٓ و القرآن المجید "یا اس کے برابر قرآن کا کوئی حصہ پڑھا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی چار نمازوں کو نماز فجر کی طرح طویل قرأت سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ نماز فجر کی قرأت کی بہ نسبت مختصر قرأت کیا کرتے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ نماز ظہر کے فرض کی قرأت میں ہمارے فقہاء احناف کے دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ظہر کی قرأت عصر کی قرأت کی طرح اوساط مفصل سے ہو، منیۃ المصلی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اس قول کی تائید صدر کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس کے راوی جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ظہر کے فرض کی قرأت فجر کے فرض کی طرح طوال مفصل سے ہو، فقہ کے اکثر متون اور درمختار اور ردالمحتار نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فتویٰ بھی اسی قول پر ہے، علامہ عینی اور امام ابن الہمام رحمہما اللہ بھی اسی کے قائل ہیں، اس قول کی تائید آگے آنے والی حدیث سے ہوتی ہے جس کو مسلم اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(یہ ردالمحتار سے ماخوذ ہے۔)

نمازِ فجر میں طِوالِ مفصل پڑھنے کے بیان پر تیسری حدیث

103/1376- عمرو بن حُریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی فرض نماز میں" وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ "پڑھ رہے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

جمعہ کے دن نمازِ فجر میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

104/1377- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر کے فرض کی پہلی رکعت میں اکثر الٓمّ تنزیل (سورۂ سجدہ) اور دوسری رکعت میں ''هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ'' پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ ''الٓمّ سجدہ'' اور سورہ الدھر پڑھا کرتے تھے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس بارے میں ''محیط'' کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ان دو سورتوں کے سوا بعض اوقات دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے، تاکہ ناواقف ان سورتوں کو ہمیشہ پڑھنے سے یہ گمان نہ کرے کہ جمعہ کے دن نماز فجر میں ان دو سورتوں کے سوا اور سورتوں کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔

نماز ظہر میں طوالِ مفصل پڑھنے کا بیان

105/1378- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کے فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں تیس آیات کے برابر پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

106/1379- اور ترمذی کی ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نمازِ ظہر میں ''الٓمّ تنزیل'' (سجدہ) کے برابر قرأت فرمائے ہیں۔

نماز عصر میں اوساط مفصل پڑھنے کا بیان

107/1380- جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر میں ''وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ'' اور ''وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ'' اور ان جیسی دوسری سورتیں جو طوالت میں ان دونوں کے برابر ہوتی ہیں پڑھا کرتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے کی ہے)۔

ف: یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اوساط مفصل پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عمدۃ الرعایۃ اور عنایۃ میں مذکور ہے اوساط مفصل سے مراد ''سورہ بروج '' سے'' سورہ لم یکن'' تک کی تمام سورتیں ہیں اور ان میں '' لم یکن '' شامل نہیں ہے۔(ملتقی، شرح وقایہ)۔

نماز مغرب میں قِصار مفصل پڑھنے کا بیان

108/1381- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نمازِ مغرب میں قصار مفصل پڑھا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی اور عبدالرزاق نے کی ہے، اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف:'' سورہ لم یکن '' سے'' سورہ ناس ''تک تمام سورتیں قصار مفصل کہلاتی ہیں اور ان میں ''سورہ ناس '' بھی داخل ہے۔(شرح وقایہ، وملتقی)۔

نمازِ مغرب میں قصارِ مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث

109/1382- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نماز مغرب میں قصار مفصل پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جمعہ کی شب نماز مغرب میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

110/1383- جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب جمعہ نماز مغرب میں اکثر ''قُلْ یَآاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور '' قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد'' '' پڑھا کرتے تھے۔(اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔)

111/1384- اور اسی طرح کی روایت ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کی ہے، جس میں ''لیلۃ الجمعۃ'' ''شبِ جمعہ'' کا ذکر نہیں ہے۔

نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنے کا بیان

112/1385- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کولکھا کہ نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھا کرو۔

(اس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے)۔

نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنے کے بیان پر دوسری حدیث

113/1386- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نماز عشاء میں اوساط مفصل کی چند سورتیں مخصوص فرمالئے تھے اور انہی میں سے ہمیشہ پڑھا کرتے تھے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نمازِ عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنے کے بیان پر تیسری حدیث

114/1387- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ عشاء کی ایک رکعت میں والتیـن والزیتون پڑھتے ہوئے سنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوش آواز نہیں پایا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

پانچوں نمازوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

115/1388- سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے فلاں صاحب (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے سوا کسی اور کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو، سلیمانؒ کہتے ہیں کہ (یہ سنکر) میں (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی خدمت میں پہنچا اور آپ کے پیچھے

نمازیں پڑھیں، میں نے دیکھا کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نماز ظہر کی پہلی دو رکعتیں طویل قرأت (طوالِ مفصل سے) ادا فرماتے تھے اور آخری دو رکعتیں مختصر قرأت (یعنی سورۂ فاتحہ سے) ادا فرماتے اور عصر کی نمازِ ظہر کی بہ نسبت مختصر قرأت (یعنی اوساطِ مفصل سے) ادا فرماتے تھے، اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل کی سورتیں پڑھتے تھے اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل کی سورتیں پڑھتے اور صبح کی نماز میں طوال مفصل کی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

فرض نمازوں میں تینوں طوالوں کے ہر سورت کا پڑھنا مسنون ہے

116/1389- عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل اور قصار مفصل کے ہر چھوٹے اور بڑے سورہ سے فرض نمازوں میں لوگوں کی امامت کرتے ہوئے پایا۔ (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

نمازِ جمعہ میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے ان کا بیان

117/1390- عبیداللہ بن ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مروان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین بنا کر مکہ معظّمہ روانہ ہوا تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز جمعہ پڑھائی آپ نے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں سورہ "اِذَا جَآئَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ" پڑھی، نماز کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دونوں سورتیں نماز جمعہ میں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عیدین اور جمعہ میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے،ان کا بیان

118/1391- نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ میں ''سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی'' اور ''هَلْ اَتٰئکَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَة'' پڑھا کرتے تھے۔نعمان کہتے ہیں اگر عید اور جمعہ ایک ہی دن میں دونوں جمع ہو جاتے تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

عیدین میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے،ان کا بیان

119/1392-عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کیا پڑھتے تھے؟ تو ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو عید کی نمازوں میں قٓ والقرآن المجيد اور اقتربت الساعة پڑھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر کی سنتوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے،ان کا بیان

120/1393- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتِ فجر کی پہلی رکعت میں قُلْ يَآاَيُّهَا الْكَافِرُوْن اور دوسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھی ہے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر کی سنتوں میں جو آیتیں پڑھنا مسنون ہے،ان کا بیان

121/1394-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتِ فجر کی پہلی رکعت میں سورہ بقرہ پ1ع16 کی یہ آیت) پڑھتے تھے،فرمایا'' قُوْلُوْٓا

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ .

(مسلمانو! تم یہود و نصاریٰ کو یہ) جواب دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور (قرآن پر) جو ہم پر اترا (اس پر) اور (صحیفے) جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام اور حضرت یعقوب کی اولاد پر اترے (ان پر) اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو جو (کتاب) ملی اس پر اور جو (دوسرے) پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملا (اس پر) ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی ایک میں بھی (کسی طرح کی) جدائی نہیں سمجھتے اور ہم اسی (ایک خدا) کے فرماں بردار ہیں۔اور سنتِ فجر کی دوسری رکعت میں (سورہ آل عمران پ3 ع7) کی یہ آیت پڑھتے تھے،"قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ" (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو کہ اے اہل کتاب آ ؤ ایسی بات کی طرف (رجوع کرو) جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (مانی جاتی) ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو (اپنا) مالک نہ سمجھے، پھر اگر (ایسی سیدھی اور سچی بات کے ماننے سے بھی) منہ موڑیں تو (مسلمانو! ان لوگوں سے) کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فجر اور مغرب کی سنتوں میں جو سورتیں پڑھنا مسنون ہے، ان کا بیان

122/1395- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی بار نماز مغرب کے بعد کی دو سنتوں اور نماز فجر کے پہلے کی دو سنتوں میں

قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکَافِرُوْن اور قُلْ ھُوَ اللّٰہ اَحَدُ پڑھتے سنا ہے اور اتنی بار کہ شمار نہیں کرسکتا (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

123/1396-اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں فجر کی سنتوں کا ذکر ہے مغرب کی سنتوں کا ذکر نہیں ہے۔)

ف: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور اسی قسم کی دوسری احادیث کے سمجھنے کے لئے سرّ ی جہری قرأت کی تعریف سنئے:۔

صاحب ردالمختار نے امام کے نماز میں جہری قرأت کے متعلق لکھا ہے: **وادنی الجهر اسماع غيره ممن ليس بقربه كاهل الصف الاول واعلاه لاحد له** (ترجمہ: امام کے لئے جہری نماز میں جہری قرأت کی کم سے کم حد یہ ہے کہ پہلی صف والے اس کی قرأت کو سن سکیں، اگر امام اپنے اور اپنے قریب کے ہی ایک یا دو شخصوں کو قرأت سنائے تو یہ جہر نہیں ہے سمجھا جائے گا اور جہر کی اعلیٰ حد مقرر نہیں ہے۔ امام جہاں تک چاہے اپنی آواز کو سنا سکتا ہے۔ اور سری قرأت کے متعلق صاحب ردالمختار نے یہ لکھا ہے:۔

"**ادنى المخافتة اسماع نفسه او من بقربه من رجل او رجلين مثلاً** (ترجمہ: سری نماز میں امام یا منفرد کے لئے قرأت کی کم سے کم حد یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سنائیں اگر قریب کے ایک یا دو آدمی بھی اس کی سری قرأت کو سن لیں تو اس کا شمار بھی سری قرأت ہی میں ہوگا۔

صاحب ردالمختار نے خانیہ اور خلاصہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جامع صغیر میں بھی جہری اور سری قرأت کی تعریف اسی طرح مذکور ہے۔

قرأت کی اس تعریف کو پیش نظر رکھ کر صدر کی اس حدیث پر غور کیجئے:۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں مذکور ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کے بعد اور فجر کے پہلے کی دو سنتوں میں قُلْ یَآ اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدُ کثرت سے پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ سنتوں میں تو جہری قرأت نہیں ہے، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سری قرأت کو کس طرح سن لیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سرّ ی قرأت میں نمازی کی قرأت

کوقریب کے ایک دوآدمی سن لیں تو اس پر جہری قرأت کا حکم صادق نہیں آئے گا بلکہ یہ سری قرأت ہی کہلائے گی اسی وجہ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سری نمازوں کی قرأت کوسنا ہے۔

آیت ”فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ “کامسنون جواب

124/1397-جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک روز) اپنے اصحاب کے پاس تشریف فرما ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر سورہ رحمٰن کی تلاوت شروع سے آخر تک فرمائی، صحابہ قرأت کو خاموشی سے سنتے رہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے لیلۃ الجن میں جس رات جنوں سے ملاقات ہوئی اور وہ ایمان سے مشرف ہوئے) اسی سورہ رحمٰن کو جنوں کے سامنے پڑھا تو وہ جواب دینے میں تم سے اچھے رہے، جب بھی میں اللہ تعالیٰ کے اس قول پر آیا ”فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ “(اے جن وانس! تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں سے مکرتے جاؤ گے؟) تو جنات نے کہا ”لَا بِشَیءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ“ (اے پروردگار! ہم آپ کی نعمتوں میں سے کسی نعمت سے مکرتے نہیں بلکہ آپ کی سب نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے شکرادا کرتے ہیں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف(1): اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ رحمٰن کی تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ وہ جب بھی ”فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ“ پر پہنچے تو جواب میں لَا بِشَیءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ فوراً پڑھتا جائے۔

ف(2): اس حدیث میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنات نے جب سورہ رحمٰن سنا تو آیت ”فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ“ سننے کے بعد جواب میں انہوں نے لَا بِشَیءٍ مِنْ نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا اور اس کے بعد والی حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آیت ”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی“ تلاوت فرمائی تو جواب میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ پڑھے، اسی طرح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو

حدیث آگے آرہی ہے اس میں بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض آیتوں کی تلاوت کے بعد ان کا جواب دینے ارشاد فرمائے ہیں۔

ہمارے علماء احناف نے اس قسم کی تمام حدیثوں کا حکم خارج نماز تلاوت قرآن کرنے والے اور تنہا نفل نماز پڑھنے والے سے متعلق کیا ہے کہ یہ دونوں جب ایسی آیتوں پر پہنچیں تو وہ ان آیتوں کے پڑھنے کے بعد احادیث میں جو جوابات مذکور ہیں ان کو پڑھا کریں اس کے برخلاف فرض نمازوں میں امام ہو یا مقتدی دونوں کے لئے امام کے ان آیتوں کی قرأت کے وقت مذکورہ جوابات دینا جائز نہیں ہے، اور تنہا فرض نماز پڑھنے والے کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ بھی مذکورہ جوابات نہ دے اور ایسے ہی تراویح اور دوسرے نوافل جو جماعت سے پڑھے جاتے ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے کہ ان میں بھی مذکورہ جوابات کا دینا جائز نہیں۔

اسی طرح مقتدی اور امام اس قسم کی چیزوں میں بالکل برابر ہیں دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ امام یا مقتدی دونوں کے لئے ترغیب کی آیتوں کے پڑھتے وقت جنت کا سوال کرنا اور ترہیب (ڈرانے والی) آیتوں کے پڑھتے وقت دوزخ سے پناہ مانگنا اور تسبیح کی آیتوں (جن میں اللہ کی پاکی بیان کرنے کا حکم ہے) کے جواب میں سبحان اللہ کہنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سننے پر درود پڑھنا یہ سب چیزیں نماز میں جائز نہیں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام کی قرأت کو خاموشی سے سننے کے بارے میں جو آیات اور حدیثیں آئی ہیں سب مطلق ہیں اس لئے اگر مقتدی ان آیات کو سننے کے بعد مذکورہ جوابات دے تو امام کی قرأت کو خاموشی سے سننے کا جو حکم ہے اس کے خلاف ہوگا اور اسی طرح امام کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ نماز میں قرأت کے سوا غیر قرآن پڑھے، اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جماعت والی فرض اور نفل نمازوں میں ایسے جوابات کا دینا ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء احناف نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

ان دلائل کے قطع نظر نماز میں امام کا قرآن کے سوا غیر قرآن پڑھنا مقتدیوں پر دشواری کا باعث ہوگا حالانکہ امام کو مقتدیوں کے لحاظ سے ہلکی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

(یہ پورا مضمون فتح القدیر، ردالمحتار، عمدۃ الرعایۃ اور سعایۃ سے ماخوذ ہے۔)

"سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى" کا مسنون جواب

125/1398-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَى " کی تلاوت فرماتے تو اس آیت کے ختم پر سُبْحَانَ رَبِّیَ الاَعْلیٰ فرماتے تھے۔ (اس کی روایت امام احمد اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

جن آیتوں کو سن کر جواب دینا مسنون ہے ان کا بیان

126/1399- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص سورہ "وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ" کی تلاوت کرتے ہوئے "اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ" (کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے) پڑھے تو یہ کہنا چاہیئے، بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْن (کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑا حاکم ہے اور میں اس بات پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔)

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص سورہ "لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ" کی تلاوت کرتا ہوا "اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِ ۦَ الْمَوْتٰی" (کیا وہ خدا جس نے یہ سب کچھ کیا قیامت میں مُردوں کو جلا اٹھانے پر قادر نہیں ہے؟) پڑھے تو اس کے جواب میں "بَلٰی" (کیوں نہیں جلا اٹھانے پر قادر ہے) کہنا چاہیئے اور جو شخص سورہ والمُرسَلٰتِ کی تلاوت کرتا ہوا "فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ ۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ" (اس قدر وعظ ونصیحت کے بعد ایسی اور کونسی بات ہے جس سے یہ لوگ ایمان لائیں گے) پڑھے تو اس کو "آمَنَّا بِاللّٰهِ" (ہم اللہ پر ایمان لائے) کہنا چاہیئے (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے) اور ترمذی نے سورہ والتین میں

"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ" کے جواب میں قول نبوی "بَلٰی وَاَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشَّاهِدِیْنَ" تک روایت کی ہے اور ترمذی میں سورہ "قیامه" اور "الْمُرْسَلٰت" کے جوابات کا ذکر نہیں ہے۔

(13/32) بَابَ الرُّكُوْعِ

(یہ باب رکوع کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: '' فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ '' اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے (سورہ واقعہ پ 27ع 3 میں) تم اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح اور تقدیس کرتے رہو۔

وَقَوْلُهٗ: '' سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى'' اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے (سورہ الاعلیٰ پ 30 ع 1 میں) اپنے پروردگار عالی شان کی تسبیح اور تقدیس کیا کرو۔

وَقَوْلُهٗ: ''يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا '' اوراللہ تعالیٰ کاارشاد ہے (سورہ حج پ 17 ع 10 میں) اے ایمان والو (خدا کی جناب میں) رکوع کرواور سجدے کیا کرو۔

رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنے کا بیان

1/1400-انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم رکوع اور سجدہ پورا پورا ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے) کیا کرو، خدا کی قسم (رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے) جس طرح میں تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرنے کے بیان پر دوسری حدیث

2/1401-ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رکوع اور سجدے میں جلدی کرے اور ان کو اطمینان سے ادا نہ کرے تو اس کی نماز کامل نہیں ہوئی ناقص ہوئی۔ (اس لئے کہ اس نے تعدیل ارکان نہیں کیا ہے

حالانکہ تعدیل ارکان واجب ہے۔)(اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ف:اس حدیث میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "حَتــیٰ یُقِیْـمَ ظَهْـرَهٗ" کے لفظی معنی پیٹھ سیدھی کرنے کے ہیں، کوکب دری اور بذل المجھود وغیرہما نے اس سے تعدیل ارکان مراد لئے ہیں اسی لئے ہم نے اس حدیث کے ترجمہ کو عام فہم کرنے کے لئے رکوع اور سجدہ میں جلدی نہ کرنے اور ان کو اطمینان سے ادانہ کرنے کے معنے اختیار کئے ہیں اوراس سے بھی تعدیل ارکان ہی مراد ہے۔

رکوع، سجدہ، جلسہ اور قومہ اطمینان سے کرنے کا بیان

3/1402- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اور قعدہ دونوں زیادہ طویل ہوتے تھے اس لئے کہ قیام میں قرأت ہوتی تھی، اور قعدہ میں التحیات پڑھی جاتی تھی) اس کے سوا باقی رکوع اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان کا جلسہ اور رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے کا وقت یعنی قومہ یہ چاروں تقریباً برابر برابر ہوتے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص بے پروائی سے قومہ اور جلسہ کچھ ادا کیا یا نہیں ادا کیا، اطمینان سے رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہوا اور دونوں سجدوں کے درمیان میں اطمینان سے نہیں بیٹھا تو اس کی نماز ناقص ہوئی (جو قابل اعادہ ہے، اس لئے کہ قومہ اور جلسہ میں رکوع اور سجدہ کی طرح تعدیل ارکان واجب ہے قومہ اور جلسہ میں تعدیل ارکان کے وجوب کو ردالمحتار شرح وقایہ اور سعایہ نے بیان کیا ہے۔)(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قومہ اور جلسہ کو نہایت اطمینان سے ادا کرنے کا بیان

4/1403- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کے بعد "سَـمِـعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" (جو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تعریف کو سنتے

اور قبول فرمالیتے ہیں) فرما کر قومہ میں کھڑے ہوتے تو بہت دیر کھڑے رہتے، یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو رکعت ہو چکی ہے اس کو ترک فرما کر از سر نو قیام شروع فرمائے ہیں، پھر سجدہ فرماتے اور اس پہلے سجدے کے بعد (جلسہ) میں بہت دیر تک بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی ہوئی رکعت کو ترک فرما کر نماز ختم فرمارہے ہیں اب دوسرا سجدہ نہیں کریں گے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے پر وعید

5/1404- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چوروں میں بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اپنی نماز کس طرح چراتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز چرانا یہ ہے کہ (تعدیل ارکان نہ کرکے) رکوع اور سجدہ کو پورا پورا ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے ادا نہ کرے۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں نماز کے چور کو مال کے چور سے اس لئے بدتر قرار دیا گیا ہے کہ مال کا چرانے والا بسا اوقات چوری سے دنیاوی فائدہ حاصل کرلیتا ہے پھر صاحب مال سے یا درگذر کروالیتا ہے یا اگر سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو وہ عذاب اخروی سے نجات پالیتا ہے، اس کے برخلاف نماز کا چور نماز کی وجہ سے جس ثواب کا مستحق ہوسکتا تھا اس سے محروم ہوجاتا ہے بلکہ ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے اس طرح آخرت میں سوائے نقصان اور عذاب کے کچھ بھی اس کے ہاتھ نہیں آتا۔(یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر دوسری حدیث

6/1405- نعمان مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ شرابی، زانی اور چور کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے اور یہ اس وقت کی بات

ہے جب کہ حدود کی آیتیں ابھی نازل نہیں ہوئی تھیں، صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ گناہ کی باتیں ہیں اوران میں بڑی بڑی سزائیں ہیں، اور بدترین چور وہ ہے جو اپنی نماز چراتا ہو، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چرانا کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز چرانا یہ ہے کہ تعدیل ارکان نہ کرکے نماز میں رکوع اور سجدہ کو پورا پورا ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے ادانہ کرے۔

(اس کی روایت امام مالک اورامام احمد نے کی ہے اور دارمی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر تیسری حدیث

7/1406- شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص تعدیل ارکان کئے بغیر رکوع اور سجدے کو پورے پورے طور پر ٹھیر ٹھیر کر اطمینان سے ادانہیں کررہاہے، جب اس شخص نے نماز ختم کی تو حضرت حذیفہ نے اس کو بلایا اوراس سے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی شقیق کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم بغیر تعدیل ارکان کئے ہوئے اسی طرح نماز پڑھتے رہوگے (اور بغیر توبہ کئے) اسی حالت پر مرجاؤ گے تو اس دین پر نہ مروگے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا ہے۔ (اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ اطمینان سے نہ کرنے کی وعید پر چوتھی حدیث

8/1407- طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کی نماز کو قبول نہیں فرماتے جو تعدیل ارکان نہ کرکے نماز کے رکوع اور سجدہ میں جلدی کرے اوران کو اطمینان سے ادانہ کرے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدہ کے تسبیحات کا بیان اوران میں قرآن پڑھنے کی ممانعت

9/1408-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوب سن لو کہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں مجھے قرآن پڑھنے کی ممانعت ہوگئی ہے پس رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہہ کر خدا کی پاکی اوراس کی عظمت بیان کیا کرو اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ کر خوب عاجزی سے دعاء حمد وثناء کیا کرو اس لئے کہ سجدہ میں جو دعاء حمد وثناء کی جاتی ہے وہ ضرور قبول کر لی جاتی ہے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث شریف میں ارشاد ہے:''وَاَمَّا السُّجُوْدُ فَاجْتَهِدُوْا فِي الدُّعَاءِ ''سجدہ میں خوب دعاء کیا کرو، یہاں لفظ ''الدعاء'' کے معنی دعاء حمد وثنا کے کئے گئے ہیں اس لئے کہ دعاء کی دو قسمیں ہیں ایک دعاء حمد وثناء اور دوسری دعاء طلب سوال، دعاء حمد وثناء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکی اور شان عالی بیان کی جائے مثلاً ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہنا اور دعا طلب سوال یہ ہے کہ خارج نماز اپنے مقاصد اور ضرورتیں اللہ تعالیٰ سے مانگی جائیں۔(یہ مضمون اشعۃ اللمعات سے ماخوذ ہے۔)

نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات کا بیان

10/1409-ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم قرآنی ''فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ'' (تم اپنے پروردگار کی حمد وثناء کے ساتھ اس کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہوجاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو) کی تعمیل کرتے ہوئے رکوع اور سجدے میں بہت زیادہ مرتبہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

''سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ'' اے اللہ آپ پاک ہیں، اے

ہمارے پروردگار ہم آپ کی تعریف کرتے ہیں، اے اللہ میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد پڑھی جانے والی تسبیحات کے بیان پر دوسری حدیث

11/1410- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں یہ تسبیح پڑھا کرتے تھے، سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوحِ (آپ کی ذات مبارکہ پاک ہے اور آپ کے صفات عالیہ بھی پاک ہیں، آپ فرشتوں کے رب ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بھی رب ہیں۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز کسوف کے رکوع اور اس میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح کا بیان

12/1411- عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز (کسوف) پڑھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کے بعد رکوع فرمایا تو آپ نے رکوع میں: "سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظْمَۃِ" (پاک ہیں وہ جو زبردست اور سب پر غالب ہیں اور جو قادر مطلق اور سارے عالم کا انتظام کرنے والے ہیں اور آسمان و زمین میں بڑائی اور عظمت ان ہی کی ہے) کی تکرار کرتے ہوئے اتنی دیر ٹھیرے رہے جس میں سورۂ بقرہ اول سے لے کر آخر تک پڑھا جا سکتا ہو۔ (اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ہر نماز کے رکوع اور سجدے میں جو تسبیحات معیّن کئے گئے ہیں، ان کا بیان

13/1412- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب آیت "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ" (اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح و تقدیس

بیان کرتے رہو) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو اپنے رکوع کی تسبیح مقرر کرلو، اور جب آیت " سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی "(اپنے پروردگار عالیشان کی تسبیح وتقدیس کیا کرتے رہو) نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کو اپنے سجدے کو تسبیح مقرر کرلو(یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم (میرا عظمت والا پروردگار پاک ہے)اور سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (میرا عالی شان پروردگار پاک ہے) پڑھا کرو۔(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، طحاوی اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوا کہ جب یہ آیتیں "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلَی نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کو رکوع میں اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کو سجدہ میں مقرر کرلو۔

اور اس حدیث سے پہلے والی حدیثوں میں جو مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں" سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْح اور سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی '' پڑھا کرتے تھے تو اس قسم کی دعاؤں کے بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ یہ نفل نمازوں سے متعلق ہیں کہ ان کو نفل نمازوں کے رکوع اور سجدوں میں پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ حلبی کا قول ہے کہ نفل نمازوں میں اس قسم کی وسعت ہے کہ ان کے رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم " کے بعد اور سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کے بعد ان مذکورہ دعاؤں کو پڑھا جاسکتا ہے البتہ فرض نمازوں کے رکوعوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے علاوہ کوئی اور دعائیں یا تسبیحات نہ پڑھی جائیں۔

نفل نمازوں کے قومہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کا بیان

14/1413- عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اٹھتے ہوئے یہ فرماتے تھے،"سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ،مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَ مِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ" جواللہ تعالٰی

کی تعریف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تعریف کو سنتے اور قبول فرماتے ہیں،اے اللہ اے ہمارے پروردگار آپ ہی کے لئے تعریف ہے آسمانوں بھر کر اور زمین بھر کر اور ان دونوں کے سوا جو چیزیں ہیں اور جو چیزیں آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ سب بھر کر۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نفل نمازوں کے قومہ میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے بیان پر دوسری حدیث

15/1414- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر مبارک کو اٹھاتے تو یہ دعاء پڑھتے۔" اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ ،مِلْءَ السَّمٰوٰاتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَ مِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَاقَالَ الْعَبْدُ وَکُلُّنَا لَکَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَامُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَایَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ" اے اللہ اے ہمارے پروردگار آپ ہی کے لئے تعریف ہے آسمانوں بھر کر اور زمین بھر کر اور ان دونوں کے سوا جو چیزیں ہیں اور جو چیزیں آپ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ سب بھر کر،اے وہ مبارک ذات جو تعریف اور عظمت کے لائق ہے آپ ہی اس تعریف سے بڑھ کر تعریف کے مستحق ہیں،جس کو ایک بندہ کرسکتا ہے اور ہم سب آپ ہی کے بندے ہیں،اے اللہ جس چیز کو آپ دینا چاہیں اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو آپ روکنا چاہیں اس کا کوئی دینے والا نہیں،اگر آپ کسی کو عذاب دینا چاہیں تو اس کا مال اور دولت اور سب اس کو آپ کے عذاب سے نہیں بچاسکتے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت "اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد" کے سوا جن دعاؤں کا ذکر ہے یہ اور اس قسم کی دعاؤں کے بارے میں درمختار میں لکھا ہے کہ ایسی دعائیں نفل نمازوں میں پڑھی جاسکتی ہیں،اس لئے کہ نوافل میں اس طرح کی گنجائش ہے۔

قومہ میں امام اور مقتدی کے لئے جو دعائیں مقرر کی گئی ہیں، ان کی فضیلت

16/1415- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ امام جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہو، کیوں کہ جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوجائے تو اس کے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

17/1416- اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں اور نسائی کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَاوَ لَکَ الْحَمْد کہو۔

ف: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے لئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ اور مقتدی کے لئے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کا کہنا مقرر فرمادیا ہے اور چونکہ اس حدیث میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ اور اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کی تقسیم امام اور مقتدی کے درمیان کردی گئی ہے اس لئے مقتدی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ نہ کہے اور اسی طرح امام اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد نہ کہے۔ (یہ ہدایہ اور بنایہ میں مذکور ہے۔)

تنہا نماز پڑھنے والے کو قومہ میں تسمیع اور تحمید کے جمع کرنے کا بیان

18/1417- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب تنہا نماز پڑھتے) تو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہتے ہوئے (رکوع سے سر اٹھاتے تھے) اور قومہ میں رَبَّنَاوَ لَکَ الْحَمْد فرماتے۔ (اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

19/1418- اور بخاری کی ایک روایت میں اور اسی طرح مسلم کی ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جب تنہا نماز پڑھتے تو) رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ اور قومہ میں رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْد فرماتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ھدایہ اور بنایہ میں لکھا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے والا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ اور رَبَّنَالَکَ الْحَمْد دونوں کو جمع کرے۔

رکوع اور سجدہ میں کم سے کم تسبیحات پڑھنے کا بیان

20/1419- عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کسی نے رکوع کیا اور اس میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تین مرتبہ کہا تو اس کا رکوع پورا ہوگیا اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے اور جب کسی نے سجدہ کیا اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار کہا تو اس کا سجدہ پورا ہوگیا، اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہے۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

رکوع اور سجدے میں تسبیحات کی مستحب تعداد کا بیان

21/1420-ابن جُبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں سوائے اس نوجوان یعنی عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے کسی اور کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہو، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کے رکوع کے تسبیحات کا اندازہ کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم دس بار پڑھ رہے ہیں، اور اسی طرح ہم نے ان کے سجدہ کی تسبیحات کا اندازہ کیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی دس بار پڑھ رہے ہیں۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع اور سجدے میں تسبیحات کو تین بار سے زیادہ پڑھنا مستحب ہے تین بار سے زیادہ جو تسبیحات پڑھی جائیں گی ان کو طاق عدد یعنی (5) یا (7) یا (9) یا (11) مرتبہ پر ختم کرنا ضروری ہے جیسا کہ حدیث، اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ (اللہ تعالیٰ تنہا ہے اور

طاق عدد کو پسند فرماتا ہے) سے اس کی تائید ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کو طاق عدد پر ختم فرماتے تھے۔

واضح رہے کہ ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جو دس دس مرتبہ تسبیحات کا ذکر ہے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ درحقیقت رکوع اور سجدہ میں دس دس بار تسبیحات پڑھا کرتے تھے یہ صرف راوی کا اپنا اندازہ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ تسبیحات رکوع اور سجدہ کو تین سے بڑھانا اور طاق عدد میں ختم کرنا مستحب ہے۔(یہ ہدایہ اور سعایہ سے ماخوذ ہے۔)

(14/33) بَابُ السُّجُوْدِ وَفَضْلِهٖ

(یہ باب سجدہ کی کیفیت اور اس کی فضیلت کے بیان میں ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ''يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورہ بنی اسرائیل پ15ع12،آیت نمبر:107 میں)وہ ٹھڈیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

وَقَوْلُهٗ:'' وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ''اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(سورہ علق پ30ع1 میں) آپ نماز میں سجدہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے رہئے۔

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب

1/1421-ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے حکم ملا ہے کہ میں نماز میں ان سات ہڈیوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا کروں،(1) پیشانی،(2/3) دونوں ہاتھوں کے پنجے،(4/5) دونوں گھٹنے اور(6/7) دونوں پیروں کی انگلیاں۔

(اگر دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر ایک پیر اٹھ جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔(اشعۃ اللمعات) یہ مردوں کا سجدہ ہے۔)

عورتوں کا حکم

عورتوں کا سجدہ اس طرح ہے کہ عورتیں سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے رکھیں پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھیں اور ہاتھوں کی انگلیاں خوب ملادیں اور پاؤں کھڑے نہ کریں بلکہ پاؤں کو داہنی طرف نکال دیں اور پاؤں کی انگلیاں قبلہ رو رکھیں اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کریں اور پیٹ دونوں رانوں سے اور باہیں یعنی دونوں ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھا کر پہلو سے ملادیویں۔(درمختار)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ ہم مرد اور عورتیں دونوں نماز میں (مٹی لگنے کے خوف سے) اپنے کپڑوں کو اِدھر سے اُدھر نہ تو سمیٹیں اور نہ سنبھالیں۔

(اگر نماز شروع کرنے سے پہلے آستین کہنیوں تک چڑھائے ہوئے ہوں یا دامن سمیٹے ہوئے نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر نماز کی حالت میں آستین چڑھائے یا دامن سمیٹ لے تو نماز ٹوٹ جائے گی اس لئے کہ یہ عملِ کثیر ہے۔ (ردالمحتار۔)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ ہم مرد جن کے سر کے بال دراز ہوں نماز میں (مٹی لگنے کے خوف سے) اپنے بالوں کو نہ سمیٹیں اور نہ سنبھالیں۔ (اگر مرد عورتوں کی طرح نماز شروع کرنے سے پہلے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھیں تو نماز مکروہ ہوگی اس لئے مرد جوڑا کھول کر نماز پڑھیں اور اگر نماز کی حالت میں جوڑا باندھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ایسا ہی عورتیں بھی نماز کی حالت میں جوڑا باندھیں تو عورتوں کی بھی نماز فاسد ہوجائے گی، البتہ عورت پہلے سے اپنے بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز شروع کرے تو عورت کی نماز مکروہ نہ ہوگی جیسا کہ مرد کی نماز جوڑا باندھ کر پڑھنے سے مکروہ ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن، بحوالہ نیل الاوطار۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر دوسری حدیث

2/1422- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم ملا ہے کہ نماز میں ان سات ہڈیوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا کروں، پیشانی فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا اور دونوں ہاتھوں کے پنجے اور دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں کی انگلیاں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ بھی حکم ملا ہے کہ ہم نماز میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں اور نہ سنبھالیں۔ (اس کی روایت امام بخاری نے باب السجود علی الأنف میں کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ باب السجود کی پہلی حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ نمازی سات ہڈیوں پر سجدہ کیا کرے، ان سات ہڈیوں کے منجملہ اس حدیث میں صرف پیشانی کا ذکر ہے ناک کا ذکر نہیں ہے اور یہ دوسری حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی فرما کر ناک کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک اور پیشانی دونوں ایک عضو کے حکم میں ہیں اور چونکہ ناک پیشانی کا جزء ہے، اس لئے صرف ناک پر سجدہ کرنا گویا پیشانی پر سجدہ کرنا ہے۔

چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے بنایہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کی ایک اور روایت نقل فرمائی ہے جس میں الجبہۃ والانف (پیشانی اور ناک) کا ذکر ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ پیشانی اور ناک دونوں ایک ہی عضو ہیں، اس وجہ سے چاہے پیشانی پر سجدہ کریں یا ناک پر کریں دونوں صورتوں میں سجدہ ادا ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں کا ذکر فرمایا ہے جن پر سجدہ کیا جاتا ہے اگر پیشانی اور ناک دو الگ عضو قرار دیئے جائیں تو ہڈیاں سات کی بجائے آٹھ ہو جائیں گی یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جیسے صرف پیشانی پر سجدہ کرنا جائز ہے ایسے ہی صرف ناک پر بھی بغیر عذر کے سجدہ کرنا جائز ہے (شرح وقایہ۔) اور صاحبین کے پاس بغیر عذر کے صرف ناک پر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور یہ بھی امام صاحب کا دوسرا قول ہے کہ صرف ناک پر بغیر عذر کے سجدہ کرنا جائز نہیں اور امام صاحب نے بعد میں اس دوسرے قول سے رجوع فرمایا ہے اس لئے فتویٰ اسی پر ہے کہ صرف ناک پر سجدہ بغیر عذر کے جائز نہیں بلکہ پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ ہونا چاہئے اور یہی افضل ہے جس پر آنے والی حدیثیں شاہد ہیں۔ (ردالمحتار، اشعۃ اللمعات مرقات، ملتقی، جامع الآثار۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر تیسری حدیث

3/1423- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے حکم ملا ہے کہ میں نماز میں ان سات ہڈیوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کیا کروں اور نماز میں

(مٹی لگنے کے خوف سے) بالوں اور کپڑوں کو نہ تو سمیٹوں اور نہ سنبھالوں (سات ہڈیاں یہ ہیں) پیشانی اور ناک، دونوں ہاتھوں کے پنجے اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اوراس کے آداب پر چوتھی حدیث

4/1424- عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کے بدن کے سات اعضاء بھی سجدہ کرتے ہیں (وہ سات) اعضاء بدن یہ ہیں) چہرہ (جو پیشانی اور ناک پر شامل ہے) دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اوراس کے آداب پر پانچویں حدیث

5/1425- ابوحمید رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا تفصیلی بیان ہے اس میں سجدہ کی کیفیت اس طرح مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر رکھ دیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے علیحدہ رکھا۔(اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اوراس کے آداب پر چھٹی حدیث

6/1426- وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں ناک کو پیشانی کے ساتھ زمین پر رکھا کرتے تھے۔

(اس کی روایت طبرانی اور ابویعلی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت اور اس کے آداب پر ساتویں حدیث

7/1427- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اور ناک پر مٹی کا نشان دیکھا گیا، جبکہ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تھی۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

مردوں کو سجدے میں باہیں بچھانے کی ممانعت اور سجدہ اعتدال سے کرنے کا حکم

8/1428- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ اطمینان اور اعتدال سے کیا کرو اور تم میں سے کوئی مرد کتے کی طرح زمین پر اپنی باہیں یعنی ہاتھ کہنیوں تک نہ بچھایا کرے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

مردوں کو سجدے میں باہیں بچھانے کی ممانعت اور اعتدال سے سجدہ کرنے کے حکم پر دوسری حدیث

9/1429- عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوّے کی ٹھونگ کی طرح سجدے کرنے سے منع فرمایا ہے (یعنی جیسے کوّا دانہ اٹھانے کے لئے زمین پر جلدی جلدی ٹھونگ مارتا ہے، اسی طرح نمازی سجدے سے سر جلدی جلدی نہ اٹھائے بلکہ اعتدال و اطمینان سے سجدے کیا کرے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کے لئے سجدے میں درندے کی طرح اپنے ہاتھ کہنیوں تک زمین پر بچھانے سے بھی منع فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو مسجد میں اپنے لئے (دوسروں کو روک کر) کسی جگہ کو مخصوص کر لینے سے بھی منع فرمایا ہے جیسے کہ اونٹ اپنے بیٹھنے کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کر لیتا ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت

10/1430- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کروتو اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر رکھواور کہنیوں کو زمین سے اٹھائے رکھو(یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔)(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سجدہ کرنے کی کیفیت پر دوسری حدیث

11/1431- میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ فرماتے تو اپنے دونوں بازوؤں کو پہلوؤں سے اور پیٹ کورانوں سے اس طرح دور رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ بازوؤں کے درمیان سے گذرنا چاہتا تو گذر سکتا تھا(یہ امام اور منفرد کی حالت ہے اور اگر جماعت میں ہوتو اس طرح نہ کرے بلکہ ہاتھوں کو پہلوؤں سے قریب رکھے تا کہ بازو والے کو ایذاء نہ ہو۔(ہدایہ۔)(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

12/1432- اور مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کی حالت اس طرح ہوتی تھی کہ اگر کوئی بکری کا بچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے نیچے سے گذرنا چاہتا تو گذر سکتا تھا۔

سجدہ کرنے کی کیفیت پر تیسری حدیث

13/1433- عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے میں بحالت سجدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بازوؤں کو خوب کھول دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہونے لگتی تھی۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قومہ سے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی کیفیت

14/1434- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدے میں جاتے وقت ہاتھوں سے پہلے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھاتے۔(اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی،نسائی،ابن ماجہ اور دارمی نے کی ہے۔)اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سجدہ کرنے کی اور سجدہ سے اٹھنے کی کیفیت

15/1435- نافع رضی اللہ عنہ،ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے جو شخص نماز میں جس جگہ اپنی پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے تو وہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو بھی اسی جگہ پر رکھے اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پیشانی رہے (اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔) اور جب نماز میں سجدے سے اٹھے تو پہلے پیشانی کو زمین سے اٹھائے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اس لئے کہ اس کے دونوں ہاتھ بھی اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح اس کا چہرہ سجدہ کرتا ہے (پس چاہئے کہ ہاتھوں کو بھی سجدے کے وقت ایسا ہی زمین پر رکھے جیسا کہ پیشانی کو زمین پر رکھتا ہے اور ہاتھوں کو زمین سے ایسا ہی اٹھائے جیسا کہ پیشانی کو زمین سے اٹھاتا ہے۔) (اس کی روایت امام مالک نے کی ہے۔)

دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی ممانعت

16/1436- امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ میں تمہارے لئے ہر اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں،اور جس چیز کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کو تمہارے لئے

بھی پسند نہیں کرتا،تم دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کی بیٹھک سے مت بیٹھا کرو۔
(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف:اقعاء کی دوصورتیں ہیں ایک تو یہ کہ سرین دونوں ایڑیوں پر رکھے جائیں اور گھٹنے زمین پر ٹیکے ہوں،اور دوسری صورت یہ ہے کہ سرین اور ہاتھ زمین پر ہوں اور پنڈلیاں کھڑی رکھی جائیں جس طرح کہ کتے بیٹھتے ہیں۔(شرح وقایہ اور عمدۃ الرعایۃ۔)

سجدہ کی فضیلت

17/1437-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب آدمی سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہواا لگ ہوجاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میری کمبختی! آدمی کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اس نے تو سجدہ کرلیا اوراس کے لئے جنت مقرر ہوگئی اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو میں نے انکار کیا اور میرے لئے دوزخ مقرر ہوگئی۔
(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سجدہ کی فضیلت پر دوسری حدیث

18/1438-ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں راتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور حضور علیہ السلام کے لئے وضوء کا پانی اور دیگر ضروریات مہیا کرتا تھا ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کچھ مانگو میں نے عرض کیا،کہ جنت میں حضور کی رفاقت چاہتا ہوں،حضور علیہ السلام نے ارشادفرمایا(یہ تو بڑی بات ہے)اس کے سوا کچھ اور مانگو میں نے عرض کیا جی بس یہی میرا مقصود و مدعا ہے(حضور نے جب یہ دیکھ لیا کہ یہ طالب صادق ہے تو ارشادفرمایا کہ میں تو تم کو ساتھ رکھوں گا مگر)تم بھی بکثرت نمازیں پڑھ کر کثرت

سے سجدے کر کے اپنے کو اس درجہ کے قابل بنالو۔اس کی روایت **مسلم** نے کی ہے۔)

ف: واضح رہے کہ اس حدیث سے چند فائدے معلوم ہوئے،(1)ایک یہ کہ بزرگوں کی خدمت اوران کوراضی رکھنا دارین کی سعادت کا باعث ہوتا ہے،(2)دوسرا فائدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو چاہے مانگووہ دیا جائے گا اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا اور آخرت کی ہر چیز پر اختیار دیا گیا تھا کہ آپ جو چاہیں جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے عطا فرمادیں، چنانچہ مرقات میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت بطور جاگیر عطا فرمائی ہے کہ آپ جس کو چاہیں دیں، اللہ تعالیٰ اس دینے سے راضی ہیں،(3) تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ صد ہزار تحسین کے قابل ہیں کہ آپ نے دنیا کو نہ مانگا، آخرت ہی کو مانگا، یہ دنیا کی چیزوں میں سے جو بھی مانگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ضرور عطا فرمادیتے مگر آپ کا دنیا کو چھوڑ کر آخرت ہی کو مانگنا اس میں طالب صادق کے لئے سبق ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا پر آخرت ہی کو ترجیح دیا کرے، (4) چوتھا فائدہ یہ ہے کہ امید و ہوس لگائے رکھنا اور خود کچھ نہ کرنا طالب صادق کا کام نہیں بلکہ خود بھی ریاضتیں کر کے حصول مقصد کی امید باندھنا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا تم بہ کثرت نمازیں پڑھ کر اور کثرت سے سجدے کر کے جنت میں میری رفاقت کے قابل بنو۔(مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

سجدہ کی فضیلت پر تیسری حدیث

19/1439- معدان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ملا اور دریافت کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے اگر میں اس کا پابند ہوجاؤں تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مجھے جنت میں داخل کردیں ثوبان رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے، میں نے دوبارہ دریافت کیا (تو میری رغبت اور شوق بڑھانے کے لئے) پھر بھی خاموش ہی رہے جب میں نے تیسری دفعہ پوچھا تو کہنے لگے کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ (تم کثرت سے نمازیں پڑھ کر) زیادہ سجدے کیا کرو،

کیوں کہ تمہارے ہر سجدے پر خدائے تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے معدانؒ کہتے ہیں کہ پھر اُسی طرح میں (ایک دفعہ) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی ملا اور ان سے بھی وہی بات پوچھی جو حضرت ثوبان سے پوچھی تھی تو انہوں نے بھی وہی بات کہی جو ثوبانؓ نے کہی تھی۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

سجدہ کی فضیلت پر چوتھی حدیث

20/1440-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدہ کی حالت میں بندہ کو اپنے پروردگار سے انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے لہٰذا سجدہ میں تم بہت زیادہ دعاء کیا کرو (یعنی جب تم فرض نماز کا سجدہ کرو تو دعاء حمد وثناء اور اگر نفل نماز کا سجدہ کر رہے ہو تو دعاء حمد وثناء کے ساتھ ماثورہ دعاء طلب وسوال بھی کیا کرو۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: دعائے حمد وثناء اور دعائے طلب وسوال کی تفصیل حدیث نمبر (5,7) کے فائدہ میں ملاحظہ کی جائے۔

نفل نمازوں کے سجدے میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی دعاء

21/1441-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نفل نمازوں کے) سجدہ میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے: ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَآخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ“ اے اللہ میرے تمام گناہوں کو بخش دے، صغیرہ ہوں یا کبیرہ، اگلے ہوں یا پچھلے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نفل نمازوں کے سجدے میں مقررہ تسبیح کے بعد پڑھی جانے والی دعاء پر دوسری حدیث

22/1442-ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا، جستجو کی (اور مسجد میں پہنچی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے اندر موجود تھے ہاتھ سے ٹٹولا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں تلوؤں پر میرا ہاتھ پڑ گیا، دونوں تلوے کھڑے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں پڑے یہ دعاء فرما رہے تھے: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَااُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ" الٰہی میں آپ کے غضب سے آپ کی رضامندی اور آپ کے عذاب سے آپ کی معافی کی پناہ میں آتا ہوں (چوں کہ آپ کے سوا کوئی) مالک اور قادر نہیں ہے، اس لئے آپ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، میں آپ کی کچھ بھی تعریف نہیں کرسکتا، آپ ایسے ہی ہیں جیسے خود آپ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں پڑھی جانے والی دعاء

23/1443- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حالت میں یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ: اے اللہ میرے گناہوں کو بخش دیجئے اور آپ کی اطاعت میں جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو معاف فرمادیجئے۔

وَارْحَمْنِیْ: اے اللہ! آپ میرے اعمال کو نہ دیکھئے اپنے فضل سے مجھ پر رحمت نازل فرمائیے۔

وَاھْدِنِیْ: اے اللہ! مجھ کو ان عقائد کی طرف رہبری فرمائیے جن سے آپ راضی ہیں اور مجھ سے وہ اعمال کروائیے جو آپ کو پسند ہیں۔

وَعَافِنِیْ: اے اللہ! دنیا میں بھی مجھ کو عافیت سے رکھئے اور آخرت میں بھی عافیت سے رکھئے۔

وَارْزُقْنِیْ: اے اللہ! مجھ کو ایسی روزی عطا فرمائیے جس کی وجہ سے میں کسی کا محتاج نہ رہوں۔

وَاجْبُرْنِیْ: اے اللہ! میری شکستہ حالت کو درست فرمائیے۔

وَارْفَعْنِیْ: اے اللہ! مجھ کو دنیا میں بھی مراتب عالیہ عطا فرمائیے اور آخرت میں بھی

(وَاجْبُرْنِی اور وَارْفَعْنِی کا اضافہ ابن ماجہ سے کیا گیا ہے۔) (اس کی روایت ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث میں اور اسی طرح دوسری حدیثوں میں دوسجدوں کے درمیان جلسہ میں جن دعاؤں کا پڑھنا مروی ہے، ان کے متعلق صاحب ردالمحتار نے کہا ہے کہ ان دعاؤں کو ایسی نمازوں کے جلسہ میں پڑھنا مستحب ہے جو عموماً تنہا پڑھی جاتی ہیں جیسے تہجد، وتر، سنت اور نفل' اسی طرح کوئی شخص فرض نماز کو تنہا پڑھ رہا ہے تو وہ بھی اس کے جلسہ میں ان دعاؤں کو پڑھ سکتا ہے البتہ یہ نمازیں جب جماعت سے پڑھی جاتی ہیں تو ان کے جلسوں میں ان دعاؤں کو نہیں پڑھنا چاہئے تا کہ مقتدیوں پر بار نہ ہو، لیکن نماز کسوف کے جلسہ میں جماعت سے پڑھی جانے کے باوجود دعاؤں کو پڑھا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ نماز طوالت سے پڑھی جانے کے لئے ہی وضع ہوئی ہے، ایسا ہی اگر امام کسی ایسی جماعت کو نماز پڑھا رہا ہے جو سب ہم خیال ہوں اور کسی پر نماز کی طوالت بار نہیں تو اس کے جلسہ میں بھی امام اور مقتدی دونوں ان دعاؤں کو پڑھ سکتے ہیں۔

فرض اور نفل نمازوں کے جلسہ میں پڑھی جانے والی دعاء

24/1444- حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسجدوں کے درمیان ''رَبِّ اغْفِرْلِیْ'' فرمایا کرتے تھے۔ (اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے کہ اس دعاء کو جماعت والی نماز ہو یا تنہا نماز دونوں کے جلسہ میں پڑھنا مستحب ہے۔

(15/34) بَابُ التَّشَهُّدِ

(یہ باب التشہد یعنی التحیات کے بیان میں ہے)

التحیات کے لئے بیٹھنے اور کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کا طریقہ

1/1445- علی بن عبدالرحمٰن معاوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے نماز میں کنکریوں سے کھیلتا دیکھا تو انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر مجھے منع کیا اور فرمایا جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے تم بھی وہی کیا کرو، میں نے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عمل فرمایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا جب آپ نماز میں تشہد کے لئے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھ لیتے تھے اور شہادت کے وقت تمام انگلیاں بند کر کے اپنے انگوٹھے کے قریب کی انگلی (جس کو شہادت کی انگلی کہتے ہیں) اس سے اشارہ فرماتے تھے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور مسلم نے کی ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں ایک یہ کہ قعدہ میں بجائے گھٹنوں کے سیدھے ہاتھ کو سیدھی ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھے، دوسرے یہ کہ التحیات پڑھتے ہوئے جب کلمہ شہادت پر پہنچے تو سیدھے ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے۔ (فتح القدیر)

التحیات کے لئے بیٹھنے اور کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کے طریقہ پر

دوسری حدیث

2/1446-وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ دیکھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں؟ تو کیا دیکھتا

ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا، وائل رضی اللہ عنہ نے یہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نماز پڑھنے کا تذکرہ کیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قعدہ میں بیٹھنے کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پیر بچھائے اور اس پر بیٹھ گئے اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر اس طرح رکھے کہ دائیں کہنی ران سے کچھ اٹھی ہوئی تھی، پھر سیدھے ہاتھ کی دونوں انگلیوں جن کو خنصر اور بنصر کہتے ہیں بند کر کے وسطی یعنی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنالیا، حضرت وائل کہتے ہیں کہ " وَرَأَيْتُهُ يَقُوْلَ اَىُ يُشِيْرُ " (بذل المجہود۔) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبابہ سے اشارہ فرماتے دیکھا حضرت وائل نے یہ بھی کہا " هٰكَذَا " اس طرح (یعنی یہ کہ حضرت وائل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو کر کے بتلایا۔ اس حدیث کے راویوں میں حضرت بِشر ہیں، اس حدیث کو سناتے ہوئے انہوں نے بھی اپنے شاگرد کو یہ عمل اس طرح کر کے دکھایا کہ انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ بنا کر سبابہ یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

کلمہ شہادت کے وقت انگلی اٹھانے کی فضیلت اور اس کو بار بار حرکت نہ دینے کا ثبوت

3/1447- عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں التحیات پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت پر پہنچتے تو سبابہ یعنی شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے مگر اس کو ہلایا نہیں کرتے تھے۔ (اس کی روایت ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔) اور ابوداؤد کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مقام اشارہ سے ہٹتی نہیں تھی، یعنی اشارہ کرتے وقت مقام اشارہ ہی کو دیکھتے رہتے تھے۔

4/1448- اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شہادت کی انگلی کا اشارہ شیطان پر ہتھیار کے حملہ سے زیادہ سخت ہے۔

کلمہ شہادت کے وقت دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت

5/1449- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک صحابی کلمہ شہادت پڑھتے وقت دونوں ہاتھوں کے شہادت کی انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ایک سے'' ''ایک سے'' یعنی صرف سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرو۔ (اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی الدعوات الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

التحیات کے وقت دونوں ہاتھ اوران کی انگلیوں کو رکھنے کی کیفیت

6/1450- عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے کہا کہ (ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (اس وقت) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز (کے قعدہ) میں تھے میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر (کھلا ہوا) رکھے ہوئے ہیں اور دایاں ہاتھ داہنی ران پر اس طرح رکھے ہوئے ہیں کہ انگلیاں بند ہیں اور شہادت کی انگلی ران پر کھلی رکھی ہوئی ہے، اور آپ یہ دعاء پڑھ رہے ہیں۔

''یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ'' اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔ (یہاں اس دعاء کے نقل کرنے سے راوی کی غرض یہ بتلانا ہے کہ قعدہ اخیرہ ہو رہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں اور شہادت کی انگلی اب تک بدستور ویسی ہی تھیں جیسے اشارہ کے بعد رکھی ہوئی تھیں۔)

(اس کی روایت ترمذی نے اپنی جامع کے کتاب الدعوات میں کی ہے۔)

ف(1): سعایہ میں مذکور ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ میں اشارہ کرنے کے بعد جو انگلیاں بند کئے ہوئے اور شہادت کی انگلی کو ران پر کھلا رکھے ہوئے تھے قعدہ کے ختم ہونے تک ان سب کو بدستور اسی حالت میں بند رکھے ہوئے تھے کھولے نہ تھے۔

ف(2): واضح ہو کہ مذکور الصدر احادیث مآخذ ہیں اس تفصیل کے جس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''تزیین العبارۃ'' میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ صحیح اور مختار ہمارے جمہور احناف کے پاس یہ ہے کہ قعدہ میں التحیات شروع کرتے وقت پہلے دونوں ہتھیلیوں کو دونوں رانوں پر اس طرح رکھیں کہ انگلیاں کھلی ہوئی قبلہ رخ رہیں، اور التحیات پڑھتے ہوئے جب کلمہ توحید یعنی اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پہنچے تو خنصر اور بنصر دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کر لے اور درمیانی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنائے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ اس طرح کرے کہ لَّآ اِلٰه کہتے وقت شہادت کی انگلی کو اٹھائے اور اِلَّا اللّٰه کہتے وقت کلمہ کی انگلی کو کھلی ہوئی ران پر رکھ دے اور دوسری انگلیوں کو نہ کھولے، اگر قعدہ اولیٰ ہو تو تیسری رکعت کے لئے اٹھنے تک اور اگر قعدہ اخیر ہو تو سلام پھیرنے تک انگلیوں کو بدستور اسی حالت پر رکھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات

7/1451- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم کچھ نہیں جانتے تھے سب کچھ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا (منجملہ ان کے یہ بھی سکھایا) کہ جب تم نماز کے قعدہ میں ہو تو یہ پڑھا کرو ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' زبان، جسم و جان اور مال کی تمام عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں نازل ہوں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

بندے اور رسول ہیں۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کے بیان پر ایک اور حدیث

8/1452- ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تشہد کی اس طرح تعلیم دی تھی جس طرح قرآن کی سورتوں کی تعلیم دیا کرتے تھے (ابو معمر کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خوب یاد ہے کہ اس وقت جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی تھی'' واضح ہو کہ یہ ترجمہ بخاری کے باب المصافحہ کی روایت وَ کَفِّی بَیْنَ کَفَّیْهِ'' کے لحاظ سے کیا گیا ہے۔) میرا ہاتھ (مصافحہ کی طرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست ہائے مبارک میں تھا (وہ تشہد یہ ہے) ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کئی طریقوں سے مروی ہے اور تشہد کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی حدیثیں آئی ہیں ان سب میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اکثر علماء صحابہ کا عمل اسی حدیث پر رہا ہے اور صحابہ کے بعد اکثر علماء تابعین بھی اسی پر عمل کیا کرتے تھے اور حضرت سفیان ثوری و حضرت ابن المبارک امام احمد اور امام اسحاق کا بھی تشہد کے بارے میں یہی قول ہے۔ (ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔) اور حضرت بزار نے کہا ہے کہ تشہد کے بارے میں میرے

پاس سب سے زیادہ صحیح حدیث یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو بیس سے زیادہ سندوں سے مروی ہے اورانہوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تشہد کے بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بڑھ کر قوی اور سند کے لحاظ سے اس حدیث سے بڑھ کر صحیح کوئی حدیث نہیں ملی اور راویوں کے اعتبار سے یہ حدیث سب سے زیادہ مشہور راویوں سے مروی ہے اور سند کے لحاظ سے بھی ایک دوسرے کی تائید کرنے والی اس حدیث کی سند سے بڑھ کر کسی حدیث کی سند نہیں ہے۔ (بزار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

تعلیق مجد میں امام مسلم کا قول اس طرح مذکور ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی صحت پر اکثر فقہاء اور محدثین نے اس وجہ سے بھی اتفاق کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام شاگردوں نے آپ سے تشہد کے جن الفاظ کی روایت کی ہے وہ سب ایک ہی ہیں ان کے الفاظ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اس کے برخلاف دوسرے راویوں نے جس تشہد کی روایت کی ہے اُس کو ان کے شاگردوں نے مختلف الفاظ سے نقل کیا ہے اور ان کے الفاظ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی طرح ایک نہیں ہیں اور محمد بن یحییٰ ذھلی نے کہا ہے کہ تشہد کے بارے میں جتنی حدیثیں مروی ہیں ان سب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے اور طبرانی نے الکبیر میں بریدہ بن الخصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد سے بہتر کوئی تشہد نہیں سنا اور حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی روایت پر راوی کا بیان

9/1453- قاسم بن مخیمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ علقمہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر نماز کے قعدہ میں التحیات پڑھنا سکھلائے۔ اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

10/1454- اور ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ وہ

فرماتے ہیں کہ حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور حماد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اس طرح تشہد سکھائے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے (یہ تشہد وہی ہے جو حدیث (دو حدیث پہلے ''حضرت ابن مسعودؓ کی منقولہ التحیات کے عنوان سے گزری ہے'') میں مذکور ہے۔ امام ابن الہمام نے اس کو بیان کیا ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی اہمیت پر خود ان کا بیان

11/1455- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تشہد سیکھا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تشہد ایک ایک کلمہ کر کے اس طرح سکھائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کلمہ فرماتے جاتے تھے اور میں ایک ایک کلمہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہراتا جاتا تھا۔ (اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔) اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے روایت کیے ہوئے تشہد کے الفاظ پر ایک حرف کے بھی بڑھانے اور گھٹانے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی اہمیت پر حضرت ابن عمرؓ کا بیان

12/1456- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم کو

برسر منبر تشہد سکھایا کرتے تھے جس طرح تم اپنے بچوں کو قرآن سکھاتے ہو پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کی طرح تشہد پڑھ کر سنایا دونوں میں کوئی فرق نہ تھا۔

(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی تائید پر حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول

13/1457- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تشہد یہ تھا "اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ " اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد بھی یہی ہے۔

(اس کی روایت بیہقی نے کی ہے۔)

اور امام نووی رحمہ اللہ نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور سعایہ میں مذکور ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تشہد پڑھا کرتے تھے وہی تشہد ہے جس کو ہم پڑھا کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی منقولہ التحیات کی تائید حضرت خصیف کے خواب سے

14/1458- خصیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے متعلق لوگ اختلاف میں پڑ گئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو اختیار کرو اور اس کو پڑھا کرو۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے جس کا ذکر زیلعی ابن الہمام ابن حجر اور عینی رحمہم اللہ نے کیا ہے)

التحیات کو آہستہ پڑھنے کا ثبوت

15/1459-ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ التحیات کا خفی یعنی آہستہ پڑھنا سنت ہے۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے۔)

قعدہ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود نہ پڑھنے کا ثبوت

16/1460-ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی دو رکعتوں کے بعد قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھنے کے لئے اس طرح بیٹھتے تھے کہ گویا آپ گرم پتھر پر بیٹھتے ہیں۔(اور التحیات ختم کرتے ہی درود و دعاء پڑھے بغیر تیسری رکعت کے لئے) کھڑے ہو جاتے تھے۔(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔

17/1461- اور امام احمد رحمہ اللہ سے جو روایت آئی ہے اس میں اس طرح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قعدہ اولیٰ میں التحیات پڑھتے ہوئے ”اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه“ سے فارغ ہوتے ہی فوراً (بغیر درود اور دعاء کے تیسری رکعت کے لئے) اٹھ جاتے تھے۔

(16/35)بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضْلِهَا

(یہ باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اوراس کی فضیلت کے بیان میں ہے)

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ''اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' اللہ عزوجل نے ارشادفرمایا(سورہ احزاب پ22ع7میں)اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے پیغمبرصلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہیں تو مسلمانو!تم بھی پیغمبرصلی اللہ علیہ وسلم پر)درود اورسلام بھیجتے رہو۔

قعدۂ اخیر میں التحیات کے بعد درود اور دعاء پڑھنے کا ثبوت

1/1462- فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتھے کہ اتنے میں ایک شخص نے آکر نماز پڑھی (اورقعدہ اخیرہ میں اس شخص (یہ ترجمہ ابوداؤد کی روایت کے لحاظ سے کیا گیا ہے) نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا)(یہ قید مرقات میں مذکور ہے)اورصرف اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ (یعنی اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما) کہا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا اے نماز پڑھنے والے تو نے جلدی کی ہے،جب تو نماز پڑھے اورقعدہ آخیرہ میں بیٹھے تو پہلے التحیات کے ذریعہ(یہ قید مرقات سے ماخوذ ہے۔)اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرجیسا کہ اس کے شایان شان ہے پھر مجھ پر درود بھیج،اس کے بعد اللہ سے دعاء مانگ۔فضالہؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک اورشخص نے نماز پڑھی تو اس نے (نماز کے قعدہ آخیرہ میں التحیات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور نبی صلی

اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا (اور دعاء نہ کی) تو اس شخص سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے نماز پڑھنے والے اب دعاء کر تیری دعاء قبول ہوگی۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور ابوداؤد نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے نماز میں حمد اور درود کے بعد دعاء قبول ہوتی ہے اسی طرح خارج نماز بھی دعاء کی جائے تو اس ترتیب کے ساتھ کی جانی چاہیئے کہ پہلے حمد باری تعالیٰ کی جائے پھر درود پڑھا جائے اور اس کے بعد دعاء کی جائے تاکہ قبولیت کو پہنچے۔

قعدہ اخیرہ میں التحیات کے بعد درود اور دعاء پڑھنے کے ثبوت پر دوسری حدیث

2/1463- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی وہاں رونق افروز تھے جب (میں نماز میں قعدہ اخیر کیلئے) بیٹھ گیا تو پہلے (میں نے التحیات کے ذریعہ) حمد وثناء کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا اور اس کے بعد میں نے اپنے لئے دعاء مانگی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کو پسند فرما کر) ارشاد فرمایا اچھا ہے مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

دعاء کی قبولیت کیلئے درود شریف پڑھنے کی ضرورت

3/1464- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجو گے تب تک تمہاری دعاء آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہے گی، ذرا بھی اوپر نہیں چڑھے گی۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث کے تحت صاحب مرقات نے حصن حصین کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگے اور اپنی اس دعاء کو

درود ہی پر ختم کرے کیوں کہ اللہ تعالیٰ دونوں درودوں کو قبول فرمالیتے ہیں اور یہ ان کی شان کریمی سے بعید ہے کہ دونوں درودوں کو تو قبول فرمالیں اور اس دعاء کو چھوڑ دیں جو، ان دونوں کے درمیان ہے۔

التحیات کے بعد جس درود کا پڑھنا افضل ہے وہ درود ابراہیمی ہے

4/1465- عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھ سے کعب ابن عجرۃ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو وہ فرمانے لگے کیا میں تمہیں ایک ایسا تحفہ نہ دوں جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہے؟ میں نے ان سے کہا جی ہاں ضرور دیجئے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے (نماز میں التحیات کے ذریعہ) آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں سکھایا ہے، اب فرمائیے کہ ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر (نماز میں) درود کس طرح بھیجا کریں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح کہا کرو: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ و صَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ'' (یہ اضافہ ترمذی سے لیا گیا ہے) ''اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ o اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ بَارِکْ عَلَیْنَا مَعَھُمْ'' (یہ اضافہ بھی ترمذی سے لیا گیا ہے) ''اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ''۔

اے اللہ! رحمت بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر (جس کا یہ اثر ہو کہ دنیا میں آپ کی عظمت کا ذکر ہر جگہ ہوتا رہے آپ کی دعوت اسلام ہر جگہ پہنچ جائے اور آپ کی شریعت ہمیشہ باقی رہے اور آخرت میں اس رحمت کا اثر اس طرح ہو کہ آپ کی شفاعت عامہ آپ کی تمام امت کو پہنچے اور اجر و ثواب دس مرتبہ کے برابر ہو کر ملتا رہے۔ رحمت کے معنی مرقات سے ماخوذ ہے۔12)

اور ایسی ہی رحمت آپ کے آل پر بھیجئے یہ اسی رحمت کی طرح ہو جیسی کہ آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کی آل پر رحمت کی ہے اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمت فرمائیے، بے شک

آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر ایسی برکت نازل فرمائیے (جس کا یہ اثر ہو کہ جو جو نعمتیں آپ کو عطا ہوئی ہیں وہ ہمیشہ باقی رہیں اور ان میں زیادتی ہوتی رہے یہ) ایسی ہی برکت ہو جو حضرت ابراہیم اور ان کی آل کو آپ نے عطا کی ہے اور ان کے ساتھ ہم پر بھی برکت نازل کیجئے، بے شک آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف(1): واضح ہو کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی روایت کئے ہوئے تشہد کے الفاظ پر ایک حرف کے بھی بڑھانے اور گھٹانے کو پسند نہیں فرماتے تھے اسی وجہ سے صاحب ردالمحتار نے کہا ہے کہ التحیات میں "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه" کے پڑھتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے پہلے لفظ "سَیِّدِنَا" نہیں بڑھانا چاہئے، البتہ درود ابراہیم میں جو تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک سے پہلے لفظ "سَیِّدِنَا" بڑھانا چاہئے اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام مبارک کے پہلے بھی لفظ "سَیِّدِنَا" بڑھانا چاہئے ردالمحتار میں ایسا ہی مذکور ہے۔

ف(2): واضح رہے کہ درود ابراہیمی میں " كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْم" کے بعد "اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد " سے پہلے " وَ صَلِّ عَلَيْنَا مَعَهُمْ " اور اسی طرح " كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰٓى اٰلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ " کے بعد "اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ " سے پہلے "وَ بَارِكْ عَلَيْنَا مَعَهُمْ " کا جو اضافہ کیا گیا ہے وہ ترمذی کی ایک روایت سے ماخوذ ہے جس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی لیلے رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو ترمذی کے ابواب الوتر میں " مَاجَاءَ فِيْ فَضْلِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".)

التحیات کے بعد یہ درود بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر افضل نہیں ہے

5/1466- ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کس طرح بھیجا کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس طرح کہا کرو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے ازواج مطہرات ورآپ کی مقدس آل واولاد پر جس طرح تو نے رحمت بھیجی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر اور برکت نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج مطہرات پر اورآپ کی مقدس آل واولاد پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر بے شک آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

التحیات کے بعد یہ درود بھی پڑھا جاسکتا ہے مگر افضل نہیں ہے

6/1467-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو یہ اچھا معلوم ہو کہ وہ ہم پر اور ہمارے اہلبیت پر درود بھیج کر پورا پورا ثواب حاصل کرے تو اس کو اس طرح درود بھیجنا چاہئے: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُوْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" اے اللہ رحمت کاملہ نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی اُمی ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات پر جو تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ کی مقدس آل واولاد پر اور آپ کے برگزیدہ خاندان پر جس طرح تو نے رحمت کاملہ نازل فرمائی ہے، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پر بے شک آپ ہی تعریف کے قابل ہیں اور بہت عظمت والے ہیں۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: سعایہ میں مذکور ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد کسی خاص درود پڑھنے کی تخصیص نہیں ہے بلکہ سنت موکدہ یہ ہے کہ کوئی بھی ماثورہ درود پڑھا جائے اور ہمارے اکثر فقہاء نے ایسا ہی کہا ہے اور افضل ومختار یہ ہے کہ درود ابراہیمی پڑھا جائے، جیسا کہ شرح قدوری میں مذکور ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ کونسا درود پڑھا جائے تو امام محمد رحمہا اللہ نے جواب دیا کہ درود ابراہیمی کا پڑھنا افضل ہے، علامہ زاہدی نے بھی منیہ میں یہی ذکر کیا ہے اور غنیۃ المستملی میں کفایہ کے حوالہ سے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو مختار قرار دیا ہے اور درود ابراہیمی یہ ہے ”اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ o اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“۔

اس کے علاوہ بخاری اور مسلم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود پڑھنے کے بارے میں جو حدیث آئی ہے اس میں بھی یہی درود ابراہیمی مذکور ہے اور صاحب ذخیرہ نے بھی عیسیٰ بن ابان کی ”کِتَابُ الْحُجَّة عَلٰی اَھْلِ الْمَدِینَة کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ سے جب یہ دریافت کیا گیا کہ قعدہ اخیرہ میں کونسا درود پڑھا جائے؟ تو امام محمد رحمہ اللہ نے درود ابراہیمی کے پڑھنے کو افضل قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت

7/1468- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک روز) باہر نکلے اور ایک کھجور کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ فرمائے اور سجدے میں اتنی دیر تک رہے کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف تو نہیں لے گئے؟ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (گھبرایا ہوا) نزدیک پہنچا کہ دیکھوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ مجھے قریب آتا دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے سر مبارک کو اٹھائے اور فرمائے کیوں عبدالرحمٰن کیا ہے (اس قدر گھبرائے ہوئے کیوں

ہو؟) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا خیال ظاہر کیا (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالرحمٰن کچھ فکر کی بات نہیں، جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی امت میں سے جو شخص آپ پر درود پڑھے گا تو میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو سلام بھیجے گا تو میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

8/1469- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالی اس پر دس (10) رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت پر تیسری حدیث

9/1470- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، اس کے دس گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کی فضیلت پر چوتھی حدیث

10/1471- ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس حالت میں تشریف فرما ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ خوشخبری سنائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو ایک خوشخبری سناتے ہیں جس سے آپ راضی اور خوش ہو جائیں گے

وہ یہ ہے کہ آپ کی امت میں سے جوکوئی آپ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے اس پر میں دس دفعہ رحمت نازل کرتا ہوں اور آپ کی امت میں سے جوکوئی آپ پر ایک دفعہ سلام بھیجتا ہے تو میں بھی اس پر دس دفعہ سلام بھیجتا ہوں۔

(اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت پر پانچویں حدیث

11/1472- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر (70) دفعہ رحمت بھیجتے ہیں۔(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

درود کی فضیلت اور اس دعاء کا بیان جس کا پڑھنے والا شفاعت کا مستحق ہوتا ہے

12/1473- رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے ساتھ یہ دعاء بھی کرتا ہے:

''اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْهُ المَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ''

اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن ایسی جگہ بٹھایئے جو سب سے زیادہ آپ کے قریب ہو تو اس شخص کیلئے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت

13/1474- ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ وہ شخص مجھ سے نزدیک ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کی فضیلت پر دوسری حدیث

14/1475- ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ کثرت سے آپ پر درود بھیجا کروں، میں نے اپنے لئے دعاء کا ایک وقت معین کرلیا ہے، اس میں سے کتنا وقت آپ پر درود بھیجنے کیلئے مقرر کرلوں؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جتنا چاہو، تو میں نے عرض (اچھا) ایک چوتھائی وقت مقرر کرلوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا چاہو، اگر اس سے بھی زیادہ کروتو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا تو کیا آدھا وقت اس میں لگا دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کروتو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ دوتہائی وقت درود بھیجنے میں گذاردوں؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جتنا چاہو، اگر اس سے بھی زیادہ پڑھوتو تمہارے لئے بہتر ہے میں نے عرض کیا حضور! اگر ایسا ہی ہے تو میں اپنے دعاء پڑھنے کا کُل وقت آپ پر درود پڑھنے میں لگا دیتا ہوں، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو ایسی حالت میں (درود کی برکت سے) تمہارے دینی اور دنیوی تمام مقاصد پورے کردیئے جائیں گے اور تمہارے سارے فکر وغم دور ہوجائیں گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جو بدنصیب ہیں، ان کی تفصیل

15/1476- ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت بدنصیب ہے وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے (اس سے معلوم ہوا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو سننے والے کو چاہئے کہ درود پڑھا کرے، اور وہ بھی بدنصیب ہے کہ جس کی زندگی میں رمضان المبارک آئیں اور (اس نے اس ماہ مبارک میں عبادت وخیر وخیرات اور شب بیداری کرکے) اپنی مغفرت نہ

کروالی کہ اتنے میں رمضان ختم ہوگئے، اور وہ بھی بدنصیب ہے کہ جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کسی ایک پر بڑھاپا آیا اور (ان کی خدمت کر کے اور ان کو راضی رکھ کر) جنت کا مستحق نہ ہوا۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود نہ پڑھے، اس کی وعید

16/1477- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بڑا ہی بخیل ہے وہ شخص کہ جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ میرا نام سن کر مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

17/1478- اور امام احمد نے بھی حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس کی روایت کی ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر قصداً حاضر ہونے کی فضیلت

18/1479- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں مُردوں کی طرح پڑے سوتے نہ رہو بلکہ گھروں میں بھی نفل نمازیں پڑھا کرو اور جس طرح مسجدوں میں عبادتیں کر کے انوار حاصل کرتے ہو اسی طرح گھروں میں بھی کچھ نہ کچھ عبادتیں کر کے انوار حاصل کرتے رہو) اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ یعنی (کبھی کبھی اتفاقیہ طور پر میری قبر پر نہ آیا کرو بلکہ قصداً بار بار میری قبر پر آنے کی کوشش کرنا اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو بار بار آنے کی آرزو دل میں رکھنا۔)

ف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمانا کہ ''میری قبر کو عید نہ بناؤ'' ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ آپ ہم اپنے کسی دوست کو جو بہت دنوں بعد آئے کہا کرتے ہیں کہ تم تو عید کے چاند ہو چنانچہ اشعۃ اللمعات اور مرقات میں اس ارشاد مبارک کی شرح اس طرح کی گئی ہے کہ میری قبر کی زیارت کو عید کی طرح کبھی کبھی

نہ آؤ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنی قبر شریف کی زیارت کی ترغیب اس لئے دی ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین ہیں، آپ اپنی امت کو وہ ساری فضیلتیں دلوانا چاہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت سے حاصل ہوتی ہیں ان فضیلتوں کو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شفاء شریف میں اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جذب القلوب اور مولانا انواراللہ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عمران القلوب میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے منجملہ ان کے ذیل میں چند حدیثیں نموناً درج کی جاتی ہیں۔

(1) طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ" جس نے میری قبر (شریف) کی زیارت کی ہے میں اس کی ضرور شفاعت کروں گا۔

(2) بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے: "مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ کَانَ کَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ" (جو کوئی حج کر کے میری قبر کی زیارت کرے گا تو اس کو میری زندگی میں ملاقات کرنے کا شرف اور ثواب حاصل ہوگا۔)

(3) علامہ ملا علی قاریؒ نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ وَ مَنْ لَمْ یَزُرْ قَبْرِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ" (میرے انتقال کے بعد میری قبر کی زیارت کرنے والا میری زندگی میں مجھ سے ملاقات کرنے والے کے جیسا ہے اور جس نے میری قبر کی زیات نہ کی تو اس نے مجھ پر ظلم اور جفا کیا۔)

صاحبو! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و جفا کرنے کا کیا نتیجہ ہے اس کو سوچ لو، قبر شریف کی زیارت کرنے سے ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہوتی ہے کہ زیارت کرنے والے کے گناہوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری نے مواہب لدنیہ میں، علامہ نور الدین علی سہودی نے خلاصۃ الوفا میں، اور شیخ ابن عبداللہ النعمانی نے مصباح الظلام فی المستغیثین بخیرالانام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے تین دن بعد ایک اعرابی آیا اور قبر شریف سے

لپٹ گیا اور قبر مبارک سے مٹھی بھر خاک لے کر اپنے سر پر ڈال لی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو فرمایا تھا ہم نے اسے سنا اور جو کچھ آپ نے اللہ تعالیٰ سے محفوظ رکھا ہم نے اس کو آپ سے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا، آپ پر جو قرآن شریف (اترا ہے اس کی ایک آیت یہ ہے (سورہ نساء پ5ع19)" وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآئُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا" (آپ کی امت جس وقت اپنی جانوں پر ظلم کرے یعنی کسی گناہ میں مبتلا ہو، پھر (ندامت کے ساتھ) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی چاہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ بھی اس کیلئے معافی طلب کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم اور مہربانی کرنے والا پائیں گے۔)

اس آیت کو پڑھ کر اُس اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان پر ظلم کیا یعنی گناہ میں مبتلا ہوا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت چاہیں، اسی وقت قبر شریف سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی اور تجھے بخش دیا گیا۔

اس سے بھی مزار شریف پر حاضر ہونا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معروضہ قبول فرمانا یہ سب چیزیں ثابت ہوتی ہیں، اس واقعہ کو ابن عساکر اور ابن الجوزی نے بھی نقل کیا ہے اور عمران القلوب میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ مشہور واقعات میں سے ہے اور چاروں مذاہب کے ائمہ اور راویوں نے مختلف روایتوں اور متعدد طرق سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

مسلمانو! تم خوش تقدیر ہو کہ ایسی دولت تمہیں نصیب ہوئی تم قصداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر زیارت کی نیت سے حاضر ہوا کرو تا کہ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنو اور تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ملاقات کرنے والے کے جیسا درجہ حاصل ہو جائے اور جنت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو اور خبردار! قبر شریف پر حاضر نہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جفا کرنے والے نہ بنو۔

کہیں سے بھی امت کے درود پڑھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت

کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو (یہ خیال نہ کیا کرو کہ ہم دُور افتادہ اتنی دور سے درود پڑھا کریں تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے خبر ہوگی نہیں نہیں مجھے ضرور خبر ہوگی) اور تمہارا درود جہاں کہیں سے ہو مجھے پہنچ جایا کرے گا۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

قبر شریف کے پاس درود پڑھنے کی فضیلت

19/1480- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود اس کے درود کو (بغیر واسطہ کے) سنتا ہوں اور جو شخص دور دراز مقام سے مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود مجھ کو فرشتوں کے ذریعہ سے پہنچایا جاتا ہے۔

(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

امت کے سلام کو جہاں کہیں سے ہو فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں

20/1481- ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے مقرر ہیں جن کا کام ہی مجھ تک سلام کا پہنچانا ہے اور وہ زمین میں ہر جگہ پھرتے رہتے ہیں اور جب کوئی میرا امتی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ فوراً اس کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں۔ (اس کی روایت نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

امت کے سلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جواب دیا کرتے ہیں، اس کی تحقیق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کا ثبوت

21/1482- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشادفرمایا کہ (میرے انتقال کے بعد میری روح ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ رہے گی اوراس کو ذات و صفات الٰہی میں استغراق اورمحویت حاصل ہوگی ایسی حالت میں) جب کوئی تم میں سے مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ کواس استغراق سے اپنی اصلی حالت پر لوٹا دیں گےاور میں سلام کرنے والے کےسلام کا جواب دوں گا۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہےاور بیہقی نے بھی دعوات کبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

تمهید

ف: پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ موت کیا چیز ہے، موت انتقال کا نام ہے کہ روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں منتقل ہوتی ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ دو پنجرے ہیں اور پرندہ ایک ہے دونوں پنجروں کے دروازے کھول کر ان کے منہ کو ملا دیتے ہیں تو پرندہ ایک پنجرے سے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوجاتا ہے، عالم برزخ میں اسی جسم خاکی کے ہو بہو ایک دوسرا جسم بھی تیار کیا گیا ہے، فرق یہ ہے کہ یہ جسم خاکی کثیف ہوتا ہے اور برزخ کا جسم لطیف ہوتا ہے، چنانچہ بعض اولیاء اللہ جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ آپ کو کئی جگہ دعوت دی گئی اور سب دعوتوں کا وقت ایک ہی تھا تو آپ ہر مقام پر اسی ایک ہی وقت میں ہر جگہ تشریف رکھتے ہوئے نظر آئے، ایک تو یہ جسم خاکی تھا اور دوسرے جو کئی جسم نظر آئے ان کو آپ عالم برزق سے کرامتاً لے کر اس عالم میں دکھائی دیئے اور ہم کو خواب میں بھی مردہ کا جو جسم نظر آتا ہے وہ وہی عالم برزخ کا جسم لطیف ہے کہ اس جسم لطیف میں روح جسم خاکی سے منتقل ہوگئی ہے، اب خلاصہ موت کا یہ ہوا کہ روح خاکی جسم کا کثیف جسم چھوڑ کر برزخ کے لطیف جسم میں داخل ہوتی ہے اور یہی موت ہے، بظاہر یہ موت ہر انسان کو ہوتی ہے، عوام کو بھی اور شہداء کو بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی اس کی نسبت کی جاتی ہے اور یہ تینوں روحیں زندہ ہیں، پھر ان تینوں کی زندگی میں کیا فرق ہے؟ فرق یہ ہے کہ ہر انسان کی روح زندہ تو رہتی ہے مگر اس جسم خاکی کے ساتھ جب تک ہے وہ اعمال کے ذریعہ ترقی اور ثواب حاصل کرسکتی ہے، برزخ کے جسم میں جانے کے بعد عام انسان کی روح کی ترقی بند ہوجاتی ہے، نہ تو وہ برزخ میں کھاتا پیتا ہے اور نہ کوئی عمل کر کے باطنی ترقی حاصل کرسکتا ہے اس واسطے کہ یہ دار العمل نہیں ہے دار الجزاء ہے، گو ہر عام انسان کی روح زندہ ہے مگر کھانا پینا اور باطنی ترقی بند ہونے سے کہا جاتا ہے کہ وہ مرگیا ہے۔

بخلاف اس کے شہیدوں کی روح بھی خاکی جسم چھوڑ کر برزخ کے لطیف جسم میں چلی جاتی ہے، اسی لئے شہید پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے مگر اعمال کے ذریعہ سے اس کی ترقی بند نہیں ہوئی ہے جسم خاکی میں جیسے عمل کے ذریعہ سے ترقی کرتے تھے، شہید، برزخ کے جسم لطیف میں جانے کے بعد بھی

ویسے ہی بدستور ترقی کرتے اور کھاتے پیتے بھی رہتے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ شہید زندہ ہیں ان کی زندگی بھی کچھ فرضی نہیں، مبالغہ نہیں، واقعی وہ زندہ ہیں، زندگی کے سارے آثار موجود ہیں" یُـرْزَقُوْنَ. فَـرِحِیْـنَ بِمَآ اٰتٰہُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" (اپنے خدا کے پاس اس کے فضل سے کھاتے پیتے اور خوشیاں مناتے ہیں) عمدہ عمدہ ہیئت ہر قسم کی لذت اور آرام حاصل کررہے ہیں جہاں چاہے گل گشت کرتے ہیں سبز پرندوں کے خول میں رہ کر ایسی ہی سیر کرتے ہیں جیسا کہ ہم آج کل ہوائی جہاز میں سیر کیا کرتے ہیں، اپنے اعمال سابقہ کی بہار لوٹ رہے ہیں ان کے اعمال گل در یاحین اور حور جنت بن کر ان کے سامنے ہیں وہ ان سے لذت لے رہے ہیں عالم قدس میں ترقی کررہے ہیں خدا کے قرب کے درجے بڑھ رہے ہیں، یہ ان کی آخرت کی زندگی ہے۔

بخلاف اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس جسم مطہر سے نکلی اس لئے آپ پر بھی موت کا اطلاق ہوا، ارشاد باری تعالیٰ ہے" اِنَّکَ مَیِّت" وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ" (آپ پر بھی موت آنی ہے اور ان پر بھی) مگر عالم برزخ میں کوئی ایسا لطیف جسم نہیں تھا جو آپ کی روح مطہر کے لائق ہو، اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر نہ دنیا میں ہے نہ عالم برزخ میں اور نہ آخرت میں، جب عالم برزخ میں ایسا جسم لطیف نہیں رہا تو پھر اسی جسم خاکی میں روح مطہر کو واپس کردیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جسم مطہر اس عالم سے عالم برزخ میں منتقل ہوگیا اور اسی وجہ سے آپ کو حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں تشریف فرما ہیں، چونکہ عام انسانوں اور شہداء کی روحیں عالم برزخ میں دوسرے لطیف اجسام میں منتقل ہوئی ہیں اس لئے ان سے جسم خاکی کے لوازم بھی ٹوٹ گئے ہیں ان کی بیبیوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے، ان کی میراث تقسیم ہوسکتی ہے، اس کے برخلاف چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جسم خاکی عالم برزخ میں منتقل ہوگیا ہے اور آپ کے جسم خاکی کے لوازمات منقطع نہیں ہوئے ہیں، اس لئے ازواج مطہرات سے آپ کے بعد نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے، اور آپ کی میراث تقسیم نہیں کی گئی اگر ایسا کیا جاتا تو لازم آتا کہ زندہ کی بیوی سے نکاح کیا گیا اور زندہ کا مال تقسیم ہوا، عالم برزخ کے جسم میں جو لطافت پائی جاتی ہے وہ لطافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جسم خاکی میں بدرجہا زائد موجود تھی، پھر عالم برزخ میں آپ کے لئے لطیف جسم کی کیا ضرورت؟ جیسے عالم برزخ کے جسم کو سایہ نہیں ہوتا ایسے ہی آپ کے جسم مبارک کو سایہ نہ تھا اور عالم

برزخ کے لطیف جسم میں سے جیسے کوئی چیز اِدھر سے اُدھر نکل جاتی ہے ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم کے خاکی جسم میں سے پٹکا کمر مبارک سے باہر ہوگیا تھا اسی وجہ سے آپ کا ارشاد مبارک ہے جیسے میں سامنے سے دیکھتا ہوں ویسے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں، کیا کبھی آپ نے کسی کثیف جسم کو دیکھا ہے کہ وہ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتا ہو؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک ہی کی لطافت تھی کہ آپ سامنے کی طرح پیچھے سے بھی دیکھا کرتے تھے، آپ کے اس عالم کے جسم کے لطیف ہونے پر معراج شریف کا واقعہ بھی دلالت کرتا ہے، کوئی کثیف جسم ایسا نہیں پہنچ سکتا، جیسا کہ معراج میں آپ کا لطیف جسم کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اس تمہید کے بعد مذکورالصدر حدیث کو اس طرح سمجھئے۔

کوئی مسلمان کہیں ہو جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے تو روح اقدس جو عالم برزخ میں احوال ملکوت کی طرف متوجہ رہتی ہے اور مشاہدۂ رب العزت میں مستغرق ہے، سلام کا جواب دینے کے لئے روح مطہر کو مذکورہ حالت سے ایسا ہی افاقہ ہوتا ہے، جیسے دنیا میں وحی کے وقت عالم ملکوت کی طرف مشغولیت ہوتی تھی اور وحی ختم ہونے کے بعد پھر آپ اِس عالم کی طرف متوجہ ہوجاتے تھے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حدیث شریف میں ''رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ'' جو مذکور ہے اس میں ردروح سے، روح مطہر کا جسم سے نکلنا اور سلام کے وقت پھر جسم کی طرف آنا مراد نہیں ہے، بلکہ روح اقدس کا استغراق اور محویت سے اپنی اصلی حالت پر لوٹ آنا مراد ہے اگر روح اقدس کا جسم سے نکلنا اور پھر جسم میں داخل ہونا مراد ہوتا تو حدیث شریف میں ''رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ'' کے بجائے ''رَدَّ اللّٰهُ عَلٰى جِسْمِيْ رُوْحِيْ'' ارشاد فرمایا جاتا، یعنی میری روح کو میرے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جب ایسا نہیں فرمایا گیا بلکہ یہ فرمایا گیا کہ ''روح میری طرف لوٹ آتی ہے'' تو اس کے یہی معنے ہوئے کہ مجھے اس عالم سے اِس عالم کی طرف افاقہ ہوتا ہے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اقدس سے نکلنا اور پھر اسی جسم اقدس میں داخل ہونا اور آپ کا اسی جسم خاکی کے ساتھ اپنی قبر شریف میں تشریف فرما ہونا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم بالا کو اٹھا لئے گئے اور آپ اسی جسم خاکی کے ساتھ اِس وقت عالم بالا میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوپر اٹھالئے جانے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی جسم خاکی کے ساتھ قبر مبارک میں تشریف رکھنے کی نظیر ملتی ہے، رہا روح مبارک کا جسم اطہر سے نکلنا اور پھر جسم اقدس میں واپس ہونا اس کی نظیر بھی الحمدللہ حضرت ادریس علیہ السلام کے واقعہ میں موجود ہے اور اس واقعہ کی تفصیل ذیل میں تفسیر روح المعانی سے درج کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم میں حضرت ادریس علیہ السلام کی شان میں ارشاد فرمایا ہے "وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" (اورہم نے اُن کواونچی جگہ اٹھالیا) تفسیر روح المعانی میں حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "مَكَانًا عَلِيًّا" سے مراد جنت ہے اس لئے کہ جنت سے بڑھ کر بلندی کسی مقام کو حاصل نہیں اور اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حِسًّا یعنی اس جسم خاکی کے ساتھ جنت میں پہنچائے گئے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے جنت میں اٹھائے جانے کی تفصیل یہ ہے کہ صاحب روح المعانی نے ابن المنذر کی تخریج سے عمر مولیٰ عفرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے ،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام بڑے پرہیزگار نبی مرسل تھے، آپ نے ہفتہ کے ساتھ دنوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا، تین دن لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتے اور باقی چار دن روئے زمین میں سیاحت فرماتے اور ایسی عبادت شاقہ فرمایا کرتے کہ تنہا آپ کی نیکیاں جو آسمان پر اٹھائی جاتی تھیں وہ اس زمانہ کے سارے انسانوں کی نیکیوں کے برابر ہوتی تھیں حضرت ادریس علیہ السلام کے تقویٰ عبادت اور نیکیوں کی وجہ سے ملک الموت کو آپ سے ملاقات کا شوق ہوا اور وہ آپ کی سیاحت کے دوران میں آپ کے پاس پہنچے اور آپ سے خواہش کی کہ اے اللہ کے نبی! اپنی صحبت بابرکت میں مجھے چند دن رہنے کی اجازت دیجئے! حضرت نے فرمایا کہ تمہارا گذارہ میرے ساتھ دشوار ہے لیکن اصرار پر آپ نے اجازت دے دی، دو دن تک ملک الموت آپ کی صحبت میں رہے، ان کے کھانا نہ کھانے اور عبادت سے نہ تھکنے کی وجہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ان سے فرمایا بخدا! تم انسان نہیں تو انہوں نے جواب دیا بیشک میں فرشتہ ہوں اور ملک الموت ہوں اور آپ سے للہ اور فی اللہ محبت رکھتا ہوں، یہ سن کر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دو دنوں میں آپ نے کسی کی روح قبض تو نہیں کی؟ ملک الموت نے جواب دیا کیوں نہیں؟ جس کسی کی روح قبض کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے میں نے اِس کی روح

قبض کردی ہے، اور سچ تو یہ کہ پوری دنیا میرے سامنے ایسی ہے جیسا کہ آدمی کے سامنے دسترخوان چُنا ہواور وہ جس چیز کو چاہے کھالیتا ہو یہ سن کر حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات اقدس کی قسم دیتا ہوں جس کے سبب تم نے مجھ سے محبت کر رکھی ہے کہ تم میری ایک ضرورت کو پوری کرو، ملک الموت نے کہا یا نبی اللہ! فرمائیے وہ کیا حاجت ہے؟ حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ موت کا مزہ چکھوں، پھر آپ میری روح مجھ پر واپس فرمادیں، ملک الموت نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ادریس علیہ السلام کی روح مبارک کو نکالا اور پھر واپس کردیا، اس کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کی فرمائش پر آپ کو دوزخ اور جنت دکھائی، جب آپ نے جنت دیکھی اور جنت کی خنکی، خوشبو اور گل وریحان دیکھے تو ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت میں داخل کرو کہ میں کچھ کھاؤں اور پیوں تا کہ جنت کی طلب اور شوق کا مجھ میں اضافہ ہوجائے، الغرض حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں داخل ہوئے میوے کھائے اور پانی پیا، اس کے بعد ملک الموت نے کہا اے نبی اللہ! اب تو تمہاری حاجت پوری ہوچکی ہے اب یہاں سے چلو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ہمراہ جنت میں داخل فرمادیں، حضرت ادریس علیہ السلام نے جنت کے ایک درخت کو پکڑ لیا اور فرمایا میں اب یہاں سے نہیں نکلوں گا اور اگر تم چاہو تو میں تم سے اس بارے میں مباحثہ بھی کرسکتا ہوں جس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اللہ تعالیٰ نے ملک الموت پر وحی نازل فرمائی کہ ادریس سے مباحثہ کرو! ملک الموت نے حضرت ادریس علیہ السلام سے فرمایا اے نبی اللہ! فرمائیے آپ کیا مباحثہ کرنا چاہتے ہیں؟ اس پر حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ“ (ہر شخص ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنے والا ہے) اور میں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا“ (تم میں سے کوئی ایسا بشر نہیں جو جہنم پر سے ہو کر نہ گذرے) اور میں جہنم پر سے گذر چکا ہوں) اور اہل جنت کیلئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے” وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ“ (اور جنتی کبھی جنت سے نکالے نہ جائیں گے) تو اللہ تعالیٰ نے جب مجھے جنت میں داخل فرمادیا ہے تو جنت سے کیسے نکل جاؤں؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت پر وحی نازل فرمائی کہ میرے بندے ادریس نے مباحثہ میں تم پر کامیابی حاصل کرلی، میری عزت وجلال کی قسم کہ یہ سب کچھ میرے علم میں تھا تو اے ملک الموت! ادریس کو چھوڑ دو کہ انہوں نے تم پر بڑی قوی حجت پیش کی ہے۔

اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد صاحب روح المعانی لکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی توصیف اور شان میں جو "وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا" فرمایا ہے کہ اس کا اقتضاء بھی یہی ہے۔ علاوہ ازیں تفسیر دُرمنثور میں بھی ایسی ہی تفصیل کے ساتھ ابن المنذر رہی کی تخریج سے عمر مولی عفرۃ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث مرفوع موجود ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی روح مطہرہ جسم سے نکالی گئی پھر واپس کی گئی اور آپ اب اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں۔

الغرض اوپر کے دونوں واقعات سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم بالا میں تشریف فرما ہیں، اور حضرت ادریس علیہ السلام کی روح مبارک آپ کے جسم اطہر سے نکالی گئی، پھر واپس کی گئی اور آپ اس وقت اسی جسم خاکی کے ساتھ جنت میں تشریف فرما ہیں تو اگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اطہر سے نکل کر پھر جسم اقدس میں داخل ہوئی اور آپ بھی اسی جسم خاکی کے ساتھ عالم برزخ میں اپنی قبر مبارک میں تشریف فرما ہیں تو کیا تعجب کی بات ہے؟

(17/36)بَابُ الدُّعَاءِ فِیْ التَّشَھُّدِ

(یہ باب قعدہ میں (تشہداور درود کے بعد) دعاء کرنے کے بیان میں ہے)

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ: ''وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ محمد پ26 ع2 میں) (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز میں ہوں یا غیر نماز میں) اپنے گناہوں سے جو صورتاً گناہ ہیں مغفرت مانگئے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے واقعی گناہوں سے بھی مغفرت مانگئے۔

ف: گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو واقعی گناہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، دوسرا گناہ یہ ہے کہ صورت تو گناہ کی ہے واقع میں گناہ نہیں بلکہ افضل عمل ترک کرکے جو افضل نہیں ہے اس کو اختیار کیا گیا ہے اسی واسطے مقربین کا افضل کام کو چھوڑ کر غیر افضل کام کا اختیار کرنا ان کے درجہ کے لحاظ سے گناہ سمجھا جائے گا بخلاف اس کے یہی عمل اگر عوام کریں وہ ان کے لئے گناہ نہیں بلکہ عبادت ہی ہوگا، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حَسَنَاتُ الاَبْرَارِ سَیِّئَاتِ الْمُقَرَّبِیْنَ (بعض وقت نیکوں کی نیکیاں مقربین کیلئے گناہ ہوجاتے ہیں) جیسے ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی آئے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کافر کو اسلام کی حقانیت سمجھا رہے تھے ایسے وقت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ بیچ میں دخل دے کر خود کچھ پوچھنے لگے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا یہ واقعہ سورہ ''عَبَسَ'' میں مذکور ہے، اب ظاہر ہے کہ ایک طرف مسلمان ہو اور دوسری طرف کافر ہو تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کے جواب کو ملتوی کرکے اس کافر کو اصل دین کی دعوت دینا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے؟ مگر اس کا فائدہ یقینی نہ ہونے سے افضل نہیں ہے اور مسلمان کے سوال کا جواب دے کر مسئلہ سمجھانا یہ بھی عبادت ہے اور اس کا فائدہ یقینی ہونے کی وجہ سے یہ افضل ہے، مسلمان کو چھوڑ کر کافر کو تفہیم کرنا گو افضل نہیں مگر اوروں کیلئے گناہ تو نہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہی عمل صورتاً گناہ سمجھا گیا اسی لئے یہ اور اسی طرح کے غیر افضل امور جو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاداً صادر ہوئے ہیں اگر چہ کہ وہ بھی عبادت ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لحاظ سے ان کو گناہ سمجھا گیا اور حکم کیا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے گناہوں سے جو صورتاً گناہ ہیں مغفرت مانگئے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے واقعی گناہوں سے بھی مغفرت مانگئے۔(بیان القرآن)

وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ " رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ نوح پ29ع2میں) (اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں پناہ لینے آیا ہے اس کو اور عام با ایمان مردوں کو اور با ایمان عورتوں کو بخش دیجئے۔)

قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعاء

1/1483- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (تشہد اور درود کے بعد سلام پھیرنے سے قبل) یہ دعاء پڑھا کرتے تھے، "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَحْیَا وَفِتْنَۃِ الْمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَ مِنْ الْمَغْرَمِ" اے اللہ! میں عذاب قبر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (مجھے اس سے بچائیے) اور میں کانے دجال کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں زندگی کے فتنوں سے اور موت کے فتنوں سے۔(مجھے ان سے بچائیے) الٰہی! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں گناہوں میں مبتلا ہونے سے اور قرض میں پھنسنے سے (مجھے ان سے بچائیے۔)

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ قرض سے بہت پناہ مانگا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: بات یہ ہے کہ آدمی جب قرض میں مبتلا ہوجاتا ہے تو ادائی میں جو دیری ہوتی ہے اس کی وجہ سے جھوٹ بولنے لگتا ہے اور قرض کی ادائی کا جو

وعدہ کرتا ہے اس کو پورا نہیں کرتا۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد جن چیزوں سے پناہ مانگنے کا حکم ہوا ہے، ان کا بیان

2/1484- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص (نماز کے آخری قعدہ میں) تشہد (اور درود سے فارغ ہو جائے) تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے کہ وہ اس کو ان چار چیزوں میں مبتلا ہونے سے بچائے۔ (1) جہنم کے عذاب سے، (2) قبر کے عذاب سے، (3) زندگی اور موت کے فتنوں سے اور (4) کانے دجال کے شر سے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قعدۂ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی دعا

3/1485- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح صحابہ کرام کو قرآن کی سورتیں سکھایا کرتے تھے اسی طرح یہ دعا بھی سکھاتے تھے۔(تاکہ قعدہ اخیر میں تشہد اور درود کے بعد اس کو پڑھا کریں۔)

''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ'' الٰہی میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں جہنم کے عذاب سے (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں قبر کے عذاب سے (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں کانے دجال کے فتنہ سے (مجھے اس سے بچائیے) اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے۔ (مجھے ان سے بھی بچائیے۔)

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درودشریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

4/1486- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی کوئی دعاء سیکھائیے جس کو میں نماز میں (تشہد اور درود کے بعد پڑھا کروں) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دعاء پڑھا کرو: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ'' اے اللہ! میں نے اپنے نفس پر بڑا ظلم کر کے گناہ کیا ہے اور آپ کے سوا کوئی گناہوں کا معاف کرنے والا نہیں ہے، اس لئے آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ آپ اپنے محض اپنے فضل وکرم سے میرے گناہ معاف فرمادیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے، یہ آپ کی شان سے بعید نہیں کیونکہ آپ بہت مغفرت کرنے والے ہیں اور بہت رحم کرنے والے ہیں۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درودشریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

5/1487- معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا سنو معاذ! اس میں کچھ شک نہیں کہ مجھے تم سے بہت محبت ہے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان) مجھے بھی سب سے زیادہ حضور سے ہی محبت ہے، اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا معاذ! میں تم کو بتقاضائے محبت ایک دعاء سکھاتا ہوں) اس کو تم نماز کے اخیر میں (تشہد اور درود کے بعد ضرور پڑھا کرو اور کبھی ترک نہ کرنا (وہ دعاء یہ ہے) ''رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ'' اے میرے پروردگار میری مدد کیجئے کہ میں آپ کا ذکر اور شکر ہمیشہ کیا کروں اور آپ کی عبادت ایسی

کیا کروں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم اس خیال سے عبادت کیا کروں کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

6/1488- شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (تشہد اور درود کے بعد) یہ دعاء پڑھا کرتے تھے''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْئَلُکَ شُکْرَ نِعْمَتِکَ وَ حُسْنَ عِبَادَتِکَ وَاَسْئَلُکَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا تَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا تَعْلَمُ'' اے اللہ! میں آپ سے مانگتا ہوں کہ آپ مجھ کو دین پر استقامت اور ثابت قدمی عطا کیجئے اور آپ سے یہ بھی مانگتا ہوں کہ ہدایت اور سیدھی راہ پر خوب ہمت سے جما رہوں اور یہ بھی مانگتا ہوں کہ آپ کی نعمتوں پر شکر کی توفیق ہو اور آپ کی عبادت ایسی کروں جس کو آپ پسند فرمائیں، اے میرے اللہ! میں آپ سے قلب سلیم مانگتا ہوں جو بُرے عقائد اور بُرے اخلاق سے پاک ہو، اور ایسی زبان مانگتا ہوں کہ جب کہے سچ کہے، اے اللہ! میں کچھ نہیں جانتا آپ کو ہر چیز کی خبر ہے آپ جس کو میرے لئے خیر سمجھتے ہیں وہ دیجئے اور جس چیز کو آپ میرے لئے شر سمجھتے ہیں مجھے اس سے بچایئے، اے میرے اللہ! میں گناہ کیا اور بھول گیا میرے سب گناہوں کی آپ کو خبر ہے ان سب گناہوں کو جن کو آپ جانتے ہیں بخش دیجئے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے اور امام احمد نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

قعدہ اخیرہ میں درود شریف کے بعد کبھی یہ الفاظ بھی پڑھے گئے ہیں

7/1489- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں تشہد (اور درود کے) بعد (بعض وقت) یہ الفاظ بھی پڑھے ہیں، ''اَحْسَنُ الْکَلَامِ کَلَامُ

اللّٰهِ وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ)'' سب کلاموں سے بہتر کلام، اللہ کا کلام ہے اور سب طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

ختم نماز پر سلام پھیرنے کا مسنون طریقہ

8/1490- عامر بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا کہ (ختم نماز پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پھیرنا میری نظروں کے سامنے ہے مجھے خوب یاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے طرف اور پھر بائیں طرف سلام کے وقت چہرہ مبارک کو اتنا پھیرتے تھے کہ پیچھے والوں کو آپ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز کو دو سلاموں سے ختم کرنے کا ثبوت اور اس کا مسنون طریقہ

9/1491- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ختم نماز پر) اپنی داہنی طرف چہرۂ مبارک پھیرتے ہوئے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ'' فرماتے تھے یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے رخسار مبارک کی سفیدی پیچھے والوں کو دکھائی دیتی تھی اور پھر بائیں جانب چہرہ مبارک پھیرتے ہوئے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ فرماتے تھے یہاں تک کہ (پیچھے والوں کو) آپ کے بائیں رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی تھی

(اس کی روایت ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے کی ہے۔)

10/1492- اور ابن ماجہ نے بھی عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کو سلام سے ختم کرنے کے بارے میں جتنی روایتیں آئی ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح حدیث یہ ہے کہ نماز کے ختم پر دو سلام ہیں اور اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

اکثر اہل علم صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء کا اتفاق ہے۔

امام اور مقتدی دونوں کو سلام پھیرتے وقت کیا نیت کرنی چاہیئے؟ اس کی تفصیل

11/1493- سَمُرَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (یعنی مقتدیوں کو) حکم دیا ہے کہ ہم (ختم نماز پر سلام پھیرتے وقت) یہ نیت کریں کہ ہم امام کے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ ہم نمازی ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے رہیں (اور آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے سلام سے) اس لئے امام اور مقتدی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں۔ (تا کہ آپس میں محبت پیدا ہو۔) اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔

12/1494- اور بزار کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہم مقتدی (نماز کے ختم پر) نیت کریں کہ ہم امام کے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور یہ بھی نیت کریں کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہیں۔

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ امام اور مقتدی آپس میں ایک دوسرے کو سلام کریں اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب امام ختم نماز پر اپنے سیدھے طرف سلام پھیرے تو سیدھے طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے اور جب امام بائیں طرف سلام پھیرے تو بائیں طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے یہ امام کے سلام کی کیفیت ہے، اب رہا مقتدی کا سلام تو اس کی تین حالتیں ہوں گی، (1) ایک امام کے سیدھے جانب والے مقتدی، (2) دوسرے امام کے بائیں جانب والے مقتدی، اور (3) تیسرے وہ مقتدی جو امام کے بالکل پیچھے محاذی ہوں ہر ایک کے سلام کی صورت اس طرح ہوگی۔

(1) امام کے سیدھے جانب والے مقتدی جب اپنے سیدھے طرف سلام پھیریں تو اپنے ساتھ سیدھے جانب کے نماز پڑھنے والوں اور سیدھے جانب کے فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کریں اور جب یہ اپنے بائیں جانب سلام پھیریں تو اپنے ساتھ بائیں جانب کے نماز پڑھنے والوں اور بائیں جانب کے فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کے ساتھ امام کے سلام کا جواب دینے کی بھی نیت کریں۔

(2) امام کے بائیں جانب والے مقتدی جب اپنے سیدھے جانب سلام پھیریں تو امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کے ساتھ اپنے سیدھے جانب کے نماز پڑھنے والوں کی اور سیدھے جانب کے فرشتوں پر بھی سلام کرنے کی نیت کریں اور جب یہ اپنے بائیں جانب سلام پھیریں تو اپنے ساتھ بائیں جانب کے نماز پڑھنے والوں اور بائیں جانب کے فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کریں۔

(3) اور جو مقتدی امام کے بالکل پیچھے محاذی ہوں وہ اپنے سیدھے جانب سلام پھیرتے وقت امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کے ساتھ اپنے سیدھے جانب کے نماز پڑھنے والوں اور سیدھے جانب کے فرشتوں پر بھی سلام کی نیت کریں اور اسی طرح جب وہ اپنے بائیں جانب سلام پھیریں تو اس وقت بھی امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کے ساتھ ساتھ اپنے بائیں جانب کے نماز پڑھنے والوں اور بائیں جانب کے فرشتوں پر بھی سلام کی نیت کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے پیچھے محاذی ہونے کی صورت میں پہلی دوصورتوں کے برخلاف ہر دو جانب سلام پھیرتے وقت امام کے سلام کا جواب دینے کی نیت کرے گا، یہ تفصیل اس نماز کی ہے جو جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اور جو تنہا نماز پڑھنے والا ہے اس کو چاہئے کہ ختم نماز پر دونوں جانب سلام پھیرتے وقت کراماً کاتبین اور محافظ فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔(مرقات، ردالمحتار، اشعۃ اللمعات۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے

13/1495- سَمُرَہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو جاتے تو پلٹ کر ہماری جانب رخ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث

14/1496- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ اعتقاد کر کے شیطان کو اپنی نماز کا حصہ دار بنا لے کہ سلام کے بعد مجھے سیدھی جانب ہی

پلٹنا چاہئے (کیوں کہ کسی غیر لازم امر کو اپنے اوپر لازم قرار دینے کا اعتقاد کرنا شیطان کے تابع ہونا ہے) حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب بھی پلٹتے دیکھا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث

15/1497- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کے بعد اکثر اوقات اپنی بائیں جانب حجرہ مبارک کی طرف رخ فرما کر بیٹھا کرتے تھے۔(اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنہ میں کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے؟ اس پر ایک اور حدیث

16/1498- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلام کے بعد) کبھی اپنے سیدھے جانب پلٹا کرتے تھے۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نماز ختم کرتے ہی امام کو کس طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہئے اس پر ایک اور حدیث

17/1499- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہماری خواہش رہتی تھی کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے داہنے جانب رہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سلام کے بعد) سیدھی جانب پلٹ کر ہماری جانب رخ فرماتے تھے، حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے ہوئے سنا ہے "رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ" اے پروردگار! جس دن آپ لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کریں گے تو مجھے اس دن اپنے عذاب سے بچائے رکھئے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ نمازیں جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر اور عصر،

ان میں امام کو اختیار ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد داہنی جانب پلٹ کر بیٹھ جائے یا بائیں جانب پلٹ کر بیٹھے اور مستحب یہ ہے کہ جس جانب امام کو جانے کی حاجت ہو اس جانب پلٹ کر بیٹھ جائے اور اگر دونوں جانب برابر ہوں تو پھر داہنی جانب افضل ہے اور ایک ہی جانب پلٹ کر بیٹھ جانے کو واجب جاننا بدعت اور مکروہ ہے اور بلا اعتقاد وجود ایک ہی جانب پلٹ کر بیٹھ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، اور عشاء تو امام کو چاہیئے کہ سلام پھیرنے کے بعد بہت دیر تک دعاء نہ مانگے بلکہ مختصر دعاء مانگ کر سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے ۔(اعلاء السنن ۔ عالمگیری ۔)

فرض نمازوں کے بعد سنن اور نوافل کیلئے جگہ تبدیل کرنے کا بیان

18/1500- مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ امام فرض نماز پڑھ چکا ہو، وہاں کوئی اور نماز (سنن و نوافل) نہ پڑھے جب تک وہ جگہ تبدیل نہ کرے ۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے ۔)

فرض نمازوں کے بعد سنن اور نوافل کیلئے جگہ تبدیل کرنے کے بیان پر دوسری حدیث

19/1501-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص فرض نماز پڑھنے کے بعد اس بات سے عاجز ہے کہ نوافل ادا کرنے کیلئے فرض نماز کی جگہ سے ہٹ کر آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے یا اپنی دائیں بائیں جانب کھڑا ہو جائے حالانکہ یہ کچھ ایسا مشکل کام نہیں ہے کہ جس کے کرنے سے عاجز ہو، لہٰذا ہر شخص کو اس کا اہتمام کرنا چاہیئے ۔)(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے ۔)

ختم نماز پر مقتدیوں کا امام کی دعاء سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے

20/1502-ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کھڑی ہو جاتی تھیں (اور مردوں سے پہلے

مسجد سے چلی جاتی تھیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے تھے (تا کہ مرد اور عورتیں مسجد سے نکلتے وقت ایک دوسرے سے مل نہ جائیں) (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی مقدار معین نہ تھی بلکہ حالات کے لحاظ سے نمازوں کے بعد بیٹھنے کی مقدار مختلف ہوا کرتی تھی ، جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ'' کی مقدار بیٹھتے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہ ہوں اِن میں بقدر دعاء یا احکام الٰہی بیان کرنے کی مقدار تشریف رکھتے اور فجر کی نماز میں سورج کے طلوع ہونے تک تشریف فرما ہوتے تھے) پھر جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو لوگ بھی کھڑے ہو جاتے تھے ۔ (اس سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ امام کے اٹھنے سے پہلے نہ اٹھیں ۔) (اس کی روایت بخاری نے کی ہے ۔)

ختم نماز پر مقتدیوں کا امام کی دعاء سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے

21/1503- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرامؓ کو ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھنے کی ترغیب دلاتے اور سلام کے بعد (ذکر اور دعاء میں شرکت کئے بغیر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اٹھ کر (مسجد سے) چلے جانے سے منع فرماتے ۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے ۔)

(18/37) بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ

(یہ باب نماز کے بعد دعاء اور ذکر کرنے کے بیان میں ہے)

فرض نمازوں کے بعد اللہ اکبر کہنے کی تحقیق

1/1504- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ اکبر کی آواز سننے سے مجھے اطلاع ہوتی تھی کہ حضور گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوگئے ۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: ابوالحسن ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں اس حدیث کی اس طرح تاویل کی ہے کہ حدیث شریف میں فرض نماز کے بعد اللہ اکبر جہر سے کہنے کا جو ذکر ہے وہ ہر فرض نماز سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق جہاد کے موقع سے ہے جبکہ مجاہدین ہر فرض نماز کے بعد اللہ اکبر جہر سے کہا کرتے تھے تاکہ کفار پر رعب طاری ہو، اگر اس حدیث سے یہی مراد ہے تو یہ عمل اب بھی جاری ہے کہ مجاہدین جب نماز پنجگانہ سے فارغ ہوں تو ان کے لئے مستحب ہے کہ وہ ہر فرض نماز کے بعد دشمن کو ڈرانے کے لئے آواز سے اللہ اکبر کہا کریں۔

ابن بطال رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس کا تعلق مجاہدین کے ہر فرض نماز کے بعد جہر سے اللہ اکبر کہنے سے نہیں ہے، بلکہ اس حدیث سے یہ مراد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے ختم ہونے کے بعد جہر سے اللہ اکبر فرمایا کرتے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو ختم نماز کی علامت سمجھتے تھے تو یہ عمل اب اجماع سے منسوخ ہے کیوں کہ ہم نے نماز کے ختم پر بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے کے قائل کسی عالم کو نہیں پایا۔

صاحب بنایہ نے امام ابوبکر رازی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ایام تشریق کے سوا دوسرے ایام میں فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مسنون نہیں ہے بلکہ جہر سے اللہ اکبر کہنے کے مواقع یہ ہیں: جبکہ دشمنوں کے مقابل ہوں یا ڈاکہ زنوں

کے مقابل ہوں یا آگ لگی ہواور ایسے ہی تمام خوف اور دہشت کے موقعوں پر جہر سے اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔

فرض نمازوں کے بعد کبھی یہ دعاء بھی پڑھی گئی ہے

2/1505- عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فرض) نماز کے سلام پھیرنے کے بعد (تعلیماً) یہ دعاء بلند آواز سے فرماتے تھے "لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، سارا اقتدار اعلیٰ اسی کا ہے اور اسی کے لئے سب تعریف ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے گناہوں سے باز رہنا اور نیکیاں کرنا بغیر اللہ کی مدد کے نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس لئے ہم اس کی عبادت کرتے ہیں، سب نعمتیں اسی کی دی ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ فضیلت اسی کو ہے، جتنی بہترین تعریفیں ہیں سب اسی کو سزاوار ہیں (پھر ہم کہتے ہیں کہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے ہم اسی کی طاعت وعبادت اخلاص سے کرتے ہیں، ہمارا یہ اخلاص گو کافروں کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فرض نماز کے بعد دعاء کرنے کا ثبوت

3/1506- ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کس وقت کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ رات کے آخری نصف کے درمیانی وقت کی دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے، ایسا ہی فرض نمازوں کے بعد کی دعاء بھی بہت مقبول ہوتی ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا ثبوت

4/1507-اسود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر ادا کی، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (ختم نماز پر) سلام پھیرا تو پلٹ گئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعاء فرمائی۔(اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کی ہے اور اس حدیث کی تائید ابن سنی کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت انہوں نے کتاب "عَمَلُ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةُ" میں انس رضی اللہ عنہ سے کی ہے کہ

5/1508- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بندہ ہر (فرض) نماز کے بعد دونوں ہاتھ پھیلا کر یوں دعاء کرتا ہے "اَللّٰهُمَّ اِلٰهِيْ وَاِلٰهُ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وِاِلٰهُ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَ اِسْرَافِيْلَ اَسْئَلُكَ اَنْ تَسْتَجِيْبَ دَعْوَتِيْ فَاِنِّيْ مُضْطَرٌّ وَ تَعْصِمَنِيْ فِيْ دِيْنِيْ فَاِنِّيْ مُبْتَلًى وَتَنَالَنِيْ بِرَحْمَتِكَ فَاِنِّيْ مُذْنِبٌ وَتَنْفِيَ عَنِّي الْفَقْرَ فَاِنِّيْ مُتَمَسْكِنٌ" (اے اللہ! میرے معبود! اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہم السلام کے معبود! اور جبرئیل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کے معبود! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میری دعاء قبول فرمائیں اس لئے کہ میں بیقراری اور پریشانی کی حالت میں دعاء کر رہا ہوں، اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے دین کی حفاظت فرمائیں اس لئے کہ میں آزمائش میں پھنسا ہوا ہوں اور میں یہ بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنی رحمت سے میرے گناہوں کو معاف فرما دیجئے، اس لئے کہ میں گنہگار ہوں اور میری یہ بھی عرض ہے کہ آپ میری محتاجی کو دور فرما دیں اس لئے کہ میں محتاج وتنگدست ہوں۔) تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ایسے شخص کی دعاء کو قبول فرمالے اور اس کے ہاتھوں کو ناکام نہ لوٹائیں۔

ف: مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ان احادیث سے فرض نماز

کے بعد دعاء کرنا اور دعاء میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا یہ دونوں باتیں سید الانبیاء اور پیشوائے اتقیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جو علماء اذکیاء پر مخفی نہیں۔

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں، ان کے بعد مختصر دعاء کرنے کا بیان

6/1509- ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوتی ہیں) ان کا سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر ''**اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ**'' (اے اللہ! آپ تمام عیوب اور نقصانوں سے پاک وسالم ہیں اور تمام بندوں کو بلیات وآفات سے سلامت رکھتے ہیں آپ بہت برکت والے ہیں اے وہ پاک ذات! عظمت وجلال کے آپ ہی مستحق ہیں) کہنے کی مقدار بیٹھتے۔ (پھر مختصر دعاء فرماتے اور سنتوں کے لئے کھڑے ہو جاتے۔)

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

جن فرضوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں فصل کرنے کے لئے مختصر دعاء کرنے کا بیان

7/1510- ازرق بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک امام نے نماز پڑھائی جنہیں ابورمثہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا (ازرق کا بیان ہے کہ) ابورمثہ نے کہا کہ میں نے بھی (ایک دفعہ) یہ نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی تھی، ابورمثہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیدھی جانب کھڑے ہوئے تھے، ایک شخص تکبیر تحریمہ میں آکر شریک نماز ہوا (اور وہ مسبوق نہ تھا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم نماز پر اپنے سیدھے اور بائیں جانب سلام پھیرا یہاں تک کہ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آئی، ابورمثہ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری

طرح قبلہ کی طرف سے پھر کر بیٹھے تو وہی شخص جو تکبیر تحریمہ میں آ کر شریک نماز ہوا تھا (بغیر کسی توقف کے اور جگہ بدلنے کے)سنتیں ادا کرنے کے لئے فوراً کھڑا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے اور اس شخص کے دونوں کندھوں کو پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اہل کتاب اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان (ایسا) فصل نہیں کرتے تھے (جس سے معلوم ہو سکے کہ فرض ختم ہو چکے ہیں اور سنتیں شروع ہو رہی ہیں) اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر اٹھا کر دیکھے اور ارشاد فرمائے اے ابن الخطاب (تم نے سچ کہا) اللہ تعالیٰ ایسا ہی تمہارے ذریعہ سے لوگوں کی صحیح رہبری فرمائے۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں فرض نمازوں اور سنتوں کے درمیان فصل کرنے کا ذکر ہے، فصل کی کیا مقدار ہونی چاہئے اس کو شرح منیہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایسی فرض نمازوں کے ختم پر جن کے بعد سنتیں ہوں ''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ''کا پڑھنا یا اس کے مقدار کوئی اور مختصر دعاء کرنا فصل ہے اس طرح مختصر فصل کر کے سنتوں کا پڑھنا مسنون ہے، اگر مختصر دعاء کے بجائے طویل دعائیں کی جائیں یا دیگر اوراد و وظائف پڑھ کر سنتوں کی ادائی میں دیر کی جائے تو اس سے سنتیں ادا تو ہو جائیں گی لیکن سنتوں کے ادا کرنے کا جو مسنون وقت ہے وہ فوت ہو جائے گا اور تاخیر کے ساتھ سنتوں کی اس طرح ادائی مکروہ تنزیہی ہوگی۔ ردالمختار میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں، ان میں فصل کرنے کے لئے مختصر دعاء کرنے کا بیان

8/1511- ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے ختم پر جب سلام پھیرتے تو تین دفعہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ سے میں اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں) کہنے کے بعد اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ فرماتے (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے، اس سے اِن کا سنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے

9/1512- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ فرماتے تھے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُـلِّ شَـىْءٍ قَـدِيْـرٌ. اَللّٰهُـمَّ لَامَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَامُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِـنْكَ الْـجَدُّ'' (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی اصل حکومت ہے اور اسی کو سب تعریف سزاوار ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے اے اللہ! جب آپ کسی کو دینا چاہیں تو اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جب آپ کسی کو نہ دینا چاہیں تو اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی مالدار کو اس کا مال آپ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے، اس سے ان کا سنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے، اس پر دوسری حدیث

10/1513- عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مغرب کی (کی سنت کے) اور نماز فجر کے فرض کے بعد کسی طرف پلٹے بغیر اس حالت میں کہ وہ ہیئت نماز پر ہی اپنے پیروں کو موڑے ہوئے (یعنی تشہد میں جیسا بیٹھا تھا ویسا ہی بیٹھا ہو) یہ دعاء دس بار کہے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰـهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِى وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ'' تو ہر بار کے کہنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے

دس درجے بلند کردیئے جاتے ہیں اور وہ شخص تمام دن ہر آفت و ناپسندیدہ چیز اور شیطان مردود سے اللہ کی حفاظت ونگہبانی اور امان میں رہے گا (یہ دعاء پڑھنے کے بعد پھر اگر اس سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس دعاء کی برکت سے اس کو توبہ کی توفیق ہوگی) اور وہ اس گناہ کی وجہ سے عذاب میں گرفتار نہ ہوگا، ہاں اگر اس نے اس دعاء کے پڑھنے کے بعد شرک کیا (تو اس دعاء میں جو توحید تھی وہ شرک سے زائل ہوگئی اور وہ مذکورہ ثواب سے محروم ہوکر عذاب میں گرفتار ہوجائے گا) اور اس دعاء کے پڑھنے والے کے نیک عمل اُن لوگوں کے مقابلہ میں جو اس کو نہ پڑھتے ہوں زیادہ لکھے جائیں گے البتہ جو شخص اس دعاء کو دس مرتبہ سے زیادہ پڑھے تو اس کے اعمال اس دس مرتبہ پڑھنے والے کے اعمال سے زیادہ ہوں گے۔

(اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

11/1514- اور ترمذی نے بھی ابوذر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

ف: اس حدیث میں صلوٰۃ مغرب کے بعد مذکورہ دعاء پڑھنے کا جو ذکر ہے یہاں صلوٰۃ مغرب سے مراد فرض معہ سنت ہے کیوں کہ صلوٰۃ مغرب کا اطلاق فرض اور سنت دونوں پر ہوتا ہے اس لئے اس دعاء کو پڑھنے والا مغرب کی دوسنتوں کے پڑھنے کے بعد ہیئت نماز پر ہی جیسے کہ وہ تشہد میں بیٹھا تھا ویسے ہی بیٹھے ہوئے یہ دعاء پڑھے البتہ فجر کے فرض کے بعد چونکہ سنتیں نہیں ہیں اس لئے فجر کے فرض کے بعد بھی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے یہ دعاء پڑھے۔

اور ترغیب وترہیب میں نسائی کی جو روایت مذکور ہے اس میں بجائے مغرب کے عصر کا ذکر ہے اس لئے فجر اور عصر کے فرض کے بعد اسی ہیئت نماز پر یہ دعاء پڑھی جائے تو اس کے پڑھنے والے کو مذکورہ ثواب حاصل ہوگا۔ (اعلاء السنن)

فرض نمازوں کے بعد جن اذکار کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے ان کا سنتوں کے بعد ادا کرنا مراد ہے اس پر تیسری حدیث

12/1515- کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ الفاظ فرض نماز کے بعد پڑھنے کے ہیں جن کا پڑھنے والا (جنت اور ثواب سے) محروم نہیں ہوسکتا وہ الفاظ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰه، تینتیس بار اَلْحَمْدُلِلّٰه اور چونتیس بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنا چاہئے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث میں فرض نمازوں کے بعد جن تسبیحات کے پڑھنے کا ذکر ہے اس سے فرض کے بعد سنتوں سے پہلے ہی ان تسبیحات کا پڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ سنتوں کے بعد ان تسبیحات کو پڑھنا چاہئے کیونکہ سنتیں فرائض کے لواحق، توابع اور مکملات ہیں اس لئے (ان تسبیحات کا سنتوں کے بعد پڑھا جانا گویا فرض کے بعد ہی پڑھا جانا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو چیزیں سنتوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں ان کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فرائض کے بعد ہی پڑھی گئیں۔ (ردالمحتار)

نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰه، اَلْحَمْدُلِلّٰه اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھنے کی فضیلت

13/1516- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ایک بار) چند فقراء مہاجرین نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے) بڑے بڑے درجات اور لازوال نعمت کے حصول میں دولت مند لوگ (صدقہ اور خیرات کی وجہ سے) ہم سے سبقت لے گئے، فرمایا کس طرح؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں یہ بھی پڑھتے ہیں، جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں یہ بھی رکھتے ہیں، مگر یہ خیرات کرتے ہیں اور ہم خیرات نہیں کر سکتے، یہ غلام، باندی آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے تو حضور علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بتاتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے تم ثواب حاصل کرنے میں اپنے سے آگے بڑھ جانے والوں تک پہنچ جاؤ گے اور پیچھے رہنے والوں میں سے کوئی شخص تمہاری برابری کو نہ پہنچ سکے گا اور کوئی شخص تم سے افضل نہ ہوگا، ہاں جو تمہاری طرح کرے گا وہ تمہارے برابر ہو جائے گا مہاجرین نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ ضرور فرمائیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبۡحَانَ اللّٰه ،تینتیس بار اَلۡحَمۡدُلِلّٰہ اور چونتیس بار اَللّٰهُ اَكۡبَرُ پڑھا کرو ابوصالح راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ کچھ زمانہ بعد فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کئے کہ ہمارے دولت مند بھائیوں کو ہمارے اس عمل کا پتہ چل گیا ہے اور وہ بھی ہماری طرح ان تسبیحات کو پڑھنے لگے ہیں (اب ہم کیا کریں؟) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو خدا داد فضل ہے خدا جس کو چاہتا ہے سرفراز فرماتا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔) ابوصالح راوی کا قول ''آخر تک'' نہیں ہے سوائے مسلم کے۔

14/1517- اور بخاری کی ایک روایت میں تینتیس کے بجائے دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمدللہ اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہنا ہر فرض نماز کے بعد ذکر ہے۔

نمازوں کے بعد سُبۡحَانَ اللّٰه، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰه اور اَللّٰهُ اَكۡبَر پڑھنے کی فضیلت پر

دوسری حدیث

15/1518- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کے بعد چونتیس بار سُبۡحَانَ اللّٰه ،تینتیس بار اَلۡحَمۡدُ لِلّٰه اور تینتیس بار اَللّٰهُ اَكۡبَر پڑھے گا تو یہ ننانوے دفعہ ہوئے اور سو کی تکمیل کے لئے ایک بار'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَاشَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡر'' کہے گا تو اس کے کل گناہ معاف کردیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے کف کے برابر ہوں۔(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

نمازوں کے بعد سُبۡحَانَ اللّٰه، اَلۡحَمۡدُلِلّٰه اور اَللّٰهُ اَكۡبَر پڑھنے کی فضیلت پر

تیسری حدیث

16/1519- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حکم دیا گیا

ہے کہ ہم ہر نماز کے بعد تینتیس بار سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس بار اَلْحَمْدُلِلّٰہ اور چونتیس بار اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھا کریں، اس کے بعد ایک انصاری کے خواب میں فرشتہ نے آ کر پوچھا کہ کیا آپ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد اتنی بار سُبْحَانَ اللّٰہ اور اتنی بار "اَلْحَمْدُلِلّٰہ" اور اتنی بار اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھنے کا حکم دیا ہے؟ ان انصاری نے خواب میں جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی حضو علیہ السلام کا حکم ہوا ہے، یہ سن کو خواب ہی میں اس فرشتے نے کہا کہ ان تینوں کلمات کی تعداد کو (25,25) بار کرلو اور اس میں (25) بار لَااِلٰـہَ اِلَّااللّٰـہ کا بھی اضافہ کردو اس طرح یہ سو ہوئے) جب صبح ہوئی تو انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اس پر بھی عمل کرو تو بہتر ہے۔

(اس کی روایت امام احمد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

نماز کے بعد پڑھا جانے والا ایک تعوّذ

17/1520- سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کو یہ کلمات سکھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد (ذیل میں آنے والی چیزوں سے ان الفاظ میں پناہ مانگتے تھے، "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ" (اے اللہ! مجھے بزدلی اور کم ہمتی سے بچایئے، اے اللہ مجھے بخل سے بچایئے ایسا نہ ہو کہ میں مال خرچ کرنے کی جگہ خرچ نہ کروں اور ایسا نہ ہو کہ لوگوں کو علم پہنچانے میں کوتاہی کروں اور نہ ایسا ہو کہ جہاں مجھے خیر خواہی کرنا ہے وہاں خیر خواہی نہ کروں، اے اللہ! مجھے ایسی عمر کو نہ پہنچایئے کہ جس میں قویٰ ناکارہ ہوجانے سے میں آپ کی عبادت نہ کرسکوں، اے اللہ! مجھے دنیا کے فتنہ سے بچایئے کہ دنیا اپنی زیب و زینت کے ساتھ میرے سامنے آ کر میرا دل لبھائے اور آخرت کو بھلا دے، اے اللہ! مجھے قبر کے عذاب سے بچایئے

کہ مجھ سے ایسے کام نہ ہوں جن کی وجہ سے قبر میں عذاب ہونے لگے۔

(اس کی روایت بخاری نے کی ہے۔)

نمازوں کے بعد معوّذ تین پڑھنے کا بیان

18/1521- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر نماز کے بعد ''قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ'' اور'' قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ'' کی سورتوں کو پڑھ لیا کروں۔

(اس کی روایت امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور بیہقی نے بھی الدعوات الکبیر میں اس کی روایت کی ہے۔)

نمازوں کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے کی فضیلت

19/1522- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی منبر پر کھڑے ہو کر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص آیت الکرسی کو ہر نماز کے بعد پڑھتا ہے تو اس کے لئے جنت میں داخل ہونے سے موت کے بعد قبر میں رہنے کے سوائے کوئی اور چیز مانع نہ ہوگی (جب قبر سے اٹھے گا تو جنت میں داخل ہو جائے گا اور قیامت کے سب تکالیف سے محفوظ رہے گا) اور جو شخص سوتے وقت بستر پر لیٹ کر آیت الکرسی پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معہ اس کے گھر کے آفات و بلیات سے محفوظ رکھتے ہیں اور اسی طرح اس کے پڑوس کے گھر کو اور اس کے اطراف کے گھر والوں کو بھی آفات و بلیات سے محفوظ رکھیں گے۔

(اس کی روایت بیہقی نے شعب الایمان میں کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ''صلاۃ، یعنی نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے کا ذکر ہے اور صلاۃ کا اطلاق فرض اور سنت دونوں پر ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آیۃ الکرسی کو سنتوں کے بعد پڑھنا چاہئے۔

اسی طرح جن جن حدیثوں میں فرض نمازوں کے بعد وظائف اور اوراد پڑھنے کا ذکر ہے، وہاں بھی یہی مراد ہے کہ ان وظائف کو سنتوں کے بعد ہی پڑھنا چاہئے اس لئے کہ سنتیں فرائض کے تابع ہیں البتہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں وہاں آیۃ الکرسی یا دیگر وظائف کو فرض کے بعد ہی پڑھنا چاہئے۔(ردالمحتار۔)

فجر اور عصر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے کی فضیلت

20/1523- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (فرض کرو کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد غلام ہوگئی ہے تو شرافت نسبی کی وجہ سے ان کو آزاد کرنا بہت بڑے ثواب کی بات ہے مگر مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے چار غلام آزاد کرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں، جو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں (اسی طرح) مجھے چار غلام آزاد کرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں جو اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز فجر کے بعد ذکر میں بیٹھے رہنے کی فضیلت

21/1524- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب ایک فوج روانہ فرمائی اس فوج نے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور بہت جلد واپس آگئی ہم میں سے ایک ایسے شخص نے جو اس فوج کے ساتھ نہیں گیا تھا کہا ہم نے اس لشکر سے زیادہ کسی لشکر کو اتنا جلدی واپس آتے اور اتنا زیادہ مال غنیمت لاتے نہیں دیکھا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو اس جماعت کا پتہ نہ دیدوں جو مال غنیمت لوٹنے میں بہتر اور واپس ہونے میں اس سے بھی تیز تر ہو؟ (لوسنو) یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں حاضر ہوں (یعنی صبح کی نماز جماعت سے

پڑھیں) پھر بیٹھ کر آفتاب طلوع ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں تو یہ لوگ اس سے جلد واپس آنے والے اور بہتر مال غنیمت حاصل کرنے والے ہیں (کیونکہ اُن لوگوں کو متاع دنیا ہاتھ لگی اور وہ فانی ہے اور ان کو تھوڑی دیر میں بہت ثوابِ عقبیٰ حاصل ہوا اور وہ باقی ہے۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز فجر کے بعد ذکر میں بیٹھنے اور اشراق پڑھ کر اٹھنے کی فضیلت

22/1525- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی پھر (مسجد ہی میں بیٹھ کر سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرتا رہا (پھر سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے پر) دو رکعت نماز پڑھ لی تو اس کو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا، انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا اس کو پورے حج اور عمرے کا ثواب ملے گا۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

(19/38) بَابُ مَالَا يَجُوْزُ مِنَ الْعَمَلِ فِي الصَّلَاةِ وَمَايُبَاحُ مِنْهُ

(یہ باب ان اعمال کے بیان میں ہے جن کا نماز میں کرنا جائز ہے

اوران اعمال کے بیان میں ہے جن کا نماز کی حالت میں کرنا' ناجائز ہے

(یعنی اس باب میں نماز کے مفسدات، مکروہات اور مباحات کا ذکر ہے)

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ '' وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ'' (سورہ بقرہ پ2ع31 میں)اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے (عمل کثیر سے بچتے ہوئے)ادب ٹ سے کھڑے رہو''۔

وَقَوْلُهٗ '' الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ''(سورہ مومنون پ18ع1 میں)اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''وہ لوگ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں''۔

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے

1/1526- معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اتفاق سے جماعت میں سے ایک شخص کو چھینک آئی جس کے جواب میں، میں نے یرحمک اللہ کہا تو لوگوں نے مجھے (آنکھ پھرا کر بغیر چہرہ پلٹائے) گھور کر دیکھا میں نے کہا افسوس تم مجھے کیوں گھور کر دیکھ رہے ہو، یہ سن کر لوگ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ قعدہ میں ہوا ہوگا جس میں رانوں پر ہاتھ مارنا عمل قلیل ہونے کی وجہ سے فاسدِ نماز نہیں ہوا) جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں،غصہ تو بہت آیا لیکن میں خاموش ہوگیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے،میرے ماں باپ حضور پر قربان، میں نے کسی کو حضور سے قبل نہ بعد کبھی آپ سے بہتر تعلیم دینے والا نہ دیکھا، خدا کی قسم حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو مجھے جھڑکا نہ مارا، اور نہ برا بھلا کہا بلکہ ارشاد فرمایا میاں! یہ نماز ہے اس میں کوئی بات لوگوں کی گفتگو کی قسم سے (کسی طرح) ٹھیک نہیں، (نہ عمداً نہ سہواً نہ اصلاحِ صلاۃ کے لئے نہ کسی اور غرض سے خواہ واقف سے ہو یا ناواقف سے) کیوں کہ نماز تو تسبیح، تکبیر اور قراۃ قرآن (اور انہی کے مشابہ اعمال) کا نام ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے لوگوں میں ہوں جو ابھی ابھی اسلام لائے ہیں اور عہد جاہلیت سے میرا زمانہ قریب ہی ہے، اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے سرفراز فرمایا لیکن اب بھی ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں کے پاس جایا کرتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا تم نہ جایا کرو، پھر میں نے عرض کیا ہم میں بعض لوگ شگون لیتے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ محض ان کے دلوں کا وہم ہے اس لئے ان کو شگون کی وجہ سے کام سے نہیں رکنا چاہئے، معاویہ بن الحکم نے کہا میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم میں بعض لوگ (علم جفر کے ذریعہ) لکیریں کھینچ کر کچھ حال معلوم کرلیا کرتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک نبی (علم جفر کی) لکیریں کھینچا کرتے تھے (جن کا یہ معجزہ تھا) اب جس شخص کی لکیریں ان کی لکیروں کے موافق ہوں گی تو اس کے لئے مباح ہے (لیکن موافقت کا یقینی علم تو ممکن نہیں اس لئے یہ ناجائز ہے۔) (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے "اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَایَصْلُحُ فِیْهَا شیءٌ مِنْ کَلَامِ النَّاسِ" (یہ نماز ہے اس میں کلام ناس یعنی لوگوں سے بات چیت (کسی طرح) ٹھیک نہیں، اس بارے میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں کلام ناس کی نماز میں ممانعت مطلقاً مذکور ہے کہ جس میں عمداً یا سہواً واقف سے ہو یا ناواقف سے ہو۔ کسی قسم کی قید نہیں ہے اور اس طرح مطلقاً ممانعت میں ہمارے لئے اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں کلامِ ناس عمداً ہو یا سہواً اصلاح نماز کے لئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے یہ سب نماز کو باطل کردیتے ہیں، جیسا کہ ہدایہ میں مذکورہ ہے، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ناواقف شخص سے نماز کے بعد ارشاد

فرمایا کہ نماز ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی قسم کا کلامِ ناس کسی طرح ٹھیک نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مطلق ہونے کی وجہ سے ایسا ہی نماز کے منافی اور مفسد ہے، جیسا کہ نماز میں کھانا پینا نماز کے منافی اور مفسد ہے۔

صاحب عنایۃ نے لکھا ہے کہ اس حدیث شریف کے الفاظ "**اِنَّ هٰذِهِ الصَّلاةَ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شىءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ**" سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ہیئت ہی ایسی ہے کہ اس میں کلام ناس یعنی لوگوں سے بات چیت کا نہ ہونا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز میں طہارت کا ہونا ضروری ہے تو جس طرح بغیر طہارت کے نماز جائز نہیں ہوتی اسی طرح کلام ناس سے بھی نماز جائز نہیں ہوتی، اور یہ ایک واضح بات ہے۔(عنایہ کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔) جامع الآثار میں لکھا ہے کہ یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ نکرہ جب نفی کے تحت واقع ہوتا ہے تو اس سے عموم کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر حدیث شریف کے الفاظ "**اِنَّ هٰذِهِ الصَّلاةَ لَايَصْلُحُ فِيْهَا شىءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ**" پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ لفظ شیءٔ نکرہ ہے اور نفی یعنی "لَا یَصْلُحُ" کے تحت واقع ہے جس سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوگیا کہ ہر قسم کا کلام ناس عمداً ہو کہ سہواً ہو، واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے نماز کے منافی اور مفسد ہوگا۔(جامع الآثار کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

اب رہی یہ بات کہ پھر کس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا تو اس بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں ان صحابی کو نماز کے لوٹانے کے حکم کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو واقعۃً نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا امکان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو نماز کے لوٹانے کا حکم تو دیا ہو لیکن انہوں نے اس حدیث میں اس کا ذکر نہیں کیا ۔(امام طحاوی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

امام طحاوی رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید ترمذیؒ کے قول اور زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کی روایت خود ترمذیؒ نے اس طرح کی ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بات چیت کرلیا کرتے تھے کہ ایک ساتھی اپنے پاس والے ساتھی سے بول لیا

کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی " وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ " (نماز میں اللہ کے سامنے خاموش ہوکر کھڑے رہو) پھر ہم لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور بولنے سے منع کیا گیا۔

امام ترمذی اس حدیث کی روایت کرکے فرماتے ہیں کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے، اور سب علماء کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں جان بوجھ کر یا بھول کر بات کرلے تو وہ نماز کو لوٹائے، امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک کا یہی قول ہے۔ (ترمذی کی عبارت یہاں ختم ہوئی۔)

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ کو نماز کے اعادہ کا حکم فرمانا ممکن بتلایا ہے لیکن ترمذی کے اس مذکورہ قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اعادہ کا حکم یقیناً ہوا ہوگا۔

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کردیتا ہے اس پر دوسری حدیث

2/1527- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے اور ہم حضور کو سلام کیا کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز ہی میں سلام کا جواب دے دیا کرتے تھے اور یہ ہمارے حبشہ جانے کے پہلے ہوا کرتا تھا، اور جب ہم حبشہ کی سرزمین سے واپس ہوئے تو میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا عادت کے موافق میں نے حضور علیہ السلام کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی نیا حکم دینا چاہتا ہے اور منجملہ ان احکام کے ایک نیا حکم یہ دیا ہے کہ تم نماز کی حالت میں بات چیت نہ کیا کرو۔ یہ فرما کر حضور علیہ السلام نے میرے سلام کا جواب دیا اور یہ بھی فرمایا کہ نماز صرف قرأت قرآن اور ذکر اللہ کے لئے ہے لہٰذا تم نماز کی حالت میں انہی چیزوں میں مشغول رہا کرو۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر تیسری حدیث

3/1528- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا کرتے تو حضور علیہ السلام بحالت نماز ہم کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے لیکن جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے (تو حضور نماز میں تھے) اور ہم نے آپ کو سلام کیا تو حضور علیہ السلام نے ہم کو سلام کا جواب نہیں دیا نماز کے بعد ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ پہلے ہم آپ کو نماز کی حالت میں سلام کیا کرتے تو آپ ہم کو سلام کا جواب دیا کرتے تھے (مگر اس دفعہ ہم کو جواب نہ ملا) تو حضورؐ نے فرمایا کہ یقیناً نماز میں خود ہی بڑی مشغولیت رہتی ہے۔ (اس لئے دوسری طرف متوجہ نہیں ہونا چاہئے۔) (اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز میں ہر قسم کا کلام نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس پر چوتھی حدیث

4/1529- زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ پہلے ہم نماز میں بات چیت کر لیا کرتے تھے ایک نمازی اپنے بازو والے نمازی سے نماز میں بات کیا کرتا تھا (اور کوئی ممانعت نہ تھی) مگر آیت ''وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ'' (اللہ کے سامنے خاموش کھڑے رہو) کے نزول کے بعد ہم کو نماز میں خاموش رہنے کا حکم ہو گیا اور نماز میں بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: جامع الآثار میں کہا ہے کہ اس حدیث میں ''وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ'' یعنی ہم کو (نماز میں) بات چیت کرنے سے منع کیا گیا کا ارشاد مطلق ہے کہ اس میں عمداً سہواً واقف شخص سے ہو یا ناواقف شخص سے ہو اصلاح نماز کے لئے ہو یا کسی اور غرض سے کسی قسم کی قید نہیں ہے اس لئے نماز میں بات کرنے کی ممانعت ہر قسم کے کلام سے متعلق ہو گی۔

نماز میں اشارہ سے بات کرنا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے

5/1530- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے اور لوگ حضور علیہ السلام کو اسی حالت میں سلام کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کس طرح سلام کا جواب دیا کرتے تھے؟ تو بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کے اشارہ سے جواب دیتے تھے۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے اور اس میں بلال رضی اللہ عنہ کے بجائے صہیب رضی اللہ عنہ کا نام ہے۔)

ف: شرح منیہ میں کہا ہے کہ نمازی کا ہاتھ یا سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ سے سلام کا جواب دینے کی یہ حدیث اس زمانہ سے متعلق ہے جبکہ نماز میں بات چیت کرنا منسوخ نہیں ہوا تھا اور جب نماز میں بات چیت کرنا منسوخ ہو گیا تو نماز میں اشارہ سے سلام کا جواب دینا بھی منسوخ ہو جائے گا کیونکہ اشارہ بھی کلام کی طرح ہے۔ یہ مرقات میں مذکورہ ہے۔

نمازی کو نماز میں چھینک آئے تو کیا کرنا چاہئے؟

6/1531- رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی (نماز کی حالت میں) مجھے چھینک آ گئی تو میں نے کہا ''اَلْحَمْدُلِلّٰہِ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْہِ مُبَارَکاً عَلَیْہِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَ یَرْضٰی'' (سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے ایسی تعریف جو کثرت سے کی جائے جو ریا سے پاک ہو اور خلوص سے کی جائے جس میں برکت ہی برکت ہو اور جو تعریف کرنے والے کے لئے بھی باعث برکت ہو ایسی تعریف جس کو ہمارا پروردگار پسند فرمائے اور تعریف کرنے والے سے راضی ہو جائے۔)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر پلٹے تو ارشاد فرمایا کہ نماز میں چھینک کے

بعد ان کلمات کا کہنے والا کون تھا؟ اس ارشاد کو سن کر کسی نے کچھ نہ کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دریافت فرمایا تو بھی کسی نے کچھ نہ کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تیسری دفعہ دریافت فرمایا تو رفاعہؓ نے عرض کیا کہنے والا میں تھا یا رسول اللہ، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تیس سے زائد فرشتے دوڑے اور ان میں سے ہر ایک کی کوشش یہ تھی کہ ان کلمات کو لے کر میں آسمان پر چڑھوں۔ (اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے۔)

ف: ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کی حالت میں نمازی کو چھینک آجائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ زبان سے الحمد للہ کہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ نمازی چھینک آنے پر الحمد للہ دل سے کہے یا خاموشی اختیار کرے، نہ تو دل سے الحمد للہ کہے اور نہ زبان سے۔ یہ مرقات میں مذکور ہے۔

نمازی کو اپنا نماز میں ہونا کس طرح معلوم کرانا چاہیئے

7/1532- سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نماز میں کوئی ایسی چیز پیش آئے جس سے نمازی کو اپنے نماز میں ہونے کی اطلاع دینے کی ضرورت پڑے (مثلاً نمازی کو کوئی باہر بلاوے یا نمازی سے گھر میں آنے اجازت طلب کرے یا ناواقفیت سے کوئی نمازی کے سامنے سے گذرنا چاہے) تو سبحان اللہ کہہ کر اپنا نماز میں ہونا معلوم کرائے۔ (یہ طریقہ مردوں کے لئے ہے اور ایسی صورت میں) عورتیں دستک دے کر اپنا نماز میں ہونا معلوم کرائیں۔ (دستک کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اپنے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر مارے، برخلاف اس کے اگر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے تالی بجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔)

8/1533- اور دوسری روایت میں ہے کہ سبحان اللہ مردوں کے لئے ہے اور (مذکورہ طریقہ سے) دستک دینا عورتوں سے متعلق ہے۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

تشبیک کے احکام کی تفصیل

9/1534- کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص وضوء کرے اور (وضوء کے فرائض، سنن و مستحبات ملحوظ رکھ کر) اچھا وضوء کرے، پھر مسجد کے ارادہ سے نکلے تو تشبیک نہ کرے، یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کے انگلیوں میں نہ ڈالے، کیونکہ وہ اس حالت میں حکماً نماز میں ہے ۔(اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

ف: شرح النقایہ میں کہا ہے کہ نماز میں ایسی ہیئت اختیار کرنا جس سے ترک خشوع وخضوع ہو مکروہ ہے مثلاً نماز میں کپڑوں کے ساتھ یا جسم کے ساتھ یا بالوں کے ساتھ کھیلنا اور ایسے ہی نماز میں ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا جس کو تشبیک کہتے ہیں، مکروہ ہے اور اسی طرح انگلیوں، چٹخانا بھی مکروہ ہے، اور توابعِ نماز جیسے مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا یا نماز کے لئے گھر سے باوضوء مسجد کی طرف چلنا وغیرہ ان حالتوں میں تشبیک ایسے ہی مکروہ ہے جیسے کہ عینِ نماز میں مکروہ ہے، نماز میں ہوں یا توابع نماز ہر دو حالتوں میں تشبیک مکروہ تحریمی ہے، یہ ردالمختار میں مذکور ہے اور اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ خارجِ نماز اگر کسی ضرورت سے مثلاً انگلیوں کی راحت کے لئے تشبیک کی جائے تو یہ جائز ہے جیسا کہ بخاری کی اس حدیث سے ضرورتاً تشبیک کی اجازت ثابت ہوتی ہے، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے بنیاد کی طرح ہے اور آپ نے (بطریق مثال) اپنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر تشبیک فرمائی۔ البتہ بغیر کسی ضرورت کے خارجِ نماز بطور عبث تشبیک کی جائے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔(یہ مضمون اعلاء السنن سے ماخوذ ہے۔)

کولہوں پر ہاتھ رکھنے اور عصاء پر ٹیکہ دینے کے احکام

10/1535- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی حالت میں کولہوں پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں لفظ ''خصر'' جو مذکور ہے اس کے معنی کولہوں پر ہاتھ رکھنا ہیں، اور اس معنی کو اکثر اہلِ علم نے اختیار کیا ہے اس کے علاوہ ''خصر'' کے معنی عصاء پر ٹیکہ دینے کے بھی لئے گئے ہیں۔ ردالمختار میں لکھا ہے کہ نماز میں کولہوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے، اور خارج نماز کولھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے اور مرقات میں کہا ہے کہ نماز میں بلاضرورت عصاء پر ٹیکہ دینا مکروہ ہے اور عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ ضرورتاً جیسے بوڑھے یا بیمار وغیرہ نماز میں بجز عصاء وغیرہ پر ٹیکہ دینے کے قیام پر قادر نہ ہوں تو ایسے لوگ بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بجائے عصا وغیرہ پر ٹیکہ دے کر قیام کریں۔ (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی۔) اور خارج نماز عصاء پر ٹیکہ دینا مباح ہوگا جس پر دلیل قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے (سورہ طٰہٰ پ16 ع1 میں) ''هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا'' (یہ میرا عصاء ہے جس پر ٹیکہ دیا کرتا ہوں) اصول میں ثابت ہے کہ قرآن کسی چیز کو بیان کرنے کے بعد اس کو رد نہ کرے تو وہ چیز ہماری شریعت میں بھی مباح رہتی ہے اسی لئے خارج نماز عصا پر ٹیکہ دینا مباح ہوگا۔

نماز میں کولھوں پر ہاتھ رکھنے کی وعید اور اس کا حکم

11/1536- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں کولھوں پر ہاتھ رکھنے سے دوزخیوں سے مشابہت ہوتی ہے (اس لئے کہ دوزخیوں کو محشر میں کھڑے کھڑے جب نا قابل برداشت تکلیف ہوگی تو) دوزخی کولھوں پر ہاتھ رکھ کر آرام لیں گے (اسی وجہ سے نماز میں کولھوں پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔)

(اس کی روایت امام بغوی نے شرح السنۃ میں کی ہے۔)

نمازی کا نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف کرنے کا حکم

12/1537- معیقیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جو (نماز کی حالت میں) سجدہ کے مقام سے کنکریاں صاف کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو ایک بار صاف

کرلو۔(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے بلاضرورت کنکریوں کا صاف کرنا مطلقاً مکروہ ہے اور ضرورت کی حالت میں ایک مرتبہ صاف کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے ضرورت دفع ہوجائے گی اور اس کے بعد دوبارہ ایسا کرنا فضول ہوگا۔(شرح نقایہ، اعلاءالسنن۔)

نمازی کا نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف کرنے کے حکم پر

دوسری حدیث

13/1538- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرے تو وہ (نماز کی حالت میں) اپنے سجدہ کرنے کی جگہ کے کنکریاں صاف نہ کرے کیونکہ رحمت سامنے سے نازل ہوتی ہے (اور سجدہ کی جگہ پر رہتی ہے پس نمازی کو چاہئے کہ کنکریاں ہٹا کر رحمت میں تغیر نہ کرے۔) (اس کی روایت امام احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

عملِ قلیل اور عمل کثیر کا بیان

ف: اس حدیث میں مذکور ہے کہ بحالتِ نماز بلاضرورت سجدہ کی جگہ سے کنکریاں صاف نہ کرے اس لئے کہ نماز کی حالت میں ہر عمل قلیل بلاعذر مکروہ ہے، اس لئے معلوم کرنا چاہئے کہ عمل قلیل کیا ہے اور عمل کثیر کیا ہے؟ عمل کثیر یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کو دور سے دیکھنے والے سمجھیں کہ یہ نماز میں نہیں ہے، جیسے نماز کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے عمامہ باندھنا وغیرہ اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، البتہ بحالت نماز ایسا عمل کثیر جو اعمال نماز سے ہو جیسے ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرنا، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ اعمالِ نماز سے ہے، اسی طرح ایسے عمل کثیر سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی جو اصلاح نماز کے لئے ہو، جیسے نماز کی حالت میں وضوء ٹوٹ جانے سے وضوء کرنے کے لئے چلنا اگرچہ کہ یہ بھی عمل کثیر ہے مگر اصلاح نماز کے لئے ہے اس لئے اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

اور عملِ قلیل یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کے متعلق دور سے دیکھنے والے کو شک ہو کہ یہ نماز میں ہے یا نہیں، جیسے نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ سے ایک ہاتھ سے کنکریاں صاف کرنا اگر بلاضرورت کنکریاں صاف کی جائیں تو نماز مکروہ ہوگی البتہ ضرورت پر صرف ایک بار کنکریاں صاف کی جاسکتی ہیں۔(ردالمختار، اعلاء السنن۔)

نماز میں ضرورت سے عملِ قلیل جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ

14/1539- جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر پڑھا کرتا تھا (اور سخت گرمی کی وجہ سے) مٹھی بھر کنکریاں ایک ہاتھ میں لے لیا کرتا کہ وہ میری ہتھیلی میں ٹھنڈی ہوجائیں اور سجدہ کے وقت پیشانی رکھنے کی جگہ ان کو رکھ دیا کرتا تھا کہ میں ان پر سجدہ کرسکوں۔

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف: شیخ سندھی نے شرح نسائی میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں عذر کی وجہ سے عملِ قلیل جائز ہے۔

نماز میں ضرورت سے عملِ قلیل جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ، اس پر دوسری حدیث

15/1540- ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور امامت فرمارہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی امامہ بنت ابی العاص (جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہیں) حضور کے دوش مبارک پر سوار تھیں، اور جب حضور علیہ السلام رکوع کرتے تو ان کو اُتار دیتے اور سجدہ سے اٹھتے تو ان کو پھر اٹھالیتے۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے اور بخاری نے بھی اسی طرح روایت کی ہے مگر بخاری میں امامت کرنے کا ذکر نہیں ہے۔)

ف: التعلیق المجد میں لکھا ہے کہ اس حدیث شریف میں کوئی ایسی چیز مذکور نہیں ہے جو قواعد شرع

شریف کے خلاف ہو،اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بچوں کے جسم اوران کے کپڑے، جب تک نجاست کا یقین نہ ہو پاک ہی سمجھے جائیں گے،اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچی کو اٹھانا طہارت کی شرط کے خلاف نہ ہوگا اسی طرح نماز کے اندر عمل قلیل ایک ہی رکن میں تین مرتبہ نہ کیا جائے بلکہ متفرق ارکان میں متفرق طور پر کیا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ایسا ہی متفرق ارکان میں متفرق طور پر ہوا ہے اس لئے مفسد نماز نہیں۔ یہ شرح الزرقانی میں مذکور ہے اور ردالمحتار میں بھی اسی طرح حلیہ سے منقول ہے اور عمدۃ القاری میں بدائع کے حوالے سے مذکور ہے کہ ہم میں سے کسی کے لئے بھی ضرورت کے وقت ایسا عمل قلیل مکروہ نہیں البتہ بلاضرورت نماز میں عمل قلیل مکروہ ہوگا۔

نماز میں ضرورت سے عملِ قلیل جائز ہے اور بلاضرورت مکروہ،اس پر تیسری حدیث

16/1541-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گذشتہ رات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ کا ایک جن (جو ان کی قید میں تھا قید سے چھوٹ کر آیا) اور میری نماز تو ڑوانا چاہتا تھا،مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو عطا فرمایا تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تا کہ (صبح) تم سب اس کو دیکھ لیں (اور معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی قدرت دی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کو دی تھی) لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ مقبول دعا یاد آ گئی'' رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّايَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ م بَعْدِیْ ''(سورۂ ص:35)(الٰہی مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو)اس لئے میں اس کو نا کام واپس کر دیا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

ف:اس حدیث میں ارشاد ہے ''فَاَخَذْتُهٗ'' (میں نے اس جن کو پکڑ لیا) پکڑ نا عمل قلیل ہے جو ضرورت سے تھا اس لئے یہ عمل قلیل مفسد نماز نہیں۔(عمدۃ القاری۔)

اور مرقات میں ہے کہ ابن الملک نے کہا ہے کہ یہ حدیث شریف اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جنات کا جسم نجس نہیں ہے اس لئے جنات کو نماز کی حالت میں پکڑ نا طہارت کی شرط کے خلاف نہ ہوگا، اس لئے اس سے بھی نماز باطل نہیں ہوگی۔ ابن الملک نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حالت نماز میں اگر نمازی کے دل میں ایسے افعال کا وسوسہ پیدا ہو جو افعال نماز سے نہ ہوں تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نماز میں سانپ اور بچھو کے مارنے کا حکم اور اس کی تفصیل

17/1542-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں دو سیاہ چیزوں کو مار ڈالو (ایک) سانپ اور (دوسرے) بچھو۔

(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی کی روایت بھی اسی طرح ہے۔)

ف: واضح ہو کہ اس حدیث شریف میں سانپ اور بچھو کو نماز کی حالت میں مارنے کا جو حکم ہوا ہے وہ مطلق حکم ہے اور اس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے اس لئے ان کے مارنے میں ایک ضرب سے کام لیا جائے یا متعدد ضربات سے نماز فاسد نہیں ہوگی اگر چہ کہ یہ عمل کثیر ہے، ایسا ہی ان کے مارنے میں تین یا تین سے زائد قدم چلنا پڑے تو اس سے بھی نماز فاسد نہ ہوگی، اگر چہ کہ یہ بھی عمل کثیر ہے، ایسا (قبلہ سے سینہ پلٹ جانے پر نماز کے فاسد نہ ہونے کا یہ مسئلہ فتح اللہ المعین علی شرح ملا مسکین، الکنز، نور الایضاح، مراقی الفلاح اور حاشیہ طحطاوی سے ماخوذ ہے۔) ہی ان کے مارنے میں سینہ قبلہ سے پلٹ جائے تو بھی نماز فاسد نہیں ہوگی اگر چہ کہ یہ عمل بھی مفسد نماز ہے اس لئے کہ یہ سب عمل کثیر اصلاح نماز کے لئے کئے جارہے ہیں، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو ضرر کے اندیشہ سے دل بٹ جائے گا اور اطمینان و جمعیت باقی نہیں رہے گی اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے اصلاح نماز کے لئے عمل کثیر کر کے وضوء کرنے کی غرض سے چلنے کی اجازت ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ نماز کی حالت میں سانپ اور بچھو کو مارنے سے متعلق دو حکم ہیں، ایک مستحب

اور دوسرے واجب، اگر خود نمازی کو ان سے ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کو مارنا مستحب ہوگا، برخلاف اس کے اگر خود نمازی کو ان سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں ان کو مارنا واجب ہوگا اور اگر ان کے ضرر کے اندیشہ سے نماز توڑ دی جائے تو بھی درست ہے، اگر نماز توڑے بغیر ان کو مار ڈالا جائے تو ان کے مارنے کے لئے نماز جہاں سے چھوڑی گئی تھی پھر وہیں سے شروع کی جائے، نئے سرے سے پھر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

(درمختار، ردالمحتار، ہدایہ، فتح القدیر، عنایۃ، عمدۃ الرعایۃ، اعلاء السنن، فتح اللہ المعین علی شرح ملا مسکین، الکنز، مراقی الفلاح، شرح نورالایضاح برحاشیہ طحطاوی۔)

نماز میں عمل قلیل کا جواز اور بحالتِ نماز مَشی یعنی چلنے کے احکام کی تفصیل

18/1543-ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے اور حجرہ کا دروازہ بند تھا میں دروازہ کھلوائی تو حضور علیہ السلام چل کر میرے لئے دروازہ کھول دیئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (الٹے قدم) اپنی جگہ لوٹ آئے اور مجھے یاد ہے کہ حجرہ مبارک کا دروازہ قبلہ رخ تھا۔(اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے کی ہے اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

ف(1): اس حدیث شریف میں تین چیزیں قابل غور ہیں: (1) ایک یہ کہ دروازہ کھولنا، (2) دوسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے لئے چلنا اور (3) تیسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے بعد پھر اپنی جگہ پر واپس ہونا، دروازہ کھولنے کے بارے میں بحرالرائق میں لکھا ہے کہ دروازہ کا بند کرنا تو عمل کثیر ہے لیکن دروازہ کا کھولنا عمل کثیر نہیں بلکہ یہ عمل قلیل ہے، اس لئے یہاں جو دروازہ کھولا گیا ہے عمل قلیل ہونے سے مفسد نماز نہیں ہوا۔

دوسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے لئے چلنا، تو اس بارے میں اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ حجرہ مبارک اس قدر تنگ تھا کہ دروازہ کھولنے کے لئے ایک یا دو قدم سے زیادہ چلنے کی گنجائش ہی نہ تھی، اس لئے حدیث شریف میں دروازہ کھولنے کے لئے چلنے کا جو ذکر ہے وہ ایک یا دو قدم چلنے کی وجہ سے

عمل کثیر نہیں ہوگا بلکہ عمل قلیل ہی ہے، اس لئے یہ بھی مفسد نماز نہیں ہوا۔

تیسرے یہ کہ دروازہ کھولنے کے بعد اپنی جگہ پر واپس ہونا، تو اس بارے میں مرقات میں لکھا ہے کہ دروازہ کھولنے کے لئے آگے چلنا اور پھر واپس ہونا عمل کثیر تو ہے مگر اس لئے مفسدِ نماز نہیں کہ یہ چلنا اور واپس ہونا پے در پے نہیں تھا، اس لئے کہ دروازہ کھولنے میں ایک رکن کی ادائی کے مقدار وقت صرف ہونے کے بعد واپسی ہوئی اور نماز میں ایک رکن کی مقدار ٹھیر ٹھیر کر چلنا پے در پے نہ ہونے سے مفسد نماز نہیں ہوتا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں لکھا ہے کہ نماز کی حالت میں بقدر ایک مصلّٰی (یعنی قدم سے لے کر سجدہ کی جگہ) قبلہ رخ ایک یا دو قدم میں چل کر ایک رکن کی ادائی کی مقدار ٹھیرنے کے بعد پھر اتنا ہی چلنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، چونکہ اس حدیث شریف میں بھی ایسا ہی ہوا ہے اس لئے یہ عمل بھی مفسدِ نماز نہیں ہوا۔

بحالتِ نماز مَشی یعنی چلنے کے احکام کی تفصیل

ف(2): حلیہ کی فصل مکروہات میں مذکور ہے کہ نماز کی حالت میں مشی یعنی چلنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ نمازی نماز میں بلا عذر چلے اور دوسرے یہ کہ نمازی کا نماز میں چلنا کسی عذر کی وجہ سے ہو، نماز میں بلا عذر چلنے کی بھی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ چلنا کثیر ہو، اور پے در پے ہو تو اس صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی اگرچہ کہ نمازی قبلہ رخ ہی کیوں نہ چلے، دوسرے یہ چلنا کثیر ہو لیکن پے در پے نہ ہو، بلکہ کئی رکعتوں میں متفرق طور پر چلا ہو تو اس صورت میں اگر نمازی کا سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹ جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر نمازی کا سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پلٹے تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ مکروہ ہوگی، اگر نمازی نے نماز میں بلا عذر مَشی قلیل کی اور اس کا سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹ جائے تو مَشی قلیل ہونے کے باوجود بھی نماز فاسد ہوجائے گی، اگر سینہ قبلہ کی طرف سے نہ پلٹا ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔

واضح ہو کہ مذکورہ صورتیں نماز میں بلا عذر چلنے کی تھیں اب نماز میں عذر کے ساتھ چلنے کی صورتیں ملاحظہ ہوں۔

اگر نماز کی حالت میں مشی عذر کی وجہ سے ہو جیسے نماز میں وضوء ٹوٹنے کی صورت میں وضوء

کرنے کی خاطر چلا ہو یا صلاۃ خوف یعنی جہاد میں جو نماز ادا کی جاتی ہے اس میں چلنے کی نوبت آئی ہو یا نماز کی حالت میں (سانپ اور بچھو کو مارنے کے لئے چلنے کی ضرورت ہوئی ہو تو ان صورتوں میں نماز میں چلنے سے نماز نہ تو فاسد ہوگی اور نہ مکروہ ہوگی، خواہ مشی قلیل ہو یا کثیر ہو، اور چلنے میں سینہ قبلہ کی طرف سے پلٹا ہو یا نہ ہو، ان مذکورہ صورتوں میں یعنی صلاۃ خوف یا نمازی کا حدث کے بعد وضوء کے لئے مشی کرنا یا سانپ اور بچھو کو مارنے کے لئے نماز میں چلنا ان کے علاوہ اگر کسی اور عذر کے بناء پر نمازی نے مشی قلیل کی ہو یا مشی کثیر جس میں اس نے اپنا سینہ قبلہ کی جانب سے پلٹ دیا ہو تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی، اگر نماز کی حالت میں عذر کی وجہ مشی قلیل کی ہو تو اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ، بشرطیکہ چلنے میں نمازی کا سینہ قبلہ کی جانب سے نہ پلٹا ہو، اگر نماز میں عذر کی وجہ سے مشی کثیر ہو اور پے در پے ہو تو یہ مشی نماز کو فاسد کردے گی اور اگر مشی کثیر ہو لیکن پے در پے اور متواتر نہ ہو تو ایسی مشی کے مفسد نماز ہونے یا مکروہ ہونے میں اختلاف ہے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نمازی نے نماز میں مشی کثیر کی ہو، جو پے در پے نہ ہو تو وہ نماز کو فاسد نہیں کرتی اور نہ تو اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے بشرطیکہ یہ مشی مطلق عذر کی بناء پر کی گئی ہو۔

بحالت نماز اور خارج نماز جمائی کو روکنے کے احکام کی تفصیل

19/1544- ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکے اس لئے کہ شیطان منہ میں گھس جانا چاہتا ہے۔ (اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔) اور بخاری کی ایک روایت میں:

20/1545- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکے اور (آواز سے) ھاء نہ کہے کیونکہ آواز ھاء کہنا شیطان کی طرف سے ہوتا ہے (اور نمازی جب جمائی کے وقت آواز سے ھاء کہتا ہے تو) شیطان اس پر ہنستا ہے (اس لئے کہ آواز سے ھاء کہنے سے نماز فاسد ہو جاتی

ہے۔(جیسا کہ مرقات میں مذکور ہے۔)اور شیطان کا مقصد یہی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے، اس لئے جہاں تک ہو سکے شیطان کی مزاحمت اور مدافعت کی جائے اور کوشش کی جائے کہ شیطان اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے پائے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نمازی کو نماز میں جب جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے جمائی کو روکنا چاہئے واضح ہو کہ جمائی کو روکنے کے کئی تدبیریں ہیں، ایک تدبیر یہ ہے کہ جمائی کے وقت یہ خیال کیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تو اس خیال سے جمائی رک جاتی ہے، خلاصہ میں لکھا ہے کہ دانتوں سے ہونٹ کو دبا کر بھی جمائی کو روکنا چاہئے اور مجتبیٰ میں مذکور ہے کہ نماز میں اگر بحالت قیام جمائی آجائے تو سیدھے ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ کر جمائی کو روکے اور قیام کے سوا نماز کے کسی اور رکن میں جمائی آجائے تو بائیں ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ کر جمائی کو روکنا چاہئے اور خارج نماز جمائی آنے کی صورت میں جمائی کو روکنے کی جو صورتیں اوپر بیان کی گئی ہیں ان سب کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔(یہ پورا مضمون ردالمختار سے ماخوذ ہے۔)

بحالت نماز جمائی کو روکنے کے حکم پر دوسری حدیث

21/1546- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں جمائی کا آنا شیطان کی طرف سے ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکے۔(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

22/1547- اور ترمذی کی دوسری روایت میں اس طرح مروی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنے ہاتھ کی پشت کو منہ پر رکھ لے اور ترمذی کی دوسری روایت کے الفاظ ابن ماجہ سے بھی مروی ہیں۔

مکروہات یا مفسدات نماز میں یہ چھ چیزیں بھی داخل ہیں

23/1548- عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے والد کے واسطہ سے اپنے دادا سے اپنے مرفوعاً

روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قئے اور نکسیر یہ سب شیطان کی طرف سے ہیں۔ (اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف: اس حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قئے اور نکسیر شیطان کی طرف سے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ تمام چیزیں جب نماز میں واقع ہوں تو شیطان کی خوشی کا سبب ہوتی ہیں اول الذکر تین چیزوں یعنی چھینک، اونگھ اور جمائی سے تو نماز مکروہ ہوتی ہے اور آخر الذکر تین چیزوں یعنی حیض، قئے اور نکسیر سے تو نماز فاسد ہی ہوجاتی ہے۔

اس حدیث شریف میں دوسری اور چیزوں کے ساتھ نماز میں چھینک آنے کو جو شیطان کی طرف سے ہونا ارشاد ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی حالت میں چھینک آنے سے توجہ الی اللہ، حضور قلب اور استغراق میں فرق پیدا ہوجاتا ہے ورنہ خارج نماز تو چھینک پسندیدہ ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف میں ارشاد ہے "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ العُطَاسَ " (اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند فرماتا ہے۔)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ چھینک خارج نماز مطلقاً محبوب ہے اور داخل نماز مطلقاً مکروہ ہے۔ (مرقات، اشعۃ اللمعات۔)

نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کا حکم

24/1549- ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں (گردن موڑ کر) دائیں بائیں دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ حقیقت میں شیطان کی جھپٹ ہے کہ شیطان بندہ کی نماز کے کچھ حصہ کو لے بھاگتا ہے۔ (اسی لئے نماز میں گردن موڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کے حکم پر دوسری حدیث

25/1550- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کوئی بندہ نماز میں (گردن موڑ کر) اِدھر اُدھر نہ دیکھے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ رہ کر نظر رحمت فرماتے رہتے ہیں اور جب وہ نماز میں گردن موڑ کر اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے (نظر عنایت ورحمت) پھیر لیتے ہیں کہ جس سے ثواب کم ہوجاتا ہے۔ (اس لئے یہ عمل مکروہ تحریمی ہے۔) (اس کی روایت امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور دارمی نے کی ہے۔)

نماز میں گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھنے کے حکم پر تیسری حدیث

26/1551- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیٹا نماز میں (خواہ نفل ہو یا فرض گردن موڑ کر ہرگز اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو! کیونکہ (نماز میں گردن موڑ کر) اِدھر اُدھر دیکھنا نماز کی تباہی کا سبب ہے اگر ایسا ہی کرنا ہے تو نفل نماز میں کرلیا کرو (کہ ایسا کرنے سے نفل نماز ہی خراب ہوگی) مگر فرض میں ہرگز ایسا نہ کرو۔ (کہ فرض اصل نماز ہے اور فرض میں ایسا کرنے سے اصل نماز ہی تباہ ہوجائے گی۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز میں دیکھنے کے اقسام اور ان کے احکام

27/1552- ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (کبھی) کن انکھیوں سے دائیں اور بائیں طرف دیکھ لیا کرتے تھے (اس لئے نماز میں کبھی کن انکھیوں سے دیکھنا مباح ہے لیکن اس کی عادت ڈالنا مکروہ تنزیہی ہے۔ (جیسا کہ درمختار، زیلعی، شرح ملتقی، البا قانی اور اشعۃ اللمعات میں مذکور ہے۔) مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) گردن موڑ کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھتے تھے (اس لئے کہ ایسا کرنے سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے اور اگر نماز میں سینہ پلٹا کر اِدھر اُدھر دیکھیں تو نماز فاسد ہوجاتی ہے۔

(جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار میں مذکور ہے۔) (اس کی روایت ترمذی اور نسائی نے کی ہے۔)

28/1553- عمدۃ القاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے سجدے کی جگہ کے علاوہ کہیں نہیں دیکھتے تھے۔

بحالتِ نماز اور خارج نماز آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے تفصیلی احکام

29/1554- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت تاکید کے ساتھ فرمایا کہ لوگوں کو نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے سے باز آجانا چاہئے ورنہ خوف ہے۔) کہ ان کی نظریں چھین لی جائیں گی۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں کہا ہے کہ نماز کی ہر حالت میں اور بالخصوص دعاء کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا مکروہ ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دعاء کے وقت نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھانا مکروہ ہے، البتہ خارج نماز دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کے بارے میں اختلاف ہے، قاضی شریح اور ایک جماعت نے خارج نماز بھی دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظریں اٹھانے کو مکروہ قرار دیا ہے لیکن اکثر علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ جس طرح کعبۃ اللہ قبلۂ نماز ہے، اسی طرح آسمان قبلہ دعاء ہے۔

بحالتِ نماز نمازی اپنی نگاہ کہاں رکھے؟

30/1555- انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انس! تم نماز میں اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ پر جمائے رکھو۔

(اس کی روایت بیہقی نے سنن کبیر میں کی ہے۔)

31/1556- اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہ (قعدہ کے وقت گود پر) جو مقام اشارہ ہے رہا کرتی تھی اور اس سے متجاوز نہیں ہوتی تھی۔

(ابوداؤد کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کی نگاہ قعدہ کی حالت میں گود پر رہنی چاہئے۔)

بحالتِ نماز اور بعد نماز پیشانی پر سے مٹی پوچھنے کے احکام

32/1557- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ) ہمارے ایک غلام کو جن کا نام افلح تھا ہر سجدہ کے وقت (زمین پر) پھونک مارتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے افلح اپنے چہرہ کو خاک لگنے دو۔ (کیوں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے نہایت عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

ف(1): شرح النقایہ میں کہا ہے کہ نماز کی حالت میں پیشانی پر سے مٹی کو پوچھنا مکروہ ہے، البتہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پیشانی پر سے مٹی کو پوچھنا مکروہ نہیں بلکہ عبادت کو چھپانے کی خاطر ریاکاری وشہرت سے بچنے کے لئے پیشانی کی مٹی کو بعد نماز کے پوچھ لینا مستحب ہے۔

نماز میں پھونک مارنے کے احکام

ف(2): عرف شذی میں بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نماز میں پھونک مارنے کے بارے میں مذہب حنفی میں دو قول ہیں، ایک قول تو یہ ہے کہ نماز میں آواز کے ساتھ پھونک مارنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے ورنہ نہیں، اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز میں اس طرح پھونک ماری جائے جس سے حروف ظاہر ہوتے ہوں تو نماز فاسد ہوجائے گی ورنہ نہیں، اور صاحب بحر نے اسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔

نماز میں رونے کے احکام اوران کی تفصیل

33/1558- مطرف بن عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہما اپنے والد عبداللہ ابن شخیر سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد عبداللہ بن شخیر نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ رہے ہیں اور رونا دبانے کی وجہ سے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک سے ایسی آوازیں آرہی ہیں جیسے دیگ کے اندر سے دیگ کے جوش مارتے وقت آوازیں آیا کرتی ہیں۔

34/1559-اور دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہ بن شخیر نے کہا میں کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونا دبانے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے چکی کے چلتے وقت چکی کی آواز آیا کرتی ہے۔ان دونوں حدیثوں کی روایت امام احمد نے کی ہے اور نسائی نے بھی پہلی حدیث کی روایت کی ہے اور ابوداؤد نے بھی دوسری حدیث کی روایت کی ہے۔

ف: واضح ہو کہ نماز میں دھیمی آواز سے رونا یا بڑی آواز سے رونا اگر یہ آخرت کے خیال سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور امید کی وجہ سے نہ ہوں بلکہ کسی درد یا دنیوی مصیبت کی وجہ سے ہوں تو ان سے نماز فاسد ہوجائے گی، اس لئے کہ اس سے افسوس اور بے قراری کا اظہار ہوتا ہے اور یہ فعل حقیقت میں شکایت ہے کہ گویا نمازی کہہ رہا ہے کہ میری مدد کرا اور نماز میں ایسا کہنا نماز کے اندر کلام ہوا، اور کلام سے نماز فاسد ہوجاتی ہے،اس کے برخلاف نماز میں دھیمی آواز سے رونا یا بڑی آواز سے رونا آخرت کے خیال سے اور اللہ تعالیٰ کے خوف یا امید کی وجہ سے ہو تو یہ حقیقت میں دعاء اور ثناء ہے اور اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(شرح نقایہ،مرقات۔)

نماز میں وضوء ٹوٹنے کے احکام اور بناء کا جواز

35/1560-ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے،آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو نماز میں (منھ بھر کر) قئے آئے یا نکسیر پھوٹ پڑے (یا منھ بھر کر) اچھال ہو یعنی وہ قئے جو منہ میں آکر پلٹ جائے یا مذی آوے تو اس کو چاہئے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور وضوء کر کے اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے(یعنی جس رکن میں حدث ہوا تھا،

اسی رکن سے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرلے،اس لئے ازسرنو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے)بشرطیکہ وہ وضوء کے لئے آنے اور جانے میں کوئی کلام نہ کرے۔(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے۔)

36/1561- اور عبدالرزاق، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح موقوفاً روایت کی ہے۔

37/1562- دارقطنی نے اس حدیث کی روایت مرسلاً بھی کی ہے۔

صحابہ اور تابعین سے بھی بناء کا جواز ثابت ہے

ف(1): اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضوء کرکے پہلی نماز پر بناء کرنا جائز ہے، واضح ہو کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرامؓ اور تابعین کا اجماع ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں صحابہ میں سے حضرت علی بن ابی طالب، ابوبکر صدیق، سلمان فارسی، ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے اور تابعین میں سے حضرت علقمہ، طاؤس، سالم بن عبداللہ، سعید بن جبیر، شعبی، ابراہیم نخعی، عطا مکحول اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم اجمعین سے بناء کرنے کے ثبوت پر متعدد روایتیں کی ہیں، اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے کہ بناء کرنے کے اس مسئلہ پر صحابہ کرام کا اجماع ہے کیونکہ بناء کا جواز حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، انس اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے نیز فقہاء و تابعین میں سے حضرات اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، حسن بصری، سفیان ثوری اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم بھی جواز بناء کے قائل ہیں۔(بنایہ یعنی عینی ہدایہ۔)

نماز میں وضوء ٹوٹ جانے سے بناء کرنے کے تفصیلی احکام

ف(2): واضح ہو کہ نماز میں حدث ہونے کی دو صورتیں ہیں(1) اختیاری (2) غیر اختیاری، اختیاری حدث اس حدث کو کہتے ہیں کہ جس کے واقع ہونے میں بندے کے اختیار کو دخل ہو، مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہہ کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن پر کوئی ضرب لگا کر خون نکالے یا عمداً اخراجِ ریح کرے، ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہوجائے گی، حدث غیر اختیاری اس حدث کو کہتے ہیں جس میں نمازی

کے ارادے کے بغیر خود بخود حدث واقع ہو جیسے ریح، پیشاب، پاخانہ، مذی وغیرہ کا خود بخود نکلنا تو اس صورت میں مصلی کو چاہئے کہ وہ فوراً اپنی جگہ سے ہٹ کر وضوء کے لئے چلا جائے اگر بقدر ادائی ایک رکن بلا عذر ٹھیرا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور بناء صحیح نہ ہوگی اور بناء صحیح ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی رکن کو حالت حدث میں ادانہ کرے اور اسی طرح کسی رکن کو چلنے کی حالت میں بھی ادانہ کرے اور وضوء کرنے اور وضوء کے لئے جانے کے دوران میں کوئی ایسا فعل نہ کرے جو نماز کے منافی ہو یا وضوء کے ضروریات سے نہ ہو اور وضوء کے بعد اپنی نماز کو جس رکن پر چھوڑا تھا اسی رکن سے شروع کرے اور اس رکن کا اعتبار نہ کرے جس میں حدث ہوا ہے۔

اگر نمازی منفرد ہے تو بعد وضوء کے جہاں وضوء کیا ہے وہیں قریب میں نماز پڑھ سکتا ہو تو وہیں نماز پوری کرلے اور یہی افضل ہے اور چاہے تو پہلے جہاں نماز پڑھ رہا تھا وہاں جا کر نماز پوری کرے یہ بھی درست ہے۔

اگر نمازی جس کو حدث لاحق ہوا ہو وہ مقتدی ہے تو اس کا حکم اس مدرک کے حکم کی طرح ہے جو ابتداء نماز سے شریک جماعت رہا ہو، اس لئے ایسا مقتدی وضوء کے بعد جب اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرنا چاہے تو وہ چونکہ مدرک کی طرح ہے اور چونکہ مدرک امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس لئے یہ مقتدی بھی قرأت پڑھنے کے موقع پر نہ الحمد پڑھے اور نہ سورہ ضم کرے بلکہ الحمد اور ضم سورہ کی مقدار خاموش قیام کرکے رکوع میں چلا جائے مقتدی کے لئے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ امام نماز سے فارغ ہو چکا ہو، اور جماعت ختم ہو چکی ہے اور اگر امام ابھی نماز پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ جماعت میں شریک ہو کر امام کے سلام پھیرنے تک امام کے ساتھ نماز ادا کرے اور امام کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی مذکورہ بالا طریقہ پر اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور اگر امام کو نماز میں حدث لاحق ہو تو امام کو چاہئے کہ وہ مقتدیوں میں سے جس کو اہل سمجھتا ہے اشارہ کرکے خلیفہ بنائے اور خود وضوء کرنے کے لئے فوراً چلا جائے اور وضوء کے بعد اگر جماعت کو پالے تو یہ مقتدی بن کر جماعت میں شریک ہو جائے اور جماعت ہو چکی ہو تو اوپر بتائے ہوئے طریقہ پر اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرلے۔

(شرح المنیہ، درمختار، ردالمحتار، ہدایہ، عالمگیری۔)

نماز میں وضوء ٹوٹنے کے احکام اور بناء کے جواز پر دوسری حدیث

38/1563-ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ جس کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا اس کا وضوء ٹوٹ جائے (تو اس کو کیا کرنا چاہئے) آپ نے فرمایا کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور وضوء کرلے (اور وضوء کے لئے آنے جانے میں) ذکر اللہ کے سوا کوئی کلام نہ کرے (اور وہ وضوء کے بعد جب) اپنی جگہ واپس آجائے تو اپنی باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرلے اور جو کچھ نماز وضوء ٹوٹنے کے قبل ادا کی تھی اس کو شمار میں رکھے (اور یہ سمجھے کہ جو نماز پڑھ چکا ہے وہ ادا ہوچکی ہے اور باقی ماندہ نماز کی تکمیل اسی رکن سے کرے جس رکن پر حدث ہوا ہے اور اگر وضوء کے لئے آنے جانے میں) بات کرلی تو ازسرنو نماز کا اعادہ کرے۔(اور جو نماز پڑھ چکا تھا اس کا اعتبار نہ کرے۔)(اس کی روایت امام محمد نے الآثار میں کی ہے۔)

39/1564-اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی شخص کو نماز میں نکسیر پھوٹ پڑے یا منہ بھر کر) قئے آئے تو اس کو چاہئے کہ جاکر وضوء کرے اور بات نہ کرے اور (اگر چاہے تو بعد وضوء کے) اپنی پچھلی نماز پر بناء کرے۔اس سند کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

نماز میں وضوء ٹوٹنے پر ازسرنو نماز پڑھنے کے شرائط

40/1565-طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں (عمداً) ریح خارج ہوجائے تو اس پر وضوء کرکے ازسرنو شروع سے نماز پڑھنا واجب ہے، اگر بغیر ارادے کے خود بخود ریح نکلے تو اس کو وضوء کرکے ازسرنو نماز پڑھنا مستحب ہے اور جس قدر نماز پڑھ لیا ہے اس پر بناء کرنا بھی جائز ہے۔
(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے اور ترمذی نے بھی کسی قدر زیادتی اور کمی کے ساتھ اس کی

روایت کی ہے۔)

ف: اس حدیث کے ترجمہ میں جو قیود مذکور ہیں، مرقات سے ماخوذ ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ اوپر کی حدیثیں جن میں حدث ہونے پر نماز کے بناء کا حکم ہے، اور یہ حدث جس میں حدث ہونے پر نماز کو شروع سے لوٹانے کا حکم ہے، تطبیق ہوجائے اور وہ اس طرح کہ اوپر کی حدیثیں جن میں نماز کے بناء کا حکم ہے ان کو غیر اختیاری حدث سے متعلق کیا جائے اور اس حدیث کو جس میں نماز کے لوٹانے کا حکم ہے، حدث اختیاری اور غیر اختیاری دونوں سے متعلق کیا جائے۔ اس حدیث کو دونوں صورتوں یعنی اختیاری اور غیر اختیاری حدث سے اس طرح متعلق کیا جائے گا کہ اگر حدث اختیاری ہو تو نماز کو لوٹانا واجب ہے اور اگر حدث غیر اختیاری ہے تو نماز کا لوٹانا مستحب یعنی افضل ہے۔ (یہ مضمون کچھ زیادتی کے ساتھ مرقات سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں امام کا وضوء ٹوٹنے پر کسی کو خلیفہ بنائے بغیر وضوء کے لئے جانے کا بیان

41/1566- عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں میں کسی ایک نماز کو تکبیر تحریمہ کہہ کر شروع فرمائے (پھر حدث ہونے پر) اپنے دست مبارک سے صحابہ کو اشارہ فرمایا (جس کا مفہوم یہ تھا کہ ٹھیرے رہو) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصلی سے چلے گئے پھر (وضوء فرماکر) ایسی حالت میں واپس ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد مبارک پر پانی کا اثر تھا پھر آپ نے (بناء کرکے) نماز پڑھائی۔ (یعنی تکبیر تحریمہ کہے بغیر جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے نماز شروع فرماکر نماز کی تکمیل فرمائی۔) اس کی روایت امام محمد نے مؤطاء میں کی ہے۔

ف(1) امام محمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی حدیث سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ جس کسی کا وضوء نماز کی حالت میں ٹوٹ جائے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ نماز کی جگہ سے ہٹ جائے اور بات نہ کرے اور وضوء کرکے جو کچھ نماز پہلے پڑھ چکا ہے اسی پر بناء کرکے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور افضل یہ ہے کہ بات کرلے اور وضوء کرکے نماز کو از سر نو شروع سے پڑھے۔

ف(2) ردالمحتار میں لکھا ہے کہ امام کو نماز میں حدث ہوجائے اور پانی مسجد میں موجود ہوتو وہ نمازیوں کو اشارہ سے ٹھیرا کر کسی کو خلیفہ بنائے بغیر نماز کی جگہ سے ہٹ کر وضوء کرے اور واپس آ کر بناء کر کے باقی ماندہ نماز کی تکمیل کرے اور اگر پانی مسجد میں موجود نہ ہوتو امام کسی کو خلیفہ بنا کر خود وضوء کے لئے چلا جائے لیکن امام کے لئے خواہ پانی مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو نماز میں حدث ہونے پر ہر حالت میں وضوء کے لئے جانے کے واسطے کسی کو خلیفہ بنالینا افضل ہے۔

نماز میں وضوء ٹوٹنے پر وضوء کو جانے کے لئے شرمندگی دور کرنے کا طریقہ

42/1567- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ فرماتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کوئی نماز پڑھے اور نماز میں اس کا وضوء ٹوٹ جائے تو وہ اپنی ناک پکڑ لے (تا کہ لوگوں کو خیال ہو کہ اسے نکسیر آئی ورنہ ممکن ہے کہ وہ شرم کی وجہ سے وضوء ہی نہ کرے اور بلا وضوء ہی نماز پڑھے) پھر نماز کی جگہ سے ہٹ جائے۔ (اور وضوء کر کے بنا کرے۔)

(اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز میں امام کا وضوء ٹوٹنے پر خلیفہ بنانے کا طریقہ

43/1568- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ جب کسی نے لوگوں کی امامت کی اور اپنے پیٹ میں تکلیف کا احساس کیا یا قئے کی آمد کا احساس ہوا یا نکسیر کے چھوٹ جانے کا یقین ہوا تو اپنی ناک پر کپڑا رکھ لے اور مقتدیوں میں سے کسی کے ہاتھ کو پکڑ لے اور اس کو آگے بڑھاوے۔ (اس کی روایت دارقطنی نے کی ہے۔)

ف: عمدۃ الرعایۃ میں بنایہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب امام کو مقتدیوں میں سے کسی کو خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آئے تو مقتدی کو اپنی جگہ لے جانے کے لئے بات کئے بغیر اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچے یا ہاتھ سے اشارہ کرے اور اشارہ سے ہی اس کو اپنی باقی ماندہ نماز کی اطلاع کرے اور اگر خلیفہ بناتے وقت بات کر لی تو نماز فاسد ہوجائے گی۔

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد عمداً حدث کرنے والے کے لئے حکم

44/1569- عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص اخیر نماز میں قعدہ اخیرہ (بمقدار تشہد بیٹھنے کے بعد) سلام پھیرنے سے قبل عمداً وضوء توڑ دے تو اس کی نماز ہوگئی (اس واسطے کہ اپنے فعل سے نماز سے باہر آنا فرض ہے، اور یہاں مصلّی عمداً حدث کر کے اپنے فعل سے باہر ہوگیا ہے اور اس کے ذمہ کوئی فرض و واجب باقی نہ رہا اس لئے اس کی نماز ہوگئی۔)

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

(20/39) بَابُ السَّهْوِ

(یہ باب اس بیان میں ہے کہ اگر نماز میں سہو ہوجائے تو کیا کرنا چاہئے؟)

نماز میں جس کسی کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے

1/1570- ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا جس کو یہ یاد نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار (اور یہ شک اس کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ ہوا اور ایسے شک کی اس کو عادت نہیں) تو وہ (بات کرکے یا سلام پھیر کر) نماز توڑ دے اور پھر از سر نو نماز شروع سے پڑھے تاکہ اس کی نماز شک سے نہ ہو بلکہ یاد سے ہو۔

(اس حدیث کا ترجمہ ہدایہ، بنایہ، ردالمحتار، مؤطاء، امام محمد، تعلیق مجد، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایۃ اور اعلاء السنن ان کتابوں کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔)

2/1571-اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے ہی اپنی ایک اور روایت میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی اس طرح روایت کی ہے کہ ابن عمر نے فرمایا میرا بھی ایسا ہی واقعہ ہوا ہے کہ (جب عمر بھر میں پہلی بار مجھ کو نماز میں شک ہوا کہ) میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، تو میں نے نماز توڑ کر از سر نو شروع سے نماز پڑھی ہے۔(اس حدیث کا ترجمہ عمدۃ الرعایۃ سے ماخود ہے۔)

3/1572- اور ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں بھی ابن جبیر، شعبی اور شریح رضی اللہ عنہم سے اسی طرح روایت ہے کہ کسی کو عمر بھر میں پہلی بار نماز میں شک ہوا ہو تو وہ نماز توڑ کر شروع سے نماز پڑھے۔

نماز میں جس کسی کو عمر بھر میں پہلی مرتبہ تعداد رکعات میں شک ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے؟ ایسا ہی ایک سے زیادہ مرتبہ شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

4/1573- طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب تم نے نماز پڑھی اور تم کو (نماز میں عمر بھر میں پہلی مرتبہ) شک ہوا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو نماز توڑ کر از سر نو شروع سے نماز پڑھو، اگر دوبارہ ایسا ہی شک ہو کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں تو اب نہ تو نماز توڑو اور نہ از سر نو نماز پڑھو۔ (اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے۔)

5/1574- اور امام مالک نے عطاء سے اسی طرح روایت کی ہے۔

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے

6/1575- بخاری اور ابوداؤد کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز کی (تعداد رکعات میں) شک ہوا کرے (کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں) تو اس کو چاہئے کہ تحری کرے یعنی سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے اور تحری کے بعد جو ٹھیک بات معلوم ہو اس لحاظ سے اپنی نماز پوری کرے اور سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔

ف: واضح ہو کہ بخاری اور ابوداؤد کی اس روایت میں نماز میں شک واقع ہونے سے تحری کر کے گمان غالب پر عمل کرنے کا جو حکم ہے، مذہب حنفی بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ابوداؤد کا بھی اس بارے میں یہی قول ہے، اسی وجہ سے ابوداؤد نے جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے "بَابُ مَنْ قَالَ يَتِمُّ عَلٰى اَكْبَرِ ظَنِّهٖ" یعنی جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ اپنے گمان غالب پر عمل کرے۔

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے تو اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث

7/1576- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز کی تعداد اور رکعات میں) شک ہوا کرے کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تحری کر کے گمان غالب معلوم کرے اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں تو (وہ تیسری رکعت کے رکوع اور دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے اس تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے، اس لئے کہ چوتھی رکعت کا قعدہ فرض ہے) اس کے بعد کھڑا ہو کر چوتھی رکعت ادا کرے اور چوتھی رکعت کے بعد پھر قعدہ اخیرہ کرے اور اس میں التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے اور اگر تحری کے بعد اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو وہ قعدہ اخیرہ کے لئے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے۔ (اس کی روایت امام محمد نے کتاب الآثار میں کی ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمان غالب پر عمل کرنا چاہئے اس پر تیسری حدیث

8/1577- عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابن عمر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو نماز کی تعداد (رکعات کے بارے میں) بھول ہوگئی اور اس کو یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو ان دونوں حضرات میں سے ہر ایک نے یہی فرمایا کہ وہ شخص تحری کرے یعنی سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے اور تحری کے بعد جو

بات ٹھیک معلوم ہو اسی لحاظ سے اپنی نماز پوری کرے اور سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔(اس کی روایت امام طحاوی نے کی ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اس کو تحری کر کے اکبر رائے یعنی گمانِ غالب پر عمل کرنا چاہئے اس پر چوتھی حدیث

9/1578- ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو کسی فرض نماز کی رکعت کے بارے میں بھول ہوگئی ہو اور اس کو یاد نہیں کہ اس نے چار رکعتیں ادا کی ہیں یا تین تو ابراہیم نخعی نے جواب دیا (اگر اس کو یہ شک عمر بھر میں پہلی بار ہوا ہے اور ایسے شک کی اس کو عادت نہیں) تو وہ (بات کر کے یا سلام پھیر کر) نماز توڑ دے اور پھر از سر نو شروع سے نماز پڑھے اور اگر اس کو بھولنے کی عادت ہے تو وہ شخص تحری کر کے گمان غالب معلوم کرے اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اس نے پوری نماز پڑھ لی ہے تو وہ (سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کرے، اور اگر اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں (تو وہ تیسری رکعت کے رکوع اور دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے اس تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے (اس لئے کہ چوتھی رکعت کا قعدہ فرض ہے) اس کے بعد کھڑا ہو کر چوتھی رکعت ادا کرے پھر سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرے۔(اس کی روایت امام محمد نے ''الآثار'' میں کی ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کمی رکعات پر عمل کرنا چاہئے

10/1579- عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کو نماز کی (تعداد رکعات) میں ایسا شک ہو کہ اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہیں ہوتا ہے) مثلاً نہ تو چار رکعت پر جم رہا ہے اور نہ تین پر اور وہ ان دونوں احتمالات میں سے کسی احتمال کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے تو وہ اقل یعنی تین کو اختیار کر کے تین رکعت پر نماز کی بناء کرے اور چونکہ تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت کو ادا کرے، اسی طرح چوتھی پڑھتے وقت اس کو یہ خیال ہوگا کہ وہ چوتھی رکعت پڑھ رہا ہے یا پانچویں اب تک کمی رکعت میں شک تھا اب زیادتی رکعت میں شک ہو رہا ہے، اس وقت اگر غلطی ہوگی تو یہی ہوگی کہ نماز زیادہ ہو جائے گی اور عبادات میں زیادتی کا ہونا بہتر ہے کمی ہونے سے۔ (اس کی روایت امام احمد نے کی ہے۔)

(اس حدیث کا ترجمہ بنایہ، مرقات اور ردالمحتار کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے۔)

نماز میں جس کسی کو تعداد رکعات میں شک ہوا کرے اور اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہ ہو تو اس کو کمی رکعات پر عمل کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث

11/1580-اور ترمذی کی ایک اور روایت میں عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کسی کو نماز کی تعداد رکعات کے بارے میں بھول ہو جائے اور اس کو ایسا شک ہو کہ اس کا گمان غالب کسی طرف بھی قائم نہیں ہو رہا ہے، نہ تو کمی رکعات پر خیال جم رہا ہے اور نہ زیادتی رکعات پر اور ان دونوں احتمالات میں سے کسی احتمال کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا ہے مثلاً) اس کو یہ یاد نہیں کہ ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اس صورت میں وہ (اقل یعنی) ایک رکعت پر نماز کی بناء کرے (اور چونکہ اس ایک رکعت میں دوسری رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے ایک رکعت کے بعد قعدہ کر کے دوسری رکعت ادا کرے) اور اگر اس کو یہ یاد نہ ہو کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو وہ دو رکعت پر نماز کی بناء کرے (اور دوسری

رکعت کے بعد قعدہ کر کے تیسری رکعت شروع کرے) اور اگر اس کو یہ یاد نہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ تین رکعت پر نماز کی بناء کرے (اور چونکہ اس تیسری رکعت میں چوتھی رکعت کا بھی احتمال ہے اس لئے تیسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے چوتھی رکعت شروع کرے اور سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کرے۔

سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کا ثبوت

12/1581- عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اسے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کرنے چاہیئے۔ (اس کے بعد پھر تشہد۔ (جیسا کہ ترمذی اور دیگر محدثین نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جو آگے آرہی ہے۔) درود اور دعاء پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لئے دوبارہ سلام پھیرے۔ (اس کی روایت ابوداؤد نے کی ہے۔)

سجدہ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر دوسری حدیث

13/1582- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں شک ہونے کی وجہ سے سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو فرمایا۔

(اس کی روایت نسائی نے کی ہے۔)

سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر تیسری حدیث

14/1583- علقمہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد سہو کے دو سجدے ادا کئے اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا ہے۔

(اس کی روایت ابن ماجہ نے کی ہے اور ترمذی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔)

سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چوتھی حدیث

15/1584-ابن سیرین رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے (ایک طویل) حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز کو (بجائے چار رکعت کے سہواً کم کرکے) دو رکعتیں پڑھیں (اور ایک صحابی کے یاد دلانے پر) باقی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ فرمایا، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ فرمایا، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، اس کے بعد آپ نے (نماز سے باہر ہونے کے لئے دوبارہ) سلام پھیرا۔

(اس کی روایت بخاری اور مسلم نے متفقہ طور پر کی ہے۔)

سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر پانچویں حدیث

16/1585- عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے (ایک طویل) حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عصر کی نماز بجائے چار رکعت کے سہواً کم کرکے) تین رکعتیں پڑھائیں (اور ایک صحابی کے یاد دلانے سے) باقی ماندہ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیرا پھر سہو کے دو سجدے کئے اور اس کے بعد (نماز کے باہر آنے کے لئے دوسرا) سلام پھیرا۔

(اس کی روایت مسلم نے کی ہے۔)

ف: ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہوتا ہے، اور مذہب حنفی بھی یہی ہے۔

سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر چھٹی حدیث

17/1586- محمد بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ محمد بن صالح نے کہا کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک نماز پڑھی تو نماز میں ان سے سہو ہوگیا، اس پر انہوں نے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے (اور ختم نماز پر) ہماری طرف متوجہ ہوکر انس

رضی اللہ عنہ نے فرمایا واضح ہو کہ (سلام پھیر کر میں نے سہو کے دو سجدے کئے ہیں) یہ ایسا عمل ہے جس کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے۔)

نماز میں سجدۂ سہو کے بعد دوبارہ تشہد پڑھنے کا ثبوت

18/1587- عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو ہو گیا اس پر آپ نے (سلام کے بعد) دو سجدے کئے اور اس کے بعد تشہد پڑھا (اور نماز سے باہر آنے کے لئے پھر) سلام پھیرا۔

(اس کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے کی ہے اور حاکم اور ابن حبان نے بھی اسی طرح روایت کی ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے موافق ہے، اس لئے صحیح ہے۔)

ف: عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سہو کے سجدوں کی وجہ سے سجدوں کے پہلے جو تشہد پڑھا جاتا ہے اس کا شمار نہیں ہوتا، اس لئے سہو کے سجدوں کے بعد پھر تشہد پڑھنا چاہئے۔ (اور دوبارہ تشہد پڑھنے کے بعد حسب قاعدہ درود اور دعاء پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لئے سلام پھیرا۔)

سجدۂ سہو دو سلاموں کے درمیان ہونے کے ثبوت پر ایک اور حدیث

19/1588- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کر کے ایک رکعت کی زیادتی سے) پانچ رکعتیں پڑھائیں (ایک صحابی کے یاد دلانے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کئے (پھر تشہد درود اور دعاء پڑھ کر) آپ نے (نماز سے باہر آنے کے لئے پھر) سلام پھیرا۔

(اس کی روایت بخاری اور ابوداؤد نے کی ہے۔)

نماز میں سہواً کمی ہو یا زیادتی ہر دو صورت میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے کا ثبوت

ف: واضح ہو کہ ابن سیرین اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہم کی دونوں حدیثیں جو اوپر گذر چکی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں کمی ہونے سے سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں اور اسی طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں زیادتی ہونے سے بھی سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کرنے چاہئیں۔

اس طرح ثابت ہوا کہ نماز میں سہواً خواہ کمی ہو یا زیادتی دونوں صورتوں میں سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کریں، پھر تشہد (درود اور دعاء پڑھ کر نماز سے باہر آنے کے لئے پھر) سلام پھیریں اور یہی مذہب حنفی ہے۔

(یہ مضمون مرقات سے ماخوذ ہے۔)

نماز میں سہو کمی سے ہو یا زیادتی سے ہر دو صورت میں سجدۂ سہو ادا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے

20/1589- ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ نماز میں ہر سہو کے لئے (خواہ سہو کمی کی وجہ سے ہو یا زیادتی کی وجہ سے) سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے ہیں۔

(اس کی روایت ابن ماجہ اور ابوداؤد نے کی ہے اور امام احمد، عبدالرزاق اور طبرانی نے بھی اس طرح روایت کی ہے۔)

نماز میں سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہو جائیں تو کیا کرنا چاہئے

21/1590- شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ہم کو نماز پڑھائی تو وہ دو رکعتوں کے ختم پر (سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر) کھڑے ہو گئے (ان کی غلطی

محسوس کرانے کے لئے) مقتدیوں نے سبحان اللہ کہا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ نے (قعدہ کی طرف لوٹے بغیر خود بھی) سبحان اللہ کہا (تاکہ مقتدی بھی کھڑے ہوجائیں) اور جب انہوں نے نماز پوری کی تو سلام پھیرا اور سہو کے دوسجدے بیٹھے بیٹھے کئے (بخلاف سجدہ تلاوت کے کہ اس کو کھڑے ہوکر ادا کرنا مسنون ہے اور سہو کے سجدوں میں کھڑے ہونا نہیں ہے) نماز سے فارغ ہونے کے بعد مغیرہ بن شعبہ نے حاضرین سے کہا کہ (ایسے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ میں نے (اس وقت) کیا ہے۔

(اس کی روایت ترمذی نے کی ہے۔)

نماز میں سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہوجائیں تو کیا کرنا چاہئے اس پر دوسری حدیث

22/1591- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو آپ سے سہو ہوگیا کہ (آپ قعدہ اولیٰ کئے بغیر) دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوگئے ہم نے اطلاع کی خاطر سبحان اللہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹے بغیر) اسی حالت میں نماز جاری رکھی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری فرمائی تو سلام پھیر کر سہو کے دوسجدے ادا کئے۔

(اس کی روایت طحاوی نے کی ہے۔)

نماز میں سہواً قعدہ اولیٰ کئے بغیر کھڑے ہونے لگیں تو کیا کرنا چاہئے؟

23/1592- مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام دو رکعتوں کے بعد (قعدہ اولیٰ کئے بغیر سہواً) کھڑا ہونے لگے اور سیدھا ہونے سے قبل (یعنی گھٹنے زمین سے جدا ہونے سے پہلے) قعدۂ اولیٰ نہ کرنا یاد آجائے تو وہ (قعدہ اولیٰ کے لئے) بیٹھ جائے (اور مفتی بہ یہ ہے کہ اس صورت میں سجدہ سہو نہ کرے) اور اگر امام

قیام کے قریب ہوگیا ہے (یعنی اس کے گھٹنے زمین سے جدا ہوچکے ہیں تو وہ قعدہ اولیٰ کے لئے) نہ بیٹھے اور (نماز پوری کرکے قعدہ اولیٰ نہ کرنے کی وجہ سے) سہو کے دوسجدے ادا کرے۔

(اس کی روایت ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کی ہے۔)

خاتمۃ الطبع

الحمدللہ کہ توفیق الٰہی سے آج بتاریخ 11 ؍ ربیع الثانی 1380ھ ہجری یوم دوشنبہ مطابق 3 ؍ اکٹوبر 1960ء زجاجۃ المصابیح کے اردو ترجمہ مسمّٰی بہ ''نور المصابیح'' کا دوسرا حصہ کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہوکر باب السہو پر ضروری تشریحات اور مباحث کے ساتھ مکمل ہوا جو ہدیۂ ناظرین کرام ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی افادیت کو عام فرمائے اور مولف علّام مدظلہ کے سایۂ عاطفت کو دیر پا سلامت با کرامت رکھے آمین! امید ہے کہ اس کا تیسرا حصہ بھی بَابُ سُجُوْدِ الْقُرْآن سے شروع ہوکر ان شاءاللہ تعالیٰ اسی طرح تکمیل کو پہنچے گا۔

وَصَلَّى اللّٰه عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِىّ الامّى وَعَلٰى آلِهِ الكِرَامُ وَصَحْبِهِ العِظَام بَارِكَ وَسَلَّمَ ، وآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

11 ؍ ربیع الثانی، 1380ھ یوم دوشنبہ
مطابق 3 ؍ اکٹوبر 1960ء عیسوی

منجانب
مجلس نشر واشاعت نور المصابیح
حسینی علم